www.KitaboSunnat.com

کوئی ایذا پہنچتی ہے تو وہ دین سے مرتد ہو جاتا ہے۔[1] دیگر علمائے سلف نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔ یہ آیت حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ کی طرح ہے: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ﰳاطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ﰳانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ○ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۚ (الحج 22:11,12) ''اور لوگوں میں سے وہ بھی ہے جو کنارے پر کھڑا ہو کر اللہ کی عبادت کرتا ہے۔ اگر اس کو کوئی (دنیاوی) فائدہ پہنچے تو اس کے سبب مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر کوئی آفت پڑے تو منہ کے بل الٹا پھر جاتا ہے، اس نے دنیا میں بھی نقصان اٹھایا اور آخرت میں بھی، یہی تو نقصان صریح ہے، یہ اللہ کے سوا ایسی چیز کو پکارتا ہے جو نہ اسے نقصان پہنچائے اور نہ فائدہ دے سکے، یہی تو پرلے درجے کی گمراہی ہے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَىِٕنْ جَاۗءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ۭ ﴾ ''اور البتہ اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے مدد آجائے تو وہ ضرور کہیں گے کہ بلاشبہ ہم تو تمھارے ساتھ ہیں۔'' یعنی اے محمد! اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے فتح و نصرت اور مالِ غنیمت حاصل ہو تو یہ لوگ آپ سے کہتے ہیں کہ ہم بھی تمھارے ساتھ ہیں، یعنی ہم بھی تمھارے دینی بھائی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ڮ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ (النسآء 4:141) ''وہ (منافق) جو تمھاری بابت انتظار کرتے رہتے ہیں، پھر اگر اللہ کی طرف سے تمھارے لیے فتح ہو تو وہ کہتے ہیں: کیا ہم تمھارے ساتھ نہ تھے؟ اور اگر کافروں کے لیے کچھ حصہ (کامیابی) ہو تو (ان سے) کہتے ہیں: کیا ہم تم پر غالب نہ آنے لگے تھے اور تمھیں مسلمانوں (کے ہاتھ) سے بچایا نہیں؟'' اور فرمایا: فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰي مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ۞ (المآئدة 5:52) ''سو قریب ہے کہ اللہ فتح لے آئے یا اپنے ہاں سے کوئی اور امر (نازل فرمائے) پھر یہ اپنے دل کی باتوں پر جو چھپایا کرتے تھے پشیمان ہو جائیں گے۔'' اور یہاں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَىِٕنْ جَاۗءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ۭ ﴾ ''اور اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے مدد آئے تو وہ ضرور کہیں گے کہ ہم تو یقیناً تمھارے ساتھ تھے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ⑩ ﴾ ''کیا اللہ اس سے خوب واقف نہیں جو اہل عالم کے سینوں میں ہے؟'' یعنی کیا اللہ تعالیٰ اسے جانتا نہیں جو کچھ ان کے دلوں میں ہے اور جسے یہ اپنے ضمیروں میں چھپائے ہوئے ہیں، خواہ تمھارے سامنے انھوں نے اپنی موافقت کا اظہار ہی کیوں نہ کیا ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ⑪ ﴾ ''اور اللہ ان کو ضرور معلوم کرے گا جو (سچے) مومن ہیں اور منافقوں کو بھی معلوم کر کے رہے گا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ لوگوں کو رنج و راحت کے ساتھ ضرور آزمائے گا تاکہ مومنوں اور منافقوں میں تمیز ہو جائے

[1] تفسیر الطبری: 162,161/20۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ

اور جن لوگوں نے کفر کیا انھوں نے ایمان والوں سے کہا: تم ہمارے راستے کی پیروی کرو، اور ہم تمھارے گناہ اٹھا لیں گے، حالانکہ وہ ان کے گناہوں

مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ⑫ وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ز

میں سے کچھ بھی نہیں اٹھائیں گے، بے شک وہ جھوٹے ہیں ⑫ اور یقیناً وہ اپنے بوجھ اور اپنے بوجھوں کے ساتھ کئی اور بوجھ ضرور اٹھائیں گے، اور جو

وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ⑬ ع 1 13 13

کچھ وہ جھوٹ گھڑتے رہے، روزِ قیامت ان کے متعلق ان سے ضرور پوچھا جائے گا ⑬

اور جو شخص رنج و راحت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے تو وہ درحقیقت اپنے فائدے کے لیے اطاعت کرتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا۠ اَخْبَارَكُمْ ○ ﴾ (محمد 31:47) ''اور البتہ ہم تمھیں ضرور آزمائیں گے یہاں تک کہ جو تم میں لڑائی کرنے والے اور صبر کرنے والے ہیں ان کو معلوم کریں اور ہم تمھارے حالات بھی جانچ لیں۔'' غزوۂ احد میں پیش آنے والے امتحان و آزمائش کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ...... الآية ﴾ (آل عمرٰن 179:3) ''جب تک اللہ ناپاک کو پاک سے الگ نہ کر دے گا مومنوں کو اس حال میں جس میں تم ہو ہرگز نہیں چھوڑے (رہنے دے) گا......۔''

تفسیر آیات: 13,12

دوسروں کے گناہ اپنے ذمے لینے کے بارے میں کافروں کی جرأت: اللہ تعالیٰ نے کفار قریش کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے ان سے کہا جو ان میں سے ایمان لائے اور ہدایت کی پیروی کرنے لگے تھے کہ دین اسلام کو چھوڑ کر ہمارے دین کی طرف لوٹ آؤ اور ہمارے رستے کی پیروی شروع کر دو ﴿ وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ؕ ﴾ ''اور ہم تمھارے گناہ اپنے ذمے لے لیں گے۔'' یعنی اگر اس کی وجہ سے تمھیں گناہ ہوگا تو وہ ہماری گردن پر جیسا کہ کہا جاتا ہے:

تو مشقِ ناز کر خونِ دو عالم میری گردن پر

اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ⑫ ﴾ ''حالانکہ وہ ان کے گناہوں میں سے کچھ بھی اٹھانے والے نہیں، کچھ شک نہیں کہ وہ البتہ جھوٹے ہیں۔'' اپنی اس بات میں کہ یہ ان کے گناہ اپنے ذمے لے لیں گے کیونکہ اس دن کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ؕ ﴾ (فاطر 18:35) ''اور اگر کوئی بوجھ میں دبا ہوا اپنے بوجھ (بٹانے) کی طرف بلائے گا تو اس میں سے کچھ بھی اٹھایا نہ جائے گا اگرچہ قرابت دار ہی ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ○ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ؕ ﴾ (المعارج 11,10:70) ''اور کوئی گہرا دوست کسی گہرے دوست کا پرسان نہ ہوگا (حالانکہ) وہ انھیں دکھلا دیے

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

جائیں گے (ایک دوسرے کو سامنے دیکھ رہے ہوں گے۔)'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَّعَ أَثْقَالِهِمْ﴾ ''اور وہ البتہ ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور (لوگوں کے) بوجھ بھی۔'' یہ داعیان کفر وضلالت کے بارے میں خبر دی گئی ہے کہ وہ روز قیامت اپنے بوجھ بھی اٹھائیں گے اور دوسرے لوگوں کے بوجھ بھی کیونکہ انھوں نے ان لوگوں کو گمراہ کیا تھا اور ان کے بوجھوں میں کوئی کمی نہ کی جائے گی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لِيَحْمِلُوا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۙ وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِينَ يُضِلُّونَهُم بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ ......﴾ الآية (النحل 25:16) ''تا کہ وہ قیامت کے دن اپنے (اعمال کے) پورے بوجھ بھی اٹھائیں اور ان لوگوں کے بوجھ بھی جنھیں وہ بغیر علم کے گمراہ کرتے ہیں......۔''

صحیح حدیث میں ہے: [مَنْ دَعَا إِلٰى هُدًى، كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنِ (اتَّبَعَهُ) لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا، وَّمَنْ دَعَا إِلٰى ضَلَالَةٍ، كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنِ (اتَّبَعَهُ) لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا] ''جو شخص ہدایت کی طرف دعوت دے، اسے ان لوگوں کے اجر وثواب کے مثل اجر ملے گا جو اس کی اتباع کریں گے اور اتباع کرنے والوں کے اجر میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور جو شخص گمراہی کی طرف دعوت دے، اسے ان لوگوں کے گناہوں کے مثل گناہ ہوگا جو اس گمراہی پر عمل کریں گے اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔''[1]

اسی طرح صحیح (بخاری) میں ہے: [لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ الْأَوَّلِ كِفْلٌ مِّنْ دَمِهَا، لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ] ''جو شخص بھی ظلم سے قتل کیا جائے گا تو اس کے گناہ میں سے آدم کے پہلے بیٹے کو بھی حصہ ملے گا کیونکہ اس نے قتل کا طریقہ جاری کیا ہے۔''[2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَيُسْأَلُنَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَمَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ⑬﴾ ''اور جو بہتان یہ باندھتے رہے قیامت کے دن ان کے متعلق ان سے البتہ ضرور پرسش ہوگی۔'' کیونکہ یہ جھوٹ بولتے اور افترا پردازی سے کام لیتے رہے۔ امام ابن ابو حاتم نے یہاں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سب کچھ پہنچا دیا جس کے ساتھ آپ کو مبعوث فرمایا گیا تھا، آپ نے فرمایا:

[إِيَّاكُمْ وَالظُّلْمَ، فَإِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يُقْسِمُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُ: وَعِزَّتِي! لَا يَجُوزُنِي الْيَوْمَ ظُلْمٌ، ثُمَّ يُنَادِي مُنَادٍ، فَيَقُولُ: أَيْنَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ؟ فَيَأْتِي تَتْبَعُهُ مِنَ الْحَسَنَاتِ أَمْثَالُ الْجِبَالِ فَيَشْخَصُ النَّاسُ إِلَيْهَا أَبْصَارَهُمْ حَتّٰى يَقُومَ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ عَزَّوَجَلَّ، ثُمَّ يَأْمُرُ الْمُنَادِيَ، فَيُنَادِي: مَنْ كَانَتْ لَهُ تِبَاعَةٌ أَوْظُلَامَةٌ عِنْدَ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ، فَهَلُمَّ، فَيُقْبِلُونَ حَتّٰى يَجْتَمِعُوا قِيَامًا بَيْنَ يَدَيِ الرَّحْمٰنِ، فَيَقُولُ الرَّحْمٰنُ:

[1] صحيح مسلم، العلم، باب من سن سنة حسنة......، حديث: 2674 البتہ دونوں قوسوں والے الفاظ سنن ابن ماجه، السنة، باب من سن سنة......، حديث: 206 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ کے ہیں۔ [2] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب خلق آدم وذريته، حديث: 3335 وصحيح مسلم، القسامة والمحاربين......، باب بيان إثم من سن القتل، حديث: 1677 عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اِقۡضُوا عَنۡ عَبۡدِی، فَیَقُولُونَ: کَیۡفَ نَقۡضِی عَنۡهُ؟ فَیَقُولُ لَهُمۡ: خُذُوا لَهُمۡ مِّنۡ حَسَنَاتِهِ فَلَا یَزَالُونَ یَأۡخُذُونَ مِنۡهَا حَتّٰی لَا یَبۡقٰی لَهٗ حَسَنَةٌ ، وَقَدۡ بَقِیَ مِنۡ أَصۡحَابِ الظُّلَامَاتِ، فَیَقُولُ: اِقۡضُوا عَنۡ عَبۡدِی، فَیَقُولُونَ: لَمۡ یَبۡقَ لَهٗ حَسَنَةٌ، فَیَقُولُ: خُذُوا مِنۡ سَیِّئَاتِهِمۡ فَاحۡمِلُوهَا عَلَیۡهِ]

''اپنے آپ کو ظلم سے بچاؤ، بے شک اللہ تعالیٰ روز قیامت قسم کھائے گا، چنانچہ ارشاد فرمائے گا: مجھے اپنی عزت (وجلال) کی قسم! آج ظلم مجھ سے بچ نہ سکے گا، پھر ایک اعلان کرنے والا یہ اعلان کرے گا کہ فلاں بن فلاں کہاں ہے، وہ آئے گا تو اس کے پیچھے پہاڑوں جیسی نیکیاں آ رہی ہوں گی، لوگ آنکھیں اٹھا اٹھا کر ان کی طرف دیکھیں گے حتی کہ وہ اللہ عزوجل کے سامنے کھڑا ہو جائے گا تو وہ منادی کو حکم دے گا اور وہ یہ اعلان کرے گا کہ جس کا فلاں بن فلاں پر کوئی حق ہے یا اس نے کسی پر ظلم کیا ہے تو وہ آ جائے، لوگ آ کر جمع ہوتے جائیں گے اور رحمان عزوجل کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے، رحمان فرمائے گا: میرے بندے کی طرف سے ادا کر دو، وہ کہیں گے کہ ہم اس کی طرف سے کیسے ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اس کی نیکیاں لے کر ان کو دے دو، (فرشتے) اس کی نیکیاں لے کر ان (حق داروں) کو دینا شروع کر دیں گے حتی کہ اس کی نیکیاں نہ بچیں گی جبکہ مظلوم ابھی باقی ہوں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے بندے کی طرف سے ادا کرو۔ تو فرشتے کہیں گے کہ اس کی تو ایک نیکی بھی نہیں بچی، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ان حق داروں کے گناہ لے کر اس پر ڈال دو، پھر نبی اکرم ﷺ نے اس آیت کریمہ سے استدلال فرمایا: ﴿وَلَیَحۡمِلُنَّ اَثۡقَالَهُمۡ وَاَثۡقَالًا مَّعَ اَثۡقَالِهِمۡ ۫ وَلَیُسۡـَٔلُنَّ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ عَمَّا کَانُوۡا یَفۡتَرُوۡنَ ﴿۱۳﴾﴾ ''اور یقیناً وہ اپنے بوجھ بھی اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور (لوگوں کے) بوجھ بھی، اور جو بہتان وہ باندھتے رہے قیامت کے دن ان کے متعلق ان سے ضرور پرسش ہوگی۔''[1]

اس حدیث کا ایک شاہد بھی ہے جو صحیح مسلم میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ الۡمُفۡلِسَ مِنۡ أُمَّتِی مَنۡ یَّأۡتِی یَوۡمَ الۡقِیَامَةِ بِصَلَاةٍ وَّصِیَامٍ وَّزَکَاةٍ، وَّیَأۡتِی قَدۡشَتَمَ هٰذَا، وَقَذَفَ هٰذَا، وَأَکَلَ مَالَ هٰذَا، وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا، وَضَرَبَ هٰذَا، فَیُعۡطٰی هٰذَا مِنۡ حَسَنَاتِهِ وَهٰذَا مِنۡ حَسَنَاتِهِ، فَإِنۡ فَنِیَتۡ حَسَنَاتُهٗ قَبۡلَ أَنۡ یُّقۡضٰی مَا عَلَیۡهِ، أُخِذَ مِنۡ خَطَایَاهُمۡ فَطُرِحَتۡ عَلَیۡهِ، ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ] ''یقیناً میری امت میں سے مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے اور زکاۃ سمیت حاضر ہوگا جبکہ اس نے کسی کو گالی دی ہے، کسی پر بہتان باندھا ہے، کسی کا مال کھایا ہے، کسی کا خون بہایا ہے اور کسی کو مارا ہے، چنانچہ اس (مظلوم) کو اس کی نیکیوں میں سے کچھ دیا جائے گا اور اس کو بھی اس کی نیکیوں میں سے (دیا جائے گا۔) پس اگر اس عائد شدہ حقوق کی مکمل ادائیگی ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں تو ان (مظلومین) کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیے جائیں گے، پھر اسے آگ میں پھینک دیا جائے گا۔''[2]

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 3040,3039/9 و الدر المنثور: 272/5. ② صحیح مسلم، البر والصلة و الأدب، باب تحریم الظلم، حدیث: 2581 .

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ

اور بلاشبہ ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا، تو وہ ان میں پچاس کم ایک ہزار سال رہا، پھر انھیں طوفان نے اس حال میں پکڑ لیا کہ وہ ظالم

وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ⑭ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ⑮

تھے⑭ پھر ہم نے اسے اور کشتی والوں کو نجات دی، اور ہم نے اس (کشتی) کو دنیا والوں کے لیے عظیم نشانی بنا دیا⑮

تفسیر آیات: 15,14

حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر: اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد و رسول محمد ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ وہ طویل مدت تک اپنی قوم کو رات دن، خفیہ اور علانیہ طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے رہے مگر قوم حق سے اعراض کرتے ہوئے راہِ فرار اختیار کرتی رہی اور ان کی تکذیب کرتی رہی اور ان پر بہت ہی تھوڑے لوگ ایمان لائے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ⑭﴾ ''تو وہ ان میں پچاس کم ہزار برس رہے، پھر ان کو طوفان (کے عذاب) نے اس حال میں آ پکڑا کہ وہ ظالم تھے۔'' اس طویل مدت تک تبلیغ و اِنذار کے باوجود قوم نوح راہِ راست پر نہ آئی تو اے محمد! آپ بھی اپنی قوم کے کفر کی وجہ سے غم نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت فرمائے اور جسے چاہے گمراہ کر دے، سارا معاملہ اسی کے ہاتھ میں ہے اور تمام امور اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ ......﴾ الآیة (یونس 97,96:10) ''جن لوگوں کے بارے میں آپ کے رب کا حکم (عذاب) قرار پا چکا ہے بلاشبہ وہ ایمان نہیں لائیں گے، خواہ ان کے پاس ساری نشانیاں آ جائیں......'' اور یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ہی کو غلبہ عطا فرمائے گا، آپ کو اپنی نصرت و تائید سے سرفراز فرمائے گا، آپ کے دشمنوں کو ذلیل و خوار کر دے گا اور انھیں پست سے پست کر دے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو جب مبعوث کیا گیا تو اس وقت آپ کی عمر چالیس سال تھی، آپ اپنی قوم میں نو سو پچاس سال تک رہے، پھر طوفان کے بعد آپ ساٹھ برس تک زندہ رہے حتی کہ دوبارہ پھر لوگوں کی کثرت ہو گئی اور وہ زمین میں پھیل گئے۔ ①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ﴾ ''پھر ہم نے نوح کو اور کشتی والوں کو نجات دی۔'' یعنی ان لوگوں کو جو حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے، اس کا سورۂ ہود میں تفصیل کے ساتھ ذکر ہو چکا ہے۔ ② اور اس کی وہاں تفسیر بھی بیان کی جا چکی ہے، لہٰذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور فرمایا: ﴿وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ⑮﴾ ''اور ہم نے کشتی کو اہل عالم کے لیے نشانی بنا دیا۔'' یعنی اس کشتی کو یا تو ہم نے بعینہٖ باقی رکھا جیسا کہ امام قتادہ کا قول ہے کہ وہ کشتی اسلام کے ابتدائی دور تک کوہ جودی پر موجود تھی یا اس کے معنی یہ ہیں کہ کشتی کی نوع کو ہم نے لوگوں کے لیے نشانی بنا دیا ہے اور

① المستدرك للحاكم، تواريخ المتقدمين......، باب ذكر نوح النبي ﷺ: 546,545/2، حديث: 4005 و المصنف لابن أبي شيبة، التاريخ: 34/7، حديث: 33907 . ② دیکھیے ہود، آیات : 36-48 کے ذیل میں عنوان: ''قوم کے انجام کے بارے میں حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی''

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَاِبۡرٰهِيۡمَ اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوۡهُ‌ؕ ذٰلِكُمۡ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ⑯

اور (ہم نے) ابراہیم کو (بھیجا) جب اس نے اپنی قوم سے کہا: تم اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو، اگر تم جانتے ہو تو یہ تمھارے

اِنَّمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَوۡثَانًا وَّتَخۡلُقُوۡنَ اِفۡكًا‌ؕ اِنَّ الَّذِيۡنَ تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ

لیے بہت بہتر ہے⑯ تم تو اللہ کے سوا بتوں ہی کی عبادت کرتے ہو، اور تم جھوٹ گھڑتے ہو، بلاشبہ اللہ کے سوا جن کی تم عبادت

دُوۡنِ اللّٰهِ لَا يَمۡلِكُوۡنَ لَـكُمۡ رِزۡقًا فَابۡتَغُوۡا عِنۡدَ اللّٰهِ الرِّزۡقَ وَاعۡبُدُوۡهُ وَاشۡكُرُوۡا لَهٗ‌ؕ

کرتے ہو وہ تمھارے لیے رزق کا اختیار نہیں رکھتے، لہٰذا تم اللہ کے ہاں رزق تلاش کرو، اور تم اسی کی عبادت کرو اور تم اسی کا شکر

اِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ⑰ وَاِنۡ تُكَذِّبُوۡا فَقَدۡ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنۡ قَبۡلِكُمۡ‌ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوۡلِ اِلَّا

کرو، تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے⑰ اور اگر تم جھٹلاؤ تو یقیناً تم سے پہلے کئی امتوں نے جھٹلایا ہے، اور رسول کا کام تو صرف

الۡبَلٰغُ الۡمُبِيۡنُ ⑱

کھلا کھلا پہنچا دینا ہے⑱

وہ انھیں مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد دلاتی ہے کہ اس نے انھیں طوفان سے کس طرح نجات بخشی تھی۔ [1] جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاٰيَةٌ لَّهُمۡ اَنَّا حَمَلۡنَا ذُرِّيَّتَهُمۡ فِى الۡفُلۡكِ الۡمَشۡحُوۡنِ ۝ وَخَلَقۡنَا لَهُمۡ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ مَا يَرۡكَبُوۡنَ ۝ وَاِنۡ نَّشَاۡ نُغۡرِقۡهُمۡ فَلَا صَرِيۡخَ لَهُمۡ وَلَا هُمۡ يُنۡقَذُوۡنَ ۝ اِلَّا رَحۡمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيۡنٍ ۝ ﴾ (یٰسٓ 36:41-44) ’’اور ایک نشانی ان کے لیے یہ ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا اور ان کے لیے ویسی ہی اور چیزیں پیدا کیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں اور اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں، پھر نہ تو ان کا کوئی فریاد رس ہو اور نہ وہ بچائے جائیں مگر یہ ہماری رحمت ہے اور ایک مدت تک کے فائدے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنَّا لَمَّا طَغَا الۡمَآءُ حَمَلۡنٰكُمۡ فِى الۡجَارِيَةِ ۝ لِنَجۡعَلَهَا لَكُمۡ تَذۡكِرَةً وَّتَعِيَهَاۤ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ۝ ﴾ (الحآقّۃ 69:11،12) ’’جب پانی طغیانی پر آیا تو بلاشبہ ہم نے تم (لوگوں) کو کشتی میں سوار کر لیا تاکہ اسے تمھارے لیے نصیحت بنائیں اور یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھیں۔‘‘ اور یہاں فرمایا: ﴿ فَاَنۡجَيۡنٰهُ وَاَصۡحٰبَ السَّفِيۡنَةِ وَجَعَلۡنٰهَاۤ اٰيَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ⑮ ﴾ ’’پھر ہم نے نوح کو اور کشتی والوں کو نجات دی اور کشتی کو اہل عالم کے لیے نشانی بنا دیا۔‘‘ یہ شخص سے جنس کی طرف تدریج ہے [2] جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلَقَدۡ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنۡيَا بِمَصَابِيۡحَ وَجَعَلۡنٰهَا رُجُوۡمًا لِّلشَّيٰطِيۡنِ ﴾ (الملک 67:5) ’’البتہ تحقیق اور ہم نے قریب کے آسمان کو (تاروں کے) چراغوں سے زینت دی اور انھیں شیطانوں کو مارنے کا آلہ بنایا۔‘‘ یعنی ان ستاروں میں سے ایک نوع کو ہم نے شیطانوں کو مارنے کا آلہ بنایا، اس لیے کہ جن ستاروں کے ساتھ شیطانوں کو مارا جاتا ہے وہ آسمان کی زینت والے ستارے نہیں ہیں، اسی طرح فرمایا: ﴿ وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَةٍ مِّنۡ طِيۡنٍ ۝ۚ

[1] تفسیر الطبری: 166/20. [2] یعنی پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لِنَجۡعَلَهَا لَكُمۡ تَذۡكِرَةً ﴾ (الحآقّۃ 69:12) ’’تاکہ ہم اسے تمھارے لیے نصیحت بنائیں‘‘ جبکہ یہاں فرمایا: ﴿ وَجَعَلۡنٰهَاۤ اٰيَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ⑮ ﴾ ’’اور اسے ہم نے جہان والوں کے لیے نشانی بنا دیا‘‘ تو یہ شخص (خصوص) سے جنس (عموم) کی طرف تدریج ہے۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

﴿ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ﴾ (المؤمنون 23:12,13) ”اور بلاشبہ ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا ہے، پھر اسے ایک مضبوط (اور محفوظ) جگہ میں نطفہ بنا کر رکھا۔“ اور اس کی قرآن میں مثالیں بہت ہیں۔

تفسیر آیات:16-18

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کو وعظ: اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد و رسول اور خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام، جو امام الموحدین تھے، کے بارے میں فرمایا ہے کہ انھوں نے اپنی قوم کو دعوت دی کہ وہ اللہ وحدہ لاشریک ہی کی عبادت کریں، صرف اسی کا تقویٰ اختیار کریں، صرف اسی وحدہ لاشریک ہی سے رزق طلب کریں اور صرف اسی کا شکر بجا لائیں کیونکہ تمام نعمتیں اس نے عطا فرمائیں ہیں، اس کے سوا اور کوئی نعمتیں عطا فرمانے والا نہیں ہے تو اس بات کا مستحق بھی وہ ہے کہ اس کا شکر ادا کیا جائے، بہر حال حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: ﴿اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ؕ﴾ یعنی اخلاص کے ساتھ صرف اللہ کی عبادت کرو اور صرف اسی سے ڈرو۔ ﴿ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ⑯﴾ ”اگر تم جانتے ہو تو یہ تمھارے حق میں بہتر ہے۔“ یعنی جب تم ایسا کرو گے تو یہ دنیا و آخرت میں تمھارے لیے بہتر ہو گا اور دنیا و آخرت کی خرابی کو وہ تم سے دور فرما دے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ یہ بت جن کی تم پوجا کرتے ہو یہ تو کسی نفع و نقصان کے مالک نہیں ہیں، تم نے خود کچھ نام گھڑے اور ان کے ساتھ اپنے معبودانِ باطلہ کو موسوم کر لیا ہے ورنہ وہ تو تمھاری طرح مخلوق ہی ہیں، عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی تفسیر اسی طرح کی ہے۔[1] مجاہد اور سدی کا بھی یہی قول ہے۔[2] اور والبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان بتوں کو تم خود تراشتے ہو۔[3] اور یہ تمھیں رزق دینے کی قطعاً قدرت نہیں رکھتے ﴿فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ﴾ ”پس اللہ ہی کے ہاں سے رزق طلب کرو۔“ اس میں رزق عطا کرنے کو اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پاک کے ساتھ نہایت شدت کے ساتھ محدود و محصور کر دیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ؕ﴾ (الفاتحۃ 1:5) ”(اے پروردگار) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ﴾ (التحریم 66:11) ”اے میرے پروردگار! میرے لیے بہشت میں اپنے پاس ہی ایک گھر بنا۔“ اسی لیے فرمایا: ﴿فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ﴾ ”پس اللہ ہی کے ہاں سے رزق طلب کرو۔“ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے ہاں سے رزق طلب نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور کسی بھی چیز کا مالک نہیں ہے ﴿وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ﴾ ”اور اسی کی عبادت کرو اور اسی کا شکر کرو۔“ یعنی اسی کا رزق کھاؤ، اسی وحدہ لاشریک کی عبادت کرو اور اسی کی عطا کردہ نعمتوں پر اسی ذات پاک کا شکر بجا لاؤ۔ ﴿اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ⑰﴾ ”اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔“ یعنی قیامت کے دن، پھر وہ ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ عطا فرمائے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ﴾ ”اور اگر تم (میری) تکذیب کرو تو یقیناً تم سے

---

[1] تفسیر ابن أبی حاتم: 9/3044۔ [2] تفسیر ابن أبی حاتم: 9/3044۔ [3] تفسیر ابن أبی حاتم: 9/3044۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اَوَلَمۡ يَرَوۡا كَيۡفَ يُبۡدِئُ اللّٰهُ الۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرٌ ﴿19﴾ قُلۡ سِيۡرُوۡا

کیا انھوں نے دیکھا نہیں کہ اللہ مخلوق کو پہلی بار کیسے پیدا کرتا ہے، پھر وہ اسے لوٹائے گا، بلاشبہ یہ اللہ پر بہت آسان ہے ﴿19﴾ کہہ دیجیے:

فِى الۡاَرۡضِ فَانۡظُرُوۡا كَيۡفَ بَدَاَ الۡخَلۡقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنۡشِئُ النَّشۡاَةَ الۡاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ

تم زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو اس نے مخلوق پہلی بار کیسے پیدا کی؟ پھر اللہ ہی (اسے) دوسری بار پیدا کرے گا، بلاشبہ اللہ ہر شے پر

شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ۚ ﴿20﴾ يُعَذِّبُ مَنۡ يَّشَآءُ وَيَرۡحَمُ مَنۡ يَّشَآءُ ۚ وَاِلَيۡهِ تُقۡلَبُوۡنَ ﴿21﴾ وَمَاۤ اَنۡتُمۡ

خوب قادر ہے ﴿20﴾ وہ جسے چاہے عذاب دے گا اور جس پر چاہے رحم کرے گا، اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ﴿21﴾ اور تم (اللہ کو) نہ

ع 2 14 بِمُعۡجِزِيۡنَ فِى الۡاَرۡضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ ۫ وَمَا لَـكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيۡرٍ ﴿22﴾ وَالَّذِيۡنَ

زمین میں عاجز کرنے والے ہو اور نہ آسمان میں، اور تمھارے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار ﴿22﴾ اور جن لوگوں نے

كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖۤ اُولٰۤئِكَ يَئِسُوۡا مِنۡ رَّحۡمَتِىۡ وَاُولٰۤئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿23﴾

اللہ کی آیات اور اس کی ملاقات کا انکار کیا، وہی لوگ میری رحمت سے ناامید ہو چکے ہیں، اور انھی کے لیے دردناک عذاب ہے ﴿23﴾

پہلے بھی امتیں (اپنے پیغمبروں کی) تکذیب کر چکی ہیں۔'' یعنی تمھیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی مخالفت کی وجہ سے ان امتوں پر کیسے کیسے عبرت ناک عذاب نازل ہوئے تھے۔ ﴿وَمَا عَلَى الرَّسُوۡلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِيۡنُ ﴿18﴾﴾ ''اور پیغمبر کے ذمے کھول کر سنا دینے کے سوا اور کچھ نہیں۔'' یعنی رسول کا فرض یہ ہے کہ وہ تم تک اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچا دیں، پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہے گمراہ کر دے اور جسے چاہے ہدایت سے سرفراز فرمائے، لہٰذا تم کوشش کرو کہ سعادت مندوں میں سے بن جاؤ، امام قتادہ نے فرمایا ہے کہ اس فرمان: ﴿وَاِنۡ تُكَذِّبُوۡا فَقَدۡ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنۡ قَبۡلِكُمۡ ؕ﴾ میں نبی اکرم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے۔[1] یعنی ان کے قول کے مطابق یہ جملہ پہلے کلام سے الگ اور یہاں سے لے کر ﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوۡمِهٖۤ﴾ (العنکبوت 24:29) تک معترضہ ہے، امام ابن جریر نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔[2] جبکہ سیاق سے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا قول ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس ساری گفتگو کے بعد ﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوۡمِهٖۤ﴾ (العنکبوت 24:29) سے اثبات آخرت کے لیے ان کے خلاف استدلال کیا گیا ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات: 19-23

حیات بعد الممات کے دلائل: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ ان کی قوم آخرت کی منکر تھی، انھوں نے اس کے بارے میں اپنی قوم کی رہنمائی اس طرح فرمائی کہ دیکھو ایک وقت تھا کہ تمھارا کوئی ذکر نہ تھا مگر اللہ تعالیٰ نے تمھیں پیدا فرمایا اور تمھیں دیکھنے اور سننے والے انسان بنا دیا۔ جس ذات پاک نے تمھیں پہلی دفعہ پیدا فرمایا وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ تمھیں مرنے کے بعد دوبارہ پیدا فرمائے، یہ اس کے لیے بہت آسان ہے کچھ مشکل نہیں، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رہنمائی کرتے ہوئے اپنی قوم سے یہ بھی فرمایا کہ ان نشانیوں سے عبرت حاصل کرو جو اللہ تعالیٰ نے اس

① تفسیر ابن أبی حاتم: 3045/9 . ② تفسیر الطبری: 171/20 .

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کائنات میں پیدا فرمائی ہیں، دیکھو اس نے آسمانوں کو پیدا فرمایا اور ان میں روشن نجوم جو سیار وغیر سیار ہیں، کو پیدا فرمایا، زمینوں کو اور ان میں میدانوں، پہاڑوں، وادیوں، جنگلوں، صحراؤں، درختوں، نہروں، پھلوں، دریاؤں اور سمندروں کو پیدا فرمادیا، الغرض! کائنات کی ایک ایک چیز اپنے پیدا کرنے والے کے وجود کی شہادت دے رہی ہے جس کی شان یہ ہے کہ وہ جب بھی کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ پیدا ہو جاتی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ اَوَ لَمۡ یَرَوۡا کَیۡفَ یُبۡدِئُ اللّٰہُ الۡخَلۡقَ ثُمَّ یُعِیۡدُہٗ ؕ اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیۡرٌ ﴿۱۹﴾ ﴾ ''کیا انھوں نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ خلقت کو پہلی بار کس طرح پیدا کرتا ہے، پھر وہی اس کو لوٹائے گا، بلاشبہ یہ اللہ پر آسان ہے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَ ہُوَ الَّذِیۡ یَبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ یُعِیۡدُہٗ وَ ہُوَ اَہۡوَنُ عَلَیۡہِ ؕ ﴾ (الروم 30:27) ''اور وہی تو ہے جو خلقت کو پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے، پھر اسے لوٹائے گا اور یہ اس کے لیے بہت آسان ہے۔'' پھر فرمایا: ﴿ قُلۡ سِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَانۡظُرُوۡا کَیۡفَ بَدَاَ الۡخَلۡقَ ثُمَّ اللّٰہُ یُنۡشِئُ النَّشۡاَۃَ الۡاٰخِرَۃَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۲۰﴾ ﴾ ''کہہ دیجیے: ملک میں چلو پھرو، پھر دیکھو کہ اس نے کس طرح خلقت کو پہلی دفعہ پیدا کیا، پھر اللہ ہی دوسری دفعہ پیدا کرے گا، بے شک اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔''

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ یُعَذِّبُ مَنۡ یَّشَآءُ وَ یَرۡحَمُ مَنۡ یَّشَآءُ ۚ ﴾ ''وہ جسے چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم کرے۔'' یعنی وہ حاکم متصرف ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو ارادہ فرمالے اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے، کوئی اس کے فیصلے کو بدل نہیں سکتا، وہ جو کرتا ہے اس کے بارے میں اس سے سوال نہیں کیا جا سکتا جبکہ سب لوگوں سے سوال کیا جائے گا، سب مخلوق اسی کی ہے اور حکم بھی اسی کا ہے، اس کا ہر کام سراپا عدل ہے کیونکہ وہ ایسا مالک ہے جو ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا جیسا کہ اس حدیث میں ہے جسے اہل سنن نے روایت کیا ہے: [لَوْ أَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی عَذَّبَ أَھْلَ سَمٰوَاتِہٖ وَأَھْلَ أَرْضِہٖ عَذَّبَھُمْ وَھُوَ غَیْرُ ظَالِمٍ لَّھُمْ] ''اگر اللہ تعالیٰ تمام آسمان والوں اور تمام زمین والوں کو عذاب دے تو وہ انھیں عذاب دینے کے باوجود بھی ظالم نہیں ہوگا۔''[1] اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿ یُعَذِّبُ مَنۡ یَّشَآءُ وَ یَرۡحَمُ مَنۡ یَّشَآءُ ۚ وَ اِلَیۡہِ تُقۡلَبُوۡنَ ﴿۲۱﴾ ﴾ ''وہ جسے چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم کرے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔'' یعنی قیامت کے دن اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

اور اس کا ارشاد ہے: ﴿ وَ مَاۤ اَنۡتُمۡ بِمُعۡجِزِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ ۫ ﴾ ''اور تم (اس کو) نہ زمین میں عاجز کرنے والے ہو نہ آسمان میں۔'' یعنی آسمانوں اور زمین والوں میں سے اسے کوئی عاجز نہیں کر سکتا، وہ اپنے بندوں پر غالب ہے، ہر چیز اس سے خائف اور اس کی محتاج ہے جبکہ وہ اپنے سوا ہر چیز سے بے نیاز ہے ﴿ وَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مِنۡ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیۡرٍ ﴿۲۲﴾ وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَ لِقَآئِہٖۤ ﴾ ''اور نہ اللہ کے سوا تمھارا کوئی دوست ہے اور نہ مددگار اور جن لوگوں نے اللہ

---

[1] سنن أبي داود، السنة، باب في القدر، حديث :4699 وسنن ابن ماجه، السنة، باب في القدر، حديث: 77 عن أُبيّ بن كعب ﷺ موقوفاً وزيد بن ثابت ﷺ مرفوعاً.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ؕ اِنَّ فِيْ

پھر ابراہیم کی قوم کا جواب بس یہی تھا کہ انھوں نے کہا: اسے قتل کر دو یا اسے جلا دو، پھر اللہ نے اسے آگ سے نجات دی، بے شک اس میں ایمان لانے

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿24﴾ وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ

والے لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں ﴿24﴾ اور ابراہیم نے کہا: تم نے اللہ کے سوا جن بتوں کو معبود ٹھہرالیا ہے، تو یہ محض تمھاری آپس کی دنیا کی دوستی کی وجہ

بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ز

سے ہے، پھر روزِ قیامت تم میں سے ایک دوسرے کا انکار کرے گا، اور تم میں سے ایک دوسرے پر لعنت بھیجے گا، اور تمھارا ٹھکانا آگ ہے، اور تمھارے

وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿25﴾ قلے

وقف لازم

لیے کوئی مدد کرنے والے نہ ہوں گے ﴿25﴾

کی آیتوں سے اور اس کے ملنے سے انکار کیا۔'' یعنی ملاقات سے انکار کیا اور آخرت کے ساتھ کفر کیا ﴿ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ ﴾ ''یہی لوگ میری رحمت سے ناامید ہیں۔'' کہ ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے، ﴿ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿23﴾ ﴾ ''اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' یعنی ان کے لیے دنیا و آخرت میں ایسا عذاب ہوگا جو بے حد دکھ اور درد دینے والا ہوگا۔

تفسیر آیات: 25,24

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا جواب: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے کفر، عناد، ہٹ دھرمی اور باطل کے ساتھ حق کی مخالفت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے رشد و ہدایت پر مبنی کلام کو سننے کے بعد ﴿ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ ﴾ ''کہنے لگے کہ اسے مار ڈالو یا جلا دو۔'' اس لیے کہ ان پر برہان قائم ہو چکی تھی اور حجت غالب آگئی تھی مگر انھوں نے اسے قبول کرنے کے بجائے اپنی طاقت و قوت کو استعمال کرنے کا فیصلہ کیا: ﴿ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ○ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ○ ﴾ (الصّٰفّٰت 37:97,98) ''وہ کہنے لگے کہ اس کے لیے ایک عمارت بناؤ، پھر اسے بھڑکتی آگ میں ڈال دو، غرض انھوں نے اس کے ساتھ ایک چال چلنی چاہی تو ہم نے انھی کو زیر کر دیا۔'' انھوں نے ایک طویل مدت تک بہت زبردست ایندھن جمع کیا، اس کے گرد دیوار بنا دی، پھر اس میں آگ لگا دی، آگ کے شعلوں نے آسمان سے باتیں کرنا شروع کر دیں، دنیا کی تاریخ میں ایسی زبردست آگ پہلے کبھی نہ جلائی گئی تھی، پھر انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پکڑ کر منجنیق کے ایک پلڑے میں رکھ کر آگ میں ڈال دیا مگر اللہ تعالیٰ نے اس آگ کو آپ کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی والی بنا دیا اور آپ وہاں کئی دن رہنے کے بعد سلامتی کے ساتھ باہر نکل آئے، اسی طرح کے ابتلا اور دیگر امتحانوں میں کامیابی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو لوگوں کا امام بنا دیا اور آپ نے اپنے آپ کو اللہ کے لیے وقف کر دیا، اس کی خاطر آتشِ نمرود میں چھلانگ لگا دی، اس کی رضا کے لیے اپنے بیٹے کو قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ اپنا مال انھوں نے مہمانوں کے لیے وقف کر دیا، آپ کے انھی اوصاف حمیدہ کی وجہ سے تمام اہل ادیان آپ کی محبت کا دم بھرتے ہیں۔ اور ارشاد باری تعالیٰ

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَ قَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿26﴾ وَ وَهَبْنَا

پھر ابراہیم پر لوط ایمان لایا، اور ابراہیم نے کہا: بے شک میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں، بلاشبہ وہ نہایت غالب، خوب حکمت والا

لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ جَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ وَ اٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ

ہے﴿26﴾ اور ہم نے اسے اسحق اور یعقوب دیے اور اس کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھ دی، اور ہم نے اسے اس کا اجر دنیا میں بھی دیا، اور بلاشبہ وہ

وَ اِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿27﴾

آخرت میں صالح لوگوں میں سے ہوگا﴿27﴾

ہے: ﴿ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ؕ ﴾ ”اللہ نے اس کو آگ سے بچالیا۔“ یعنی آگ کو آپ کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی والی بنا کر آپ کو اس سے محفوظ رکھا۔ ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿24﴾ ﴾ ”جو لوگ ایمان رکھتے ہیں، بلاشبہ ان کے لیے اس میں نشانیاں ہیں۔“

فقط دنیا کی خاطر تعلقات کا انجام: ابراہیم علیہ السلام نے قوم کے سامنے بتوں کی عاجزی کو بیان فرمایا: ﴿ وَ قَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ﴾ ”اور (ابراہیم نے) کہا کہ تم جو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو لے بیٹھے ہو تو دنیاوی زندگی میں باہم دوستی کے لیے۔“ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کی پوجا کی وجہ سے اپنی قوم کو ڈانٹتے اور ان کے اس کرتوت پر سرزنش کرتے ہوئے فرمایا کہ تم نے یہ کام اس لیے شروع کیا ہے تاکہ دنیاوی زندگی میں ایک دوسرے سے محبت کے اظہار کے لیے تم سب بتوں کی پوجا پر جمع ہو جاؤ، ﴿ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ ”پھر قیامت کے دن۔“ صورت حال اس کے بالکل برعکس ہوگی اور یہ محبت اور دوستی، بغض اور دشمنی میں تبدیل ہو جائے گی، پھر: ﴿ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ ﴾ ”ایک دوسرے (کی دوستی) سے انکار کر دو گے۔“ اپنے آپس کے تعلقات سے منکر ہو جاؤ گے۔ ﴿ وَّ يَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ؗ ﴾ ”اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجو گے۔“ پیروکار اپنے پیشواؤں پر اور پیشوا اپنے پیروکاروں پر لعنت بھیجیں گے۔ ﴿ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ ﴾ (الأعراف 38:7) ”جب بھی ایک جماعت (وہاں) داخل ہوگی تو اپنے جیسی (دوسری جماعت) پر لعنت کرے گی۔“ اور فرمایا: ﴿ اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَىِٕذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴾ (الزخرف 67:43) ”جو (آپس میں) دوست ہیں اس روز ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار (کہ باہم دوست ہی رہیں گے۔)“ اور یہاں فرمایا: ﴿ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّ يَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ؗ وَّ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿25﴾ ﴾ یعنی قیامت کے دن کے مختلف مراحل طے کرنے کے بعد تمھارا ٹھکانا دوزخ ہوگا، کوئی مددگار نہ ہوگا جو تمھاری مدد کرے اور نہ کوئی بچانے والا ہوگا جو تمھیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے، یہ کافروں کا حال ہے جبکہ مومنوں کا حال اس کے الٹ ہوگا۔

تفسیر آیات: 27،26

حضرت لوط علیہ السلام کا ایمان و ہجرت: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت لوط، حضرت ابراہیم علیہما السلام پر ایمان لے آئے تھے، بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام آپ کے بھتیجے تھے اور آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح بیان کیا جاتا ہے: لوط بن ہاران

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

بن آزر، یعنی آپ کی قوم میں سے ان کے سوا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ کے سوا اور کوئی ایمان نہیں لایا تھا لیکن سوال یہ ہے کہ اس آیت کریمہ اور اس حدیث میں تطبیق کس طرح ہوگی جو صحیح بخاری میں ہے اور جس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جب ایک جبار شخص کے پاس سے گزر ہوا تو اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حضرت سارہ کے بارے میں پوچھا کہ یہ آپ کی کیا لگتی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا یہ میری بہن ہیں، پھر آپ نے حضرت سارہ کے پاس آکر ان سے کہا: میں نے اس شخص سے کہا ہے کہ آپ میری بہن ہیں تو میری تکذیب نہ کرنا کیونکہ اس وقت روئے زمین پر میرے اور آپ کے سوا کوئی مومن نہیں تو دینی اعتبار سے تو میری بہن بھی ہے۔[1] آپ کی اس سے مراد یہ تھی کہ اس وقت روئے زمین پر میرے اور تمھارے سوا کوئی اور جوڑا مومن نہیں ہے۔[2] وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

آپ کی قوم میں سے لوط علیہ السلام آپ پر ایمان لائے، انھوں نے آپ کے ساتھ بلاد شام کی طرف ہجرت کی، پھر انھیں آپ کی زندگی ہی میں اہل سدوم کی طرف نبی بنا کر مبعوث کر دیا گیا، اہل سدوم اس خرابی میں مبتلا تھے جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے اور آیندہ بھی ہوگا۔[3] ﴿وَقَالَ إِنِّي مُهَاجِرٌ إِلَىٰ رَبِّي ۖ﴾ ''اور کہنے لگے کہ میں اپنے پروردگار کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں۔'' اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہ حضرت لوط علیہ السلام کا قول ہو کیونکہ قریب ترین مرجع آپ ہی ہیں۔ اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول ہو، یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ضحاک کا قول ہے کہ ﴿فَآمَنَ لَهُ لُوطٌ ۘ﴾ کا کنایہ آپ ہی سے ہے اور ﴿لَهُ﴾ کی ضمیر ابراہیم علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔[4] یعنی آپ کی قوم میں سے لوط علیہ السلام ہی ایمان لائے، پھر ان کے بارے میں بتایا گیا کہ اپنی قوم میں سے صرف انھوں نے ہجرت کو پسند فرمایا تاکہ دین کا اظہار کیا جائے اور اسے غلبہ حاصل ہو، اس لیے انھوں نے فرمایا: ﴿إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٢٦﴾﴾ ''بے شک وہ نہایت غالب، خوب حکمت والا ہے۔'' یعنی غلبہ و عزت اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مومنوں ہی کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس اپنے اقوال، افعال اور قدری و شرعی احکام میں حکیم ہے، قتادہ کہتے ہیں کہ دونوں ہی نے کوفہ کی بستی کوثی سے شام کی طرف ہجرت کی تھی۔[5]

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق و یعقوب عطا فرمائے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ﴾ ''اور ہم نے ان کو اسحاق اور یعقوب بخشے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۖ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿٤٩﴾﴾ (مریم 49:19) ''پھر جب ابراہیم، ان لوگوں سے اور جن کی وہ اللہ کے سوا پرستش کرتے تھے،

[1] صحیح البخاری، البیوع، باب شراء المملوک......، حدیث: 2217 وصحیح مسلم، الفضائل، باب من فضائل إبراهیم الخلیل علیہ السلام، حدیث: 2371 عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ. [2] یا روئے زمین سے مراد وہ خاص بستی ہے جہاں ابراہیم اور سارہ علیہما السلام موجود تھے اور ان کے ہمراہ لوط علیہ السلام نہیں تھے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے فتح الباری: 452/6. [3] دیکھیے ہود، آیات: 80-83 کے ذیل میں عنوان: ''حضرت لوط کی عاجزی، قوت کی تمنا اور فرشتوں کا آپ کو حقیقت سے مطلع کرنا'' وتفسیر الطبری: 120,119/12.
[4] تفسیر الطبری: 175/20 وتفسیر ابن أبی حاتم: 3050/9. [5] تفسیر الطبری: 174/20 وتفسیر ابن أبی حاتم: 3050/9.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۫ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ

اور (ہم نے بھیجا) لوط کو جب اس نے اپنی قوم سے کہا: بے شک تم ایسی فحاشی (بدکاری) پر اتر آئے ہو جو تم سے پہلے جہانوں میں سے کسی نے بھی

الْعٰلَمِيْنَ ﴿28﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ۬ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ

نہیں کی﴿28﴾ کیا تم لوگ مردوں کے پاس (جنسی تسکین کے لیے) آتے ہو، اور تم راستے کاٹتے ہو، اور تم اپنی مجلسوں میں برے کام (بے حیائی) کرتے

الْمُنْكَرَ ؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ

ہو؟ پھر ان کی قوم کا جواب بس یہی تھا کہ انھوں نے کہا: اگر تو سچوں میں سے ہے تو اللہ کا عذاب لے آ﴿29﴾ لوط نے کہا: اے میرے رب! فسادی

3 ع 8 15 الصّٰدِقِيْنَ ﴿29﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿30﴾ ع

لوگوں کے مقابلے میں میری مدد فرما﴿30﴾

الگ ہو گیا تو ہم نے ان کو اسحاق اور یعقوب بخشے اور سب کو پیغمبر بنایا۔'' یعنی جب انھوں نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے صالح اور نبی بیٹا عطا فرما کر ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک بخشی، پھر ان کے ہاں صالح و نبی بیٹا پیدا ہوا، اللہ تعالیٰ نے بھی اسی طرح ذکر فرمایا ہے: ﴿وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ﴾ (الأنبیآء 21:72) ''اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق عطا کیے اور مستزاد برآں یعقوب۔'' اور فرمایا: ﴿فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ۝﴾ (هود 11:71) ''پھر ہم نے اس کو اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوش خبری دی۔'' یعنی تمھاری زندگی ہی میں تمھارے اس بیٹے کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا جو تمھاری آنکھوں کے لیے باعث ٹھنڈک ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ﴾ ''اور ہم نے ان کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب (مقرر کر دی۔)'' اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنانے کے ساتھ ساتھ اس عظیم الشان خلعت سے سرفراز فرمایا کہ آپ کو تمام لوگوں کا امام بنا دیا اور آپ کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب کو مقرر کر دیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جو نبی بھی آیا وہ آپ کی اولاد ہی سے آیا، تمام انبیائے بنی اسرائیل، یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہی کی اولاد میں سے ہیں حتی کہ ان میں سے جب آخری نبی حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام آئے تو انھوں نے اپنی قوم کو نبی عربی، قریشی ہاشمی، علی الاطلاق خاتم الرسل اور دنیا و آخرت میں تمام اولاد آدم کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت سنائی جنھیں اللہ تعالیٰ نے خالص عربوں اور حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کی اولاد سے منتخب فرمایا تھا اور آپ کے سوا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے اور کوئی نبی نہیں ہوا۔ عَلَيْهِ أَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ.

اور فرمایا: ﴿وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿27﴾﴾ ''اور ہم نے ان کو دنیا میں بھی ان کا صلہ عنایت کیا اور بلاشبہ وہ آخرت میں بھی نیک لوگوں میں ہوں گے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے انھیں دنیا و آخرت کی سعادتیں اور کامرانیاں عطا فرمائیں، اللہ تعالیٰ نے انھیں دنیا میں خوش گوار، فراخ رزق، کشادہ اور بابرکت گھر، شیریں پانی کا کنواں، خوبصورت اور نیک بیوی، ثنائے جمیلہ اور ذکر حسن عطا فرمایا اور ہر ایک آپ سے محبت کرتا اور آپ کی طرف اپنا انتساب کرتا

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ اور دیگر مفسرین نے بیان فرمایا ہے، [1] پھر اس کے ساتھ ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہر طرح سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی کو اختیار کیے رکھا۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰۤى ﴾ (النجم 37:53) ''اور ابراہیم (کے صحیفوں میں) جنھوں نے (حق رسالت وطاعت) پورا کیا۔'' انھوں نے اپنے رب تعالیٰ کی پوری پوری اطاعت کی اور ان تمام امور کو پورا کر دکھایا جن کا انھیں حکم دیا گیا تھا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ ﴾ ''اور ہم نے ان کو دنیا میں بھی ان کا صلہ عنایت کیا اور وہ آخرت میں بھی نیک لوگوں میں ہوں گے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ ﴾ (النحل 16:120-122) ''بے شک ابراہیم علیہ السلام ایک امت تھا، اللہ کا فرماں بردار، ایک اللہ کی طرف ہو جانے والا اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔ اس کی نعمتوں کا شکر کرنے والا، اس نے اسے چن لیا اور اسے سیدھے رستے کی طرف ہدایت دی۔ اور ہم نے اسے دنیا میں بھلائی دی اور بے شک وہ آخرت میں بھی یقیناً نیک لوگوں میں سے ہے۔''

تفسیر آیات:28-30

حضرت لوط علیہ السلام کا اپنی قوم کو وعظ: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی لوط علیہ السلام کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے اپنی قوم کی برائیوں کی تردید کی، خصوصاً ان کے اس بدترین فعل کی زبردست تردید کی کہ وہ مردوں سے اپنی جنسی خواہش پوری کیا کرتے تھے اور ان سے پہلے کے انسانوں میں سے کسی نے اس بدترین برائی کا ارتکاب نہ کیا تھا اور اس قبیح عادت کے ساتھ ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے، اس کے رسول کی تکذیب کرتے اور رستے کو قطع کرتے تھے، یعنی لوگوں کے رستے پر جا کر کھڑے ہو جاتے اور راہ چلتے لوگوں کو قتل کر کے ان کا مال و اسباب لوٹ لیا کرتے تھے، اس لیے حضرت لوط علیہ السلام نے ان سے فرمایا: ﴿ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ ﴾ ''اور تم اپنی مجلسوں میں ناپسندیدہ کام کرتے ہو۔'' وہ اپنی مجلسوں میں بے ہودہ اقوال و افعال کرتے تھے اور ان میں سے کوئی کسی کو منع نہیں کرتا تھا۔ بعض اہل علم نے بیان کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنی مجلسوں میں سر عام ایک دوسرے کے ساتھ جنسی عمل کیا کرتے تھے، یہ امام مجاہد کا قول ہے۔ [2] اور بعض نے یہ کہا ہے کہ وہ آپس میں با آواز ہوا خارج کر کے ہنسنا شروع کر دیتے تھے یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور قاسم رحمہ اللہ کا قول ہے۔ [3] اور بعض نے کہا ہے کہ وہ مینڈھے اور مرغے لڑایا کرتے تھے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ یہ سارے کام ہی کیا کرتے تھے اور وہ اس سے بھی بدتر تھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ ﴾ ''تو اس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انھوں نے کہا: اگر تم سچوں سے ہو تو ہم پر اللہ کا عذاب لے آؤ۔'' یہ ان کے کفر،

---

[1] تفسیر الطبری:20/175،176 و تفسیر ابن أبی حاتم:9/3052۔ [2] تفسیر الطبری:20/178 و تفسیر ابن أبی حاتم: 9/3055۔ [3] تفسیر ابن أبی حاتم:9/3055 و تفسیر الطبری: 20/177۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ اِنَّ

اور جب ہمارے قاصد (فرشتے) ابراہیم کے پاس بشارت لے کر آئے تو انھوں نے کہا: بے شک ہم اس بستی (سدوم) والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں،

اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿31﴾ قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ؕ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ۫ لَنُنَجِّيَنَّهٗ

بلاشبہ اس بستی والے ظالم ہیں ﴿31﴾ ابراہیم نے کہا: بے شک اس میں تو لوط بھی ہے، انھوں نے کہا: ہم خوب جانتے ہیں جو کوئی اس میں ہے، یقیناً ہم

وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿32﴾ وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ

اسے اور اس کے گھر والوں کو بچالیں گے سوائے اس کی بیوی کے، وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوگی ﴿32﴾ اور جب ہمارے قاصد لوط کے پاس آئے تو

بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۫ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا

وہ ان (کے آنے) کی وجہ سے غم زدہ ہوا، اور ان کی وجہ سے (اس کا) سینہ تنگ ہوا، اور فرشتوں نے کہا: تو مت ڈر اور مت غم کھا، بلاشبہ ہم تجھے اور تیرے گھر

امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿33﴾ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ

والوں کو نجات دینے والے ہیں، سوائے تیری بیوی کے، وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے ﴿33﴾ بے شک ہم اس بستی والوں پر ان کے فسق کی وجہ سے،

السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿34﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿35﴾

آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں ﴿34﴾ اور بلاشبہ ہم نے اس بستی کو ان لوگوں کے لیے (بطور) کھلی نشانی چھوڑ رکھا ہے جو عقل رکھتے ہیں ﴿35﴾

استہزا اور عناد کی انتہا تھی کہ انھوں نے یہ بات کی، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے نبی نے ان کے خلاف مدد طلب کرتے ہوئے یہ دعا کی:

﴿رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿30﴾﴾ ''اے میرے پروردگار! (ان) مفسد لوگوں کے مقابلے میں میری مدد فرما۔''

تفسیر آیات: 31-35

حضرت ابراہیم اور لوط علیہما السلام کے پاس فرشتوں کی آمد: جب حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد طلب فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی مدد کے لیے فرشتے بھیج دیے۔ یہ فرشتے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس مہمانوں کے روپ میں آئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے سامنے کھانا پیش کیا مگر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دیکھا کہ یہ کھانے کی طرف ہاتھ ہی نہیں بڑھا رہے تو انھوں نے انھیں اجنبی سمجھتے ہوئے ان سے خوف محسوس کیا تو انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے انس ومحبت کی باتیں شروع کر دیں اور آپ کو آپ کی بیوی حضرت سارہ کے بطن سے جنم لینے والے ایک نیک بیٹے کی خوش خبری بھی سنائی، حضرت سارہ بھی اس وقت وہاں موجود تھیں، انھوں نے یہ بات سن کر تعجب کا اظہار کیا جیسا کہ قبل ازیں سورۂ ہود اور حجر میں بیان ہو چکا ہے۔[1] بہر حال جب انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت سنا دی تو اس کے بعد انھوں نے آپ کو یہ اطلاع بھی دے دی کہ انھیں قوم لوط کی تباہی وہلاکت کے لیے بھیجا گیا ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دفاع کرنا شروع کر دیا تاکہ انھیں مہلت دے دی جائے اور شاید اللہ تعالیٰ انھیں ہدایت عطا فرما دے اور جب فرشتوں نے آپ کو یہ بتایا کہ ہم تو اس بستی کے لوگوں کو ہلاک کرنے کے لیے بھیجے گئے ہیں تو ﴿قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ؕ قَالُوْا نَحْنُ

[1] دیکھیے ہود، آیات: 71-73 والحجر، آیات: 53-56۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا

اور (ہم نے) مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا تو اس نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اور یوم آخرت کی امید رکھو، اور تم

فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿36﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿37﴾

زمین میں فساد کرتے نہ پھرو ﴿36﴾ پھر انھوں نے اسے جھٹلایا، تو انھیں زلزلے نے آن پکڑا، پھر وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے ﴿37﴾

اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ۫ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿32﴾ ''ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کہ یقیناً اس میں تو لوط بھی ہیں، وہ کہنے لگے کہ جو لوگ وہاں رہتے ہیں ہمیں سب معلوم ہیں، ہم ان کو اور ان کے گھر والوں کو بچالیں گے بجز ان کی بیوی کے کیونکہ وہ پیچھے رہنے والوں میں ہوگی۔'' یعنی وہ بھی ہلاک ہونے والوں میں ہوگی کیونکہ کفر و سرکشی میں وہ ان کی ہمنوا تھی، پھر فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے رخصت ہو گئے اور خوب صورت نوجوانوں کی صورت میں حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آ گئے، حضرت لوط علیہ السلام نے جب انھیں دیکھا تو ﴿ سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا ﴾ ''وہ ان (کے آنے) کی وجہ سے مغموم ہوا اور ان کی وجہ سے (اس کا) سینہ تنگ ہوا۔'' یعنی حضرت لوط علیہ السلام کو ان کی وجہ سے غم لاحق ہو گیا کہ اگر آپ نے انھیں مہمان بنا لیا تو خدشہ ہے کہ قوم ان سے بدسلوکی کرے اور اگر مہمان نہ بنایا تو پھر بھی ان کے بارے میں خطرہ ہے کہ لوگ ان سے برا سلوک کریں گے۔

اس وقت لوط علیہ السلام کو ان آنے والے مہمانوں کی حقیقت حال کا علم نہ تھا۔ ﴿ وَقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۫ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿33﴾ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿34﴾ ﴾ ''اور فرشتوں نے کہا: کچھ خوف نہ کیجیے اور نہ رنج کیجیے، ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو بچالیں گے، سوائے آپ کی بیوی کے کیونکہ وہ پیچھے رہنے والوں میں ہوگی، ہم اس بستی کے رہنے والوں پر اس سبب سے کہ یہ نافرمانی کرتے ہیں، آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں۔'' حضرت جبریل علیہ السلام ان کی بستیوں کو زمین سے اکھاڑ کر آسمان کی بلندی تک لے گئے اور انھیں وہاں سے الٹا کر پھینک دیا، پھر ان پر اللہ تعالیٰ نے پے در پے پتھر برسا دیے جن پر تمھارے پروردگار کے ہاں سے نشان لگے ہوئے تھے اور وہ (بستی ان) ظالموں سے کچھ دور نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان بستیوں کی جگہ ایک خبیث بحیرۂ مردار بنا کر ان لوگوں کو قیامت تک نمونہ عبرت بنا دیا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿35﴾ ﴾ ''اور البتہ تحقیق ہم نے اس بستی کو ان لوگوں کے لیے (بطور) کھلی نشانی چھوڑ رکھا ہے جو عقل رکھتے ہیں۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ۙ وَبِالَّيْلِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾ (الصّٰٓفّٰت : 138,137:37) ''اور بے شک تم صبح کو بھی ان (کی بستیوں) کے پاس سے گزرتے رہتے ہو اور رات کو بھی، تو کیا تم عقل نہیں رکھتے؟''

تفسیر آیات: 37,36

حضرت شعیب علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر: اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد و رسول حضرت شعیب علیہ السلام کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے اپنی قوم اہل مدین کو ڈرایا، انھیں اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کا حکم دیا اور فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ کے

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَعَادًا وَّثَمُوْدَا۟ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۫ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ

اور عاد اور ثمود (کو بھی ہم نے ہلاک کیا) اور یہ بات تمھارے لیے ان کے (تباہ شدہ) گھروں سے یقیناً واضح ہو چکی ہے، اور شیطان نے ان کے اعمال ان

عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿38﴾ وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۫ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ

کے لیے مزین کر دیے تھے، پھر اس نے انھیں سیدھی راہ سے روک دیا، حالانکہ وہ سمجھ بوجھ والے تھے ﴿38﴾ اور قارون اور فرعون اور ہامان کو (بھی ہلاک

مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ﴿39﴾ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ

کر دیا) اور بلاشبہ ان کے پاس موسیٰ کھلی نشانیاں لے کر آئے، پھر بھی انھوں نے زمین میں تکبر کیا، اور وہ (عذاب سے بچ کر) نکل جانے والے نہ

فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ

تھے ﴿39﴾ پھر ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ پر پکڑا، چنانچہ ان میں سے کوئی تو وہ تھے جن پر ہم نے پتھروں بھری آندھی بھیجی، اور ان میں سے کوئی وہ تھے

خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ

جنھیں چنگھاڑ نے آن پکڑا، اور ان میں سے کوئی وہ تھے جنھیں ہم نے زمین میں دھنسا دیا، اور ان میں سے کوئی وہ تھے جنھیں ہم نے غرق کر دیا، اور اللہ

كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿40﴾

ان پر ظلم کرنے والا نہیں تھا بلکہ وہ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے ﴿40﴾

عذاب، اس کی ناراضی اور اس کی گرفت سے ڈر جاؤ، آپ نے فرمایا: ﴿يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ﴾ ''اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اور یومِ آخرت کی امید رکھو۔'' امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آخرت کے دن سے ڈرو۔[1] اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے: ﴿لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ﴾ (الأحزاب 21:33) ''جو اللہ کی (ملاقات) اور آخرت کے دن کی توقع رکھتے ہیں۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿36﴾﴾ ''اور تم زمین میں فساد کرتے ہوئے نہ پھرو۔'' انھوں نے اپنی قوم کو زمین میں فتنہ و فساد برپا کرنے اور اہل زمین پر ظلم و زیادتی کرنے سے منع فرمایا۔ وہ لوگ ناپ تول میں کمی کرتے اور رہزنی کیا کرتے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر بھی کیا کرتے تھے۔ ان جرائم کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے انھیں ایک ایسے زبردست زلزلے سے ہلاک کر دیا جس نے ان کے علاقوں کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا تھا، نیز ان پر ایک ایسی خوفناک چیخ بھیجی گئی جس سے ان کے دل حلق میں آ گئے تھے، یہ وہ سائبان کے دن کا عذاب تھا جس نے جسموں سے روحوں کو نکال دیا تھا، حضرت شعیب علیہ السلام اور آپ کی قوم کا قصہ قبل ازیں سورۂ اعراف، ہود اور شعراء میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔[2] ﴿فَاَصْبَحُوْا فِىْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿37﴾﴾ ''پھر وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔'' قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے گھروں میں مرے پڑے تھے۔[3] دیگر ائمہ تفسیر کا قول ہے کہ وہ مردہ حالت میں ایک دوسرے کے اوپر گرے

[1] تفسیر الطبری: 182/20۔ [2] دیکھیے الأعراف، آیت: 84 وھود، آیات: 85,84 والشعرآء، آیات: 177-183۔

[3] تفسیر الطبری: 182/20۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہوئے تھے۔ [1]

تفسیر آیات: 40-38

اپنے رسولوں کی تکذیب کرنے والی قومیں: ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی تکذیب کرنے والی قوموں کا ذکر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں کس طرح تباہ و برباد کیا۔ ان پر کیسے کیسے عذاب نازل کیے اور کس طرح ان سے انتقام لیا۔ عاد، یعنی حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کے لوگ سرزمین احقاف میں رہتے تھے، یہ ایک بستی تھی جو یمن کے شہر حضر موت کے قریب تھی اور صالح علیہ السلام کی قوم ثمود کے لوگ حجر کے قریب وادی قُریٰ کے رہنے والے تھے۔ عرب ان دونوں قوموں کے علاقوں سے خوب آگاہ تھے کیونکہ کثرت کے ساتھ ان علاقوں سے گزرتے رہتے تھے۔ قارون وہ تھا جسے اللہ تعالیٰ نے بہت ہی زیادہ مال عطا فرما رکھا تھا حتی کہ اس کے خزانوں کی چابیاں ہی بہت بھاری تھیں۔ فرعون موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں مصر کا بادشاہ تھا، یہ اور اس کا وزیر ہامان دونوں قبطی النسل تھے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرنے والے تھے۔ ﴿ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ﴾ ''تو ہم نے سب کو ان کے گناہ کے سبب پکڑ لیا۔'' اور اس کے مناسب حال سزا دی: ﴿ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ﴾ ''پھر ان میں سے کچھ تو ایسے تھے جن پر ہم نے پتھروں کا مینہ برسایا۔'' اور یہ عاد تھے جنھوں نے کہا تھا کہ ہم سے بڑھ کر کون طاقتور ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر نہایت شدید سرد بادِ صرصر بھیج دی جس کی رفتار بہت تیز تھی، وہ زمین سے پتھر اٹھا کر ان پر برسا رہی تھی، ان کے مکانات کو تباہ و برباد کر رہی تھی، وہ ایک ایک کو زمین سے اٹھا کر آسمان کی بلندی تک لے جاتی اور وہاں سے سر کے بل الٹا کر گرا دیتی جس سے گرنے والے کا سر پھٹ کر بھیجا باہر آ جاتا اور اس کا سر تن سے جدا ہو جاتا اور بالآخر وہ یوں گرے پڑے تھے گویا اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہوں۔

نافرمان قوموں پر عذاب کی مختلف صورتیں: ﴿ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ﴾ ''اور کچھ ان میں ایسے تھے جن کو چنگھاڑ نے آ پکڑا۔'' اور وہ قوم ثمود کے لوگ تھے جن پر حجت تمام ہو گئی تھی اور اس اونٹنی کی وجہ سے دلیل ان کے سامنے بالکل ظاہر ہو گئی تھی جو ان کے مطالبے کے عین مطابق پہاڑ کی چٹان سے نمودار ہوئی تھی مگر اس کے باوجود وہ ایمان نہ لائے بلکہ سرکشی اور کفر کی روش پر قائم ہی رہے اور اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے نبی صالح علیہ السلام اور آپ کے ساتھ ایمان لانے والوں کو ڈرانا دھمکانا بھی شروع کر دیا کہ وہ انھیں اپنے علاقے سے نکال دیں گے اور پتھر مار مار کر سنگسار کر دیں گے، ان کی ان بداعمالیوں کے سبب اللہ تعالیٰ کی طرف سے انھیں ایک ایسی چنگھاڑ نے آ پکڑا جس نے ان کی آوازوں اور حرکتوں کو بند کر دیا: ﴿ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ﴾ ''اور ان میں کچھ ایسے تھے جن کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا۔'' اور وہ قارون تھا جس نے سرکشی، بغاوت اور کفر کی روش اختیار کرتے ہوئے رب تعالیٰ کی نافرمانی کی، زمین میں اکڑ کر چلنے لگا، بے پناہ غرور کا اظہار کر کے اترانے لگا اور اپنے آپ پر بڑا فخر کرنے لگا، وہ گمان کرتا تھا کہ زمین میں اس سے بہتر اور کوئی انسان نہیں ہے،

[1] تفسیر الطبری: 182/20.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ؕ

ان لوگوں کی مثال، جنھوں نے اللہ کے سوا کارساز بنائے، مکڑی کی سی ہے کہ اس نے ایک گھر بنایا، اور بے شک گھروں

وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿41﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ

میں سب سے کمزور مکڑی کا گھر ہے، کاش! وہ جانتے ہوتے ﴿41﴾ بلاشبہ اللہ جانتا ہے ان چیزوں کو جنھیں وہ اللہ کے سوا پکارتے

مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿42﴾ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ

ہیں اور وہ نہایت غالب، خوب حکمت والا ہے ﴿42﴾ اور یہ مثالیں ہم لوگوں (کو سمجھانے) کے لیے بیان کرتے ہیں، اور انھیں

نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿43﴾

بس علم والے ہی سمجھتے ہیں ﴿43﴾

وقف لازم

بہر حال جب اس نے بہت ہی غرور اور فخر کے ساتھ چلنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا اور وہ قیامت تک زمین ہی میں دھنستا چلا جائے گا۔ ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ﴾ ''اور ان میں کچھ ایسے تھے جن کو ہم نے غرق کر دیا۔'' اور وہ فرعون، اس کا وزیر ہامان اور ان کے وہ لشکر تھے جنھیں صبح کے ایک ہی لمحے میں غرق کر دیا گیا اور ان میں کوئی ایک بھی باقی نہ بچا تھا۔ ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ﴾ ''اور اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ جو معاملہ کیا اس میں ان پر قطعاً کوئی ظلم نہیں کیا، ﴿وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿40﴾﴾ ''اور لیکن وہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے انھیں انھی کی اپنی بداعمالیوں کے موافق سزا دی ہے۔

تفسیر آیات: 41-43

مشرکین کے معبودوں کی مثال مکڑی کے گھر کی ہے: مشرکین نے اللہ کے سوا جو معبودان باطلہ بنا رکھے ہیں جن سے وہ فتح و نصرت اور رزق کی امید رکھتے اور شدید مشکلات کے ازالے کے لیے جن کے دامن سے وابستہ ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ ضعف و ناتوانی میں مکڑی کے گھر کی طرح ہیں، یعنی ان معبودان باطلہ کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہے، ان کی مثال تو اس شخص کی سی ہے جو مکڑی کے گھر سے وابستہ ہو جائے اور ظاہر ہے کہ مکڑی کا گھر اس کے کچھ کام نہ آسکے گا، اگر انھیں اپنے اس حال کا علم ہو جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو دوست نہ بنائیں، ان مشرکوں کے برعکس ایک مسلم و مومن کا دل اللہ تعالیٰ کی ذات پاک سے وابستہ ہوتا ہے، اس نے گویا ایک ایسی مضبوط رسی ہاتھ میں تھام لی ہے جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں، کیونکہ وہ رسی بہت ہی مضبوط اور طاقتور ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو سرزنش کی ہے جو اس کی ذات پاک کے ساتھ شرک کرتے اور غیر اللہ کی پوجا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال کو جانتا ہے، وہ ان معبودان باطلہ کو بھی جانتا ہے جن کو ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک قرار دے رکھا ہے، وہ ان کے اعمال کی انھیں پوری پوری سزا دے گا کہ وہ ذات پاک حکیم و علیم ہے، پھر فرمایا: ﴿وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿43﴾﴾ ''اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے (سمجھانے کے) لیے بیان کرتے ہیں، اور انھیں تو اہل دانش ہی سمجھتے ہیں۔'' یعنی ان مثالوں کو صرف وہی

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

4
ع
14
16

خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿44﴾ ع

اللہ نے زمین اور آسمان حق کے ساتھ پیدا کیے ہیں، بلاشبہ اس میں مومنوں کے لیے عظیم نشانی ہے ﴿44﴾

لوگ سمجھتے اور ان پر غور کرتے ہیں جن کو علم میں رسوخ اور کمال حاصل ہے۔ امام ابن ابوحاتم نے عمرو بن مرہ سے روایت کیا ہے کہ میں جب کتاب اللہ کی کسی ایسی آیت کے پاس سے گزرتا ہوں جو میری سمجھ میں نہ آئے تو اس سے میں غمگین ہو جاتا ہوں کیونکہ میں نے یہ ارشاد باری تعالیٰ سنا ہے: ﴿ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا یَعْقِلُهَاۤ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿43﴾ ﴾ ''اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے (سمجھانے کے) لیے بیان کرتے ہیں اور انھیں تو اہل دانش ہی سمجھتے ہیں۔''[1]

تفسیر آیت:44

تخلیق کائنات اور اس کا سبب: اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم قدرت کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو حکمت کے ساتھ پیدا فرمایا ہے، انھیں بے مقصد یا محض لہو ولعب کے طور پر پیدا نہیں فرمایا ﴿ لِتُجْزٰی كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰی ۝ ﴾ (طٰہٰ 15:20) ''تاکہ ہر شخص جو کوشش کرے اس کا بدلہ پائے۔'' اور فرمایا: ﴿ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی ۝ۚ ﴾ (النجم 31:53) ''(اور اس نے خلقت کو اس لیے پیدا کیا ہے) کہ جن لوگوں نے برے کام کیے وہ ان کو ان کے اعمال کا (برا) بدلہ دے اور جنھوں نے نیکیاں کیں ان کو نیک بدلہ دے۔'' اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿44﴾ ﴾ ''کچھ شک نہیں کہ ایمان والوں کے لیے اس میں نشانی ہے۔'' یعنی واضح دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے اس ساری کائنات کو پیدا فرمایا، اسی کی تدبیر کار فرما ہے اور الوہیت صرف اسی کی ذات پاک کے شایان شان ہے۔

[1] تفسیر ابن أبی حاتم: 3064/9۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ

(اے نبی!) اس کتاب کی تلاوت کیجیے جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے، اور نماز قائم کیجیے، یقیناً نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے،

وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿45﴾

اور بلاشبہ اللہ کا ذکر تو سب سے بڑی چیز ہے، اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو﴿45﴾

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا

اور تم اہل کتاب سے احسن انداز ہی سے بحث وتکرار کرو، سوائے ان لوگوں کے جوان میں سے ظالم ہیں، اور تم (ان سے) کہو: ہم اس (کتاب) پر ایمان

بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿46﴾

لائے ہیں جو ہماری طرف نازل کی گئی، اور (جو) تمھاری طرف نازل کی گئی، اور ہمارا معبود اور تمھارا معبود ایک ہی ہے، اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں﴿46﴾

تفسیر آیت:45

تبلیغ، تلاوت اور نماز کا حکم: پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ اور اپنے مومن بندوں کو تلاوت قرآن کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے۔ تلاوت سے مراد قرآن مجید کو پڑھنا اور اسے لوگوں تک پہنچانا ہے۔ ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ﴾ ”اور نماز قائم کریں، کچھ شک نہیں کہ نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر تو سب سے بڑا (اچھا کام) ہے۔“ یعنی نماز دو چیزوں پر مشتمل ہے، یہ بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے، یعنی باقاعدگی اور پابندی کے ساتھ نماز ادا کرنا انسان کو بے حیائی اور بری باتوں کے ترک کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ امام احمد ؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ فلاں شخص رات کو نماز پڑھتا ہے اور جب صبح ہوتی ہے تو وہ چوری کرتا ہے، آپ نے فرمایا: [إِنَّهُ سَيَنْهَاهُ مَاتَقُولُ] ”بے شک جو تو کہہ رہا ہے (کہ وہ نماز پڑھتا ہے) یہ عمل اسے (چوری کرنے سے) روک دے گا۔“[1]

نماز اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مشتمل ہے اور نماز کا بڑا مطلوب ومقصود ذکر الٰہی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ﴾ ”اور اللہ کا ذکر تو سب سے بڑا (کام) ہے۔“ یعنی یہ پہلے کام سے بھی زیادہ بڑا کام ہے۔ ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿45﴾﴾ ”اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے۔“ یعنی وہ تمھارے تمام اعمال واقوال کو خوب جانتا ہے۔ ابو العالیہ نے اس ارشاد باری تعالیٰ: ﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ﴾ کے بارے میں فرمایا ہے کہ نماز میں تین خوبیوں کا ہونا ضروری ہے۔ جس نماز میں یہ تین خوبیاں نہ ہوں وہ نماز ہی نہیں ہے: (1) اخلاص (2) اللہ تعالیٰ کا ڈر (3) ذکر الٰہی، اخلاص نمازی کو اچھی باتوں کا حکم دے گا، اللہ تعالیٰ کا ڈر اسے بری باتوں سے روکے گا اور اللہ تعالیٰ کا ذکر قرآن ہے اور وہ بھی اسے معروف کام کا حکم دے گا اور منکر سے منع کرے گا۔[2] ابن عون انصاری کہتے ہیں کہ جب تم حالتِ نماز میں ہو تو تم مصروف ہی مصروف ہو اور نماز

[1] مسند أحمد: 447/2 وصحيح ابن حبان، الصلاة، ذكر استحباب الإكثار للمرء من قيام الليل رجاء ترك المحظورات: 300/6، حديث: 2560. [2] تفسير ابن أبي حاتم: 3066/9.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

نے تمھیں برائی اور بے حیائی کے کاموں سے روک دیا ہے اور اس طرح تم اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہو اور ذکر الٰہی دیگر سب کاموں سے بڑا کام ہے۔ ①

تفسیر آیت: 46

اہل کتاب سے جھگڑا: اس آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص یہ ارادہ کرے کہ اہل کتاب کو بھی دین میں بصیرت حاصل ہو تو وہ ان سے نہایت اچھے طریقے سے جھگڑا کرے تا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جیسا کہ فرمایا: ﴿ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ۝ ﴾ (النحل 125:16) ''اے پیغمبر! آپ لوگوں کو دانش اور اچھی نصیحت سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلائیں اور بہت ہی اچھے طریق سے ان سے بحث کریں جو اس کے رستے سے بھٹک گیا آپ کا پروردگار اسے بھی خوب جانتا ہے اور جو رستے پر چلنے والے ہیں ان سے بھی خوب واقف ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو فرعون کی طرف بھیجتے وقت ان سے فرمایا تھا: ﴿ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى۝ ﴾ (طٰهٰ 44:20) ''پھر تم دونوں اس سے نرمی سے بات کرنا شاید وہ غور کرے یا ڈر جائے۔'' اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ﴾ ''ہاں، جو ان میں سے بے انصافی کریں (ان کے ساتھ اسی طرح مجادلہ کرو۔)'' یعنی جو راہِ راست سے بھٹک جائیں، دلیل واضح سے اندھے ہو جائیں، عناد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کریں تو پھر مجادلہ کے بجائے مقاتلہ کیا جائے تا کہ انھیں غلط عقائد و اعمال سے منع کیا جا سکے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ۝ ﴾ (الحدید 25:57) ''البتہ تحقیق ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور ترازو کو نازل کیا تا کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں اور ہم نے لوہا اتارا جس میں سخت لڑائی (کا سامان) ہے اور لوگوں کے لیے فائدے بھی ہیں اور اس لیے کہ جو لوگ بن دیکھے اللہ اور اس کے پیغمبروں کی مدد کرتے ہیں اللہ ان کو معلوم کرے، بے شک اللہ نہایت قوی، خوب غالب ہے۔'' حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ ہمیں حکم دیا گیا تھا کہ جو شخص کتاب اللہ کی مخالفت کرے ہم تلوار کے ساتھ اس کی گردن اڑا دیں۔ ②

اور اللہ کا فرمان ہے: ﴿ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ ﴾ ''اور آپ کہہ دیں کہ جو (کتاب) ہم پر اتری اور جو (کتاب) تم پر اتری، ہم سب پر ایمان رکھتے ہیں۔'' یعنی جب وہ ایسی خبر دیں جس کے صدق و کذب کے بارے میں ہمیں علم نہ ہو تو ہم نہ اس کی تکذیب کریں گے کیونکہ احتمال ہے کہ وہ بات سچ ہو اور نہ ہم اس کی تصدیق کریں گے کیونکہ یہ احتمال بھی ہے کہ وہ باطل ہو، ہمارا اس پر ایمان مجمل اور ایک شرط کے ساتھ معلق ہو گا اور وہ شرط یہ ہے کہ وہ بات واقعی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہو اور اس میں کوئی تحریف یا تاویل نہ کی گئی ہو۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

① تفسیر الطبری: 193/20 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3066/9۔ ② اس کا حوالہ ہمیں نہیں مل سکا۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ

اور (اے نبی! جیسے پہلے نبیوں پر کتابیں نازل کیں) اسی طرح ہم نے آپ کی طرف (یہ) کتاب نازل کی ہے، تو اس (قرآن) پر وہ لوگ ایمان لاتے ہیں جنھیں

هٰٓؤُلَاۗءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ﴿47﴾ وَمَا كُنْتَ

ہم نے (اس سے پہلے) کتاب دی، اور ان (اہل مکہ) میں سے بھی بعض اس پر ایمان لاتے ہیں، اور ہماری آیات کا انکار تو کافر ہی کرتے ہیں ﴿47﴾ اور آپ

تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿48﴾ بَلْ

اس (قرآن) سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے، (اگر ایسا ہوتا) تب تو باطل پرست یقیناً شک کر سکتے

هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿49﴾

تھے ﴿48﴾ بلکہ یہ قرآن تو واضح آیات ہیں، ان لوگوں کے سینوں میں (محفوظ) ہیں جنھیں علم دیا گیا، اور ظالم لوگ ہی ہماری آیات کا انکار کرتے ہیں ﴿49﴾

سے روایت کیا ہے کہ اہل کتاب تورات کو عبرانی زبان میں پڑھتے اور مسلمانوں کے لیے عربی زبان میں اس کی تفسیر بیان کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تُصَدِّقُوا أَهْلَ الْكِتَابِ وَلَا تُكَذِّبُوهُمْ، وَقُولُوا: ﴿ اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ ...... ﴾ الآية] ''تم اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو اور نہ تکذیب اور یہ کہو: ''ہم اس پر ایمان لائے جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور تمھاری طرف نازل کیا گیا......'' [1] اس حدیث کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ امام مسلم نے روایت نہیں کیا اور امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بھی بیان کیا ہے کہ تم اہل کتاب سے کسی چیز کے بارے میں کیوں پوچھتے ہو، حالانکہ تمھاری کتاب جو تمھارے رسول پر نازل کی گئی ہے وہ تازہ ترین کتاب ہے، تم اس کی تلاوت کرتے ہو اور یہ بالکل خالص ہے، اس میں کسی چیز کی ملاوٹ نہیں، اس کتاب نے تمھیں یہ بھی بتایا ہے کہ اہل کتاب نے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تحریف و تبدیلی کر دی تھی، انھوں نے اپنے ہاتھوں سے لکھ کر کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے تاکہ اس کے بدلے میں تھوڑی سی قیمت حاصل کر لیں۔ یہ علم جو تمھارے پاس آ چکا ہے کیا یہ تمھیں اہل کتاب سے پوچھنے سے منع نہیں کرتا؟ اللہ کی قسم! ہم نے تو ان میں سے کوئی ایک شخص بھی نہیں دیکھا جو تم سے اس کے بارے میں سوال کرتا ہو جو تم پر نازل کیا گیا ہے۔ [2]

امام بخاری رحمہ اللہ نے حُمید بن عبدالرحمٰن سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ مدینہ میں قریش کی ایک جماعت سے گفتگو فرما رہے تھے، گفتگو میں جب کعب الاحبار کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ اگرچہ اہل کتاب میں سے جو بیان کرنے والے ہیں اُن میں سے سب سے سچے ہیں، اس کے باوجود ہم نے ان میں بھی کذب پایا ہے۔ [3] اس کے

① صحيح البخاري، الاعتصام بالكتاب والسنة، باب قول النبي ﷺ: [لاتسألوا أهل الكتاب عن شيء]، حديث: 7362 البتہ امام ابن کثیر نے آیت ذکر نہیں کی۔ ② صحيح البخاري، الاعتصام بالكتاب والسنة، باب قول النبي ﷺ: [لاتسألوا أهل الكتاب عن شيء]، حديث: 7363 . ③ صحيح البخاري، الاعتصام بالكتاب والسنة، باب قول النبي ﷺ: [لاتسألوا أهل الكتاب عن شيء]، حديث: 7361.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

معنی یہ ہیں کہ ان سے قصد وارادہ کے بغیر لغوی طور پر کذب کا صدور ہوتا ہے کیونکہ وہ ایسے صحیفوں سے بیان کرتے ہیں جن کے بارے میں حسن ظن سے کام لیتے ہیں جبکہ ان میں بہت سی موضوع اور مکذوب چیزیں بھی ہیں کیونکہ ان کی امت میں اس طرح کے پختہ حفاظ نہیں تھے جس طرح ہماری اس عظیم امت میں ہیں لیکن قرب زمانہ اور اس سب کچھ کے باوجود اس امت میں بھی اس قدر احادیث وضع کی گئی ہیں جنھیں اللہ عزوجل کے سوا اور کوئی نہیں جانتا یا پھر وہ لوگ جانتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اس کا علم عطا فرما دیا ہو، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔

تفسیر آیات: 47-49

قرآن مجید کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے کی دلیل: امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے محمد (ﷺ!) جس طرح ہم نے آپ سے پہلے رسولوں پر کتابیں نازل کیں اسی طرح ہم نے آپ کی طرف بھی اس کتاب کو نازل کیا ہے۔[1] امام ابن جریر رحمہ اللہ کا یہ قول بہت اچھا ہے اور اس کی مناسبت اور ربط بہت عمدہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ﴾ ''تو جن لوگوں کو ہم نے کتابیں دی تھیں وہ اس پر ایمان لے آتے ہیں۔'' یعنی ان کے علماء واذکیاء، مثلاً، عبداللہ بن سلام، سلمان فارسی اور ان جیسے دیگر لوگوں نے قرآن مجید کو لیا اور اس کی اس طرح تلاوت کی جس طرح تلاوت کرنے کا حق تھا۔ ﴿وَمِنْ هٰٓؤُلَآءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ﴾ ''اور بعض ان (مشرک) لوگوں میں سے بھی (ہیں جو) اس پر ایمان لے آتے ہیں۔'' یعنی قریش اور دیگر عرب قبائل کے لوگ ﴿وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ﴾ ''اور ہماری آیتوں سے وہی انکار کرتے ہیں جو (ازلی) کافر ہیں۔'' یعنی اس کتاب کی تکذیب اور اس کے حق ہونے کا انکار وہ کرتے ہیں جو حق کو باطل کے ساتھ چھپاتے ہیں، گویا وہ سورج کی روشنی کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ اسے کیسے چھپایا جا سکتا ہے؟

پھر فرمایا: ﴿وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ﴾ ''اور آپ اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے لکھ ہی سکتے تھے۔'' یعنی اے محمد (ﷺ!) اس قرآن کے لانے سے پہلے آپ نے اپنی قوم میں ایک عمر گزاری ہے اور آپ نہ کتاب پڑھتے تھے اور نہ ہی لکھ سکتے تھے اور آپ کی قوم کا ہر فرد اور دیگر لوگ بھی اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ آپ اُمی ہیں، لکھنا پڑھنا نہیں جانتے اور سابقہ کتابوں میں بھی آپ کے بارے میں اس طرح بیان کیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ ...... الآية (الأعراف 157:7) ''وہ جو (محمد) رسول اللہ کی، جو نبی اُمی ہیں، پیروی کرتے ہیں جن (کے اوصاف) کو وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ انھیں نیک کام کا حکم دیتے ہیں اور برے کام سے روکتے ہیں......'' رسول اللہ ﷺ ہمیشہ اسی طرح رہے کہ آپ لکھنا نہیں جانتے تھے،

[1] تفسير الطبري: 6/21.

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ نے اپنے دست مبارک سے کبھی ایک سطر بلکہ ایک حرف بھی نہیں لکھا تھا، آپ نے کاتب مقرر فرما رکھے تھے جو آپ کے سامنے آپ پر نازل ہونے والی وحی کو لکھتے، نیز وہ مختلف حکمرانوں کے نام آپ کے مکتوبات شریفہ کو بھی لکھا کرتے تھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ ﴾ ''ایسا ہوتا تو اہل باطل ضرور شک کرتے۔'' یعنی اگر آپ لکھنا پڑھنا جانتے ہوتے تو بعض جاہل لوگ شک کرتے اور کہتے کہ آپ نے سابقہ انبیاء کرام کی کتابوں سے سیکھ لیا ہے اور لطف کی بات یہ کہ انھوں نے ایسا کہہ بھی دیا، حالانکہ انھیں اچھی طرح علم تھا کہ آپ اُمی نبی ہیں، آپ تو لکھنا جانتے ہی نہیں: ﴿ وَقَالُوٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ ﴾ (الفرقان 5:25) ''اور وہ کہتے ہیں کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جو اس نے لکھوالی ہیں، پھر وہ صبح و شام آپ کو لکھوائی جاتی ہیں۔'' اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ ﴾ (الفرقان 6:25) ''آپ کہہ دیں کہ اس کو اس نے اتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے، بے شک وہ نہایت بخشنے والا، خوب مہربان ہے۔'' اور یہاں ارشاد فرمایا: ﴿ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ۭ ﴾ ''بلکہ یہ روشن آیتیں ہیں جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے ان کے سینوں میں (محفوظ) ہیں۔'' یعنی یہ قرآن ایسی روشن اور واضح آیات پر مشتمل ہے جو اس بات کی دلیل ہیں کہ قرآن میں جو حکم دیا گیا، جس بات سے منع کیا گیا اور جو خبر دی گئی وہ سب حق اور سچ ہے، پھر اس قرآن کو علماء حفظ کر لیتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے حفظ، تلاوت اور تفسیر کو بہت آسان کر دیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ ﴾ (القمر 17:54) ''اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ نَبِيٌّ إِلَّا أُعْطِيَ مِنَ الْآيَاتِ مَامِثْلُهُ آمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ، وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيتُهُ وَحْيًا أَوْحَاهُ اللّٰهُ إِلَيَّ، فَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ تَابِعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ] ''نبیوں میں سے ہر نبی کو ایسے معجزات دیے گئے جن پر لوگ ایمان لاتے رہے اور مجھے جو معجزہ دیا گیا وہ وحی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے میری طرف نازل فرمایا ہے، مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے پیروکاروں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔''[1]

صحیح مسلم میں عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: [إِنَّمَا بَعَثْتُكَ لِأَبْتَلِيَكَ وَأَبْتَلِيَ بِكَ، وَأَنْزَلْتُ عَلَيْكَ كِتَابًا لَّا يَغْسِلُهُ الْمَاءُ تَقْرَؤُهُ نَائِمًا وَّيَقْظَانَ] ''یقیناً میں نے آپ کو اس لیے مبعوث فرمایا ہے کہ میں آپ کی آزمائش کروں اور آپ کے ذریعے سے (لوگوں کی بھی) آزمائش کروں اور میں نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جسے پانی دھو نہیں سکے گا اور آپ اسے سوتے جاگتے پڑھیں گے۔''[2] یعنی اگر کوئی ایسی جگہ پانی سے دھل جائے جس میں

① صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب كيف نزل الوحي وأول ما نزل؟ حديث: 4981 و صحيح مسلم، الإيمان، باب وجوب الإيمان برسالة نبينا محمد ﷺ، حديث: 152 عن أبي هريرة رضي الله عنه. ② صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا أهل الجنة وأهل النار، حديث: 2865.

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وَقَالُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ

انھوں نے کہا: اس پر اس کے رب کی طرف سے معجزے کیوں نہیں اتارے گئے؟ (اے نبی!) آپ کہہ دیجیے: بس معجزے تو اللہ کے پاس ہیں، اور میں تو

مُّبِيْنٌ ﴿50﴾ اَوَ لَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

محض ایک کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں﴿50﴾ کیا انھیں (یہ نشانی) کافی نہیں کہ بے شک ہم نے آپ پر (یہ) کتاب نازل کی جو ان پر پڑھی جاتی ہے۔ بلاشبہ

ع 5/7 1 لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿51﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِي

اس میں ان لوگوں کے لیے رحمت اور نصیحت ہے جو ایمان لاتے ہیں﴿51﴾ آپ کہہ دیجیے: میرے اور تمھارے درمیان اللہ بطور گواہ کافی ہے، آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿52﴾

اور زمین میں جو کچھ ہے، وہ اسے جانتا ہے اور جو لوگ باطل پر ایمان لائے اور انھوں نے اللہ کے ساتھ کفر کیا، وہی خسارہ پانے والے ہیں﴿52﴾

قرآن لکھا ہو تو اس جگہ کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے کہ ایک دوسری حدیث میں ہے: [لَوْ كَانَ الْقُرْآنُ فِي إِهَابٍ مَّامَسَّتْهُ النَّارُ] ''اگر قرآن کسی کھال میں ہو تو اسے آگ نہیں چھوئے گی۔''[1] کیونکہ قرآن تو سینوں میں محفوظ ہے اور زبانوں سے اس کی تلاوت کرنا بہت آسان ہے، دلوں پر نگہبان ہے، الفاظ اور معانی کے اعتبار سے معجزہ ہے، اسی لیے سابقہ کتابوں میں اس امت کی نشانی یہ بیان کی گئی ہے کہ ان کی انجیلیں (قرآن) ان کے سینوں میں محفوظ ہوں گی۔[2]

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ﴿49﴾﴾ ''اور ہماری آیتوں (کو ماننے) سے وہی لوگ انکار کرتے ہیں جو ظالم ہیں۔'' یعنی ظالم لوگ ہی اس کتاب کی تکذیب کرتے، اس کی شان کو کم کرتے اور اس کی تردید کرتے ہیں، ظالموں سے یہاں مراد وہ لوگ ہیں جو حد سے تجاوز کرتے، ہٹ دھرمی کرتے اور حق کو جاننے کے باوجود اس سے کنارہ کشی کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝﴾ (یونس 10:96,97) ''بے شک جن لوگوں کے بارے میں آپ کے رب کا حکم (عذاب) صادر ہو چکا وہ ایمان نہیں لائیں گے، خواہ ان کے پاس ساری نشانیاں آ جائیں حتی کہ دردناک عذاب بھی دیکھ لیں۔''

تفسیر آیات: 50-52

مشرکین کے نشانیوں کے مطالبے پر سرزنش: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے ضد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نشانیاں طلب کیں، یعنی ایسی نشانیاں جو ان کی رہنمائی کریں کہ محمد ﷺ واقعی اللہ کے رسول ہیں جیسا کہ حضرت صالح علیہ السلام نے اونٹنی کی نشانی پیش کی تھی، ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلْ﴾ ''کہہ دیں۔'' اے محمد (ﷺ!) ﴿اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ﴾ ''نشانیاں تو اللہ ہی کے پاس ہیں۔'' نشانیوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اگر اللہ تعالیٰ کو یہ بات معلوم ہو کہ تم ہدایت پا جاؤ گے تو وہ تمھارے مطالبے کو ضرور قبول فرما لے گا کیونکہ کوئی بھی نشانی دکھا

[1] مسند أحمد: 155/4 عن عقبة بن عامر رضی اللہ عنہ اور انھی سے مذکورہ بالا مقام پر [مَا احْتَرَقَ] کے الفاظ بھی مروی ہیں۔ [2] المعجم الكبير للطبراني: 89/10 و ضعيف الجامع الصغير للألباني، حديث: 3473.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

دینا اللہ تعالیٰ کے لیے بہت ہی آسان ہے لیکن یہ بات اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ نشانیاں طلب کرنے سے تمھارا مقصود تو محض ہٹ دھرمی اور امتحان ہی ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ تمھارے اس مطالبے کو تسلیم نہیں فرمائے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ۭ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ۭ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ۝﴾ (بنی إسرآء یل 59:17) ”اور ہم نے نشانیاں بھیجنی اس لیے موقوف کر دیں کہ اگلے لوگوں نے ان کی تکذیب کی تھی اور ہم نے ثمود کو اونٹنی (نبوت کی) کھلی نشانی دی تو انھوں نے اس (اونٹنی) پر ظلم کیا اور ہم صرف ڈرانے کے لیے نشانیاں بھیجتے ہیں۔“

اور فرمایا ﴿ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝50﴾ ”اور میں تو صرف کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔“ یعنی مجھے تو کھلم کھلا نذیر بنا کر بھیجا گیا ہے اور میری ذمہ داری یہ ہے کہ میں تمھارے پاس اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دوں اور ﴿ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ۝﴾ (الکھف 17:18) ”جسے اللہ ہدایت دے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جسے گمراہ کرے تو آپ اس کے لیے کوئی راہ بتانے والا دوست نہ پائیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىھُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ﴾ (البقرۃ 272:2) ”اے محمد (ﷺ!) آپ ان لوگوں کی ہدایت کے ذمہ دار نہیں ہیں بلکہ اللہ ہی جسے چاہتا ہے ہدایت بخشتا ہے۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی جہالت اور بے وقوفی کو بیان کیا ہے کہ انھوں نے ایسی نشانیاں طلب کی ہیں جو محمد ﷺ کے لائے ہوئے دین کی سچائی کی دلیل ہوں، حالانکہ آپ ان کے پاس ایک ایسی عالی رتبہ کتاب لے کر آئے ہیں کہ جس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے اور نہ پیچھے سے، پھر یہ کتاب تمام معجزات سے بڑا معجزہ ہے۔ بڑے بڑے فُصَحاء اور بُلَغاء اس جیسی کتاب لانے سے عاجز آ گئے بلکہ وہ اس جیسی دس سورتیں بھی بنا کر پیش نہ کر سکے، دس سورتیں تو بہت دور کی بات ہے وہ تو قرآن کی سورتوں جیسی ایک سورت بھی بنا کر پیش نہ کر سکے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۭ﴾ ”کیا ان لوگوں کے لیے یہ کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل کی جو ان پر تلاوت کی جاتی ہے۔“ یعنی کیا ان کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر ایسی عظیم الشان کتاب نازل کی ہے جس میں پہلے لوگوں کے واقعات، بعد میں آنے والے لوگوں کے حالات اور ان کے آپس کے معاملات کے فیصلے ہیں جبکہ آپ ایک اُمی انسان ہیں اور لکھنا پڑھنا بھی نہیں جانتے اور نہ اہل کتاب میں سے کسی سے آپ کا میل جول ہے کہ پہلے صحیفوں میں سے ایسی خبروں کو چن کر لے آئیں جو ان کے اختلاف کی صورت میں بتا دیں کہ حق کیا ہے، پھر ان کے سامنے واضح، روشن اور جلی حق کو پیش کر دیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰۗؤُا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ۝ۭ﴾ (الشعرآء 197:26) ”کیا ان کے لیے یہ ایک نشانی نہ تھی کہ علمائے بنی اسرائیل اس بات کو جانتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝﴾ (طٰہٰ 133:20) ”اور انھوں نے کہا: یہ (پیغمبر) اپنے پروردگار کی طرف سے ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں لائے، کیا ان کے پاس وہ واضح دلیل

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَلَوْلَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً

اور یہ لوگ آپ سے جلد عذاب مانگ رہے ہیں، اور اگر (عذاب کا) وقت مقرر نہ ہوتا تو انھیں عذاب ضرور آلیتا، اور یقیناً وہ انھیں اچانک ہی

وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿53﴾ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿54﴾ يَوْمَ

آلے گا، اور انھیں خبر تک نہ ہوگی ﴿53﴾ یہ لوگ آپ سے جلد عذاب مانگ رہے ہیں، اور بلاشبہ جہنم کافروں کو گھیرے ہوئے ہے ﴿54﴾ اس دن،

يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿55﴾

ان کے اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے، عذاب انھیں ڈھانپ لے گا اور اللہ فرمائے گا: جو کچھ تم کرتے تھے اس (کے مزے) کو چکھو ﴿55﴾

نہیں آئی جو پہلی کتابوں میں ہے؟“

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ نَبِيٌّ إِلَّا وَقَدْ أُعْطِيَ مِنَ الْآيَاتِ مَا مِثْلُهُ آمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ، وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيتُ وَحْيًا أَوْحَاهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ إِلَيَّ، وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ تَبَعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ] ”نبیوں میں سے ہر نبی کو ایسے معجزات دیے گئے جن پر لوگ ایمان لاتے رہے اور مجھے جو معجزہ دیا گیا ہے وہ وحی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے میری طرف نازل فرمایا ہے، مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے پیروکاروں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔“[1] اسے بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿51﴾ ﴾ ”کچھ شک نہیں کہ مومن لوگوں کے لیے اس میں رحمت اور نصیحت ہے۔“ یعنی اس قرآن میں رحمت ہے، حق کا بیان، باطل کا ازالہ اور تکذیب کرنے والوں اور نافرمانی کرنے والوں پر نازل ہونے والے عذابوں کا تذکرہ مومنوں کے لیے باعث نصیحت ہے۔

اس کے بعد فرمایا: ﴿ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ ﴾ ”آپ کہہ دیں کہ میرے اور تمھارے درمیان اللہ ہی گواہ کافی ہے۔“ یعنی وہ خوب جانتا ہے کہ تم کس طرح تکذیب کرتے ہو اور یہ بھی خوب جانتا ہے کہ میں تمھیں کس کس طرح اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہی نے مجھے تمھاری طرف مبعوث فرمایا ہے اور اگر میں جھوٹا ہوتا تو وہ یقیناً مجھ سے انتقام لیتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۝ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ۝ (الحآقّة 69:44-47) ”اور اگر یہ (پیغمبر) ہماری نسبت کوئی بات گھڑ کر لگا دیتے تو ہم ان کو دائیں ہاتھ سے ضرور پکڑ لیتے، پھر ہم ان کی رگ گردن ضرور کاٹ ڈالتے، پھر تم میں سے کوئی ایک بھی (ہمیں) اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔“ میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمھیں جو بات بھی پہنچائی ہے میں اس میں سچا ہوں، یہی وجہ ہے کہ اس نے واضح معجزات اور قطعی دلائل کے ساتھ میری مدد فرمائی ہے۔ ﴿ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ﴾ ”جو چیز آسمانوں میں اور زمین میں ہے وہ (سب) جانتا ہے۔“ اور اس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں۔ ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا

[1] مسند أحمد: 341/2 و صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب: كيف نزل الوحي وأول مانزل؟......، حديث: 4981 و صحيح مسلم، الإيمان، باب وجوب الإيمان برسالة نبينا محمد ﷺ......، حديث: 152.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿52﴾ ''اور جن لوگوں نے باطل کو مانا اور اللہ کا انکار کیا، وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔'' یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انھیں ان کے اعمال کی پوری پوری سزا دے گا کیونکہ انھوں نے حق کی تکذیب اور باطل کی اتباع کی ہے، اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو جھٹلایا ہے، حالانکہ ان کی صداقت کے دلائل موجود ہیں، پھر یہ کسی دلیل کے بغیر طاغوتوں اور بتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ جو حکیم و علیم ہے وہ روز قیامت ان کے ان اعمال کی انھیں ضرور سزا دے گا۔

تفسیر آیات: 53-55

مشرکین کا عذاب کے لیے جلدی کرنا: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی جہالت کو واضح کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے کہ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ان پر جلد واقع ہو جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر ان کے بارے میں فرمایا ہے:

وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ (الأنفال 8:32) ''اور جب انھوں نے کہا کہ اے اللہ! اگر یہ (قرآن) تیری طرف سے برحق ہے تو تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور تکلیف دینے والا عذاب لے آ۔'' اور یہاں فرمایا: ﴿ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ۭ ﴾ ''اور یہ لوگ آپ سے عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں، اگر ایک وقت مقرر نہ (ہو چکا) ہوتا تو ان پر عذاب ضرور آ جاتا۔'' یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن تک عذاب کو مؤخر کرنے کا فیصلہ نہ فرمایا ہوتا تو جس طرح یہ جلدی چاہتے ہیں عذاب ان کے پاس بہت جلد اور بہت تیزی کے ساتھ آ چکا ہوتا، پھر فرمایا: ﴿ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً ﴾ ''اور یقیناً وہ ان پر اچانک آ کر رہے گا۔'' یعنی ان کے پاس اچانک عذاب آ جائے گا، ﴿ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿53﴾ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿54﴾ ﴾ ''اور ان کو معلوم بھی نہ ہوگا، یہ آپ سے عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں، حالانکہ دوزخ تو یقیناً کافروں کو گھیرنے والی ہے۔'' یعنی یہ عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں اور عذاب ان پر یقینی طور پر واقع ہو کر رہے گا۔

اس کے بعد فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ﴾ ''جس دن عذاب انھیں ان کے اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے ڈھانک لے گا۔'' جیسا کہ فرمایا: لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۭ (الأعراف 7:41) ''ایسے لوگوں کے لیے (نیچے) بچھونا بھی (آتش) جہنم کا ہوگا اور اوپر سے اوڑھنا بھی (اسی کا۔)'' اور فرمایا: لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ۭ (الزمر 39:16) ''ان کے لیے ان کے اوپر سے آگ کے سائبان ہوں گے اور ان کے نیچے سے بھی سائبان ہوں گے۔'' اور فرمایا: لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ ...... الآية (الأنبياء 21:39) ''اے کاش! کافر اس وقت کو جانیں جب وہ اپنے چہروں سے (دوزخ کی) آگ کو روک نہ سکیں گے اور نہ اپنی پیٹھوں سے......'' ہر طرف سے آگ نے ان کو ڈھانپ رکھا ہوگا، ظاہری عذاب کی یہ شدید ترین صورت ہوگی۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿55﴾ ﴾ ''اور وہ (اللہ) فرمائے گا کہ جو کام تم کیا کرتے تھے

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَةٌ فَاِیَّایَ فَاعْبُدُوْنِ ﴿56﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ

اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو! بلاشبہ میری زمین وسیع ہے، تو تم میری ہی عبادت کرو ﴿56﴾ ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے، پھر تم ہماری ہی

الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿57﴾ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا

طرف لوٹائے جاؤ گے ﴿57﴾ اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، ہم انھیں جنت کے بالا خانوں میں ضرور جگہ دیں گے، ان کے

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ﴿58﴾ الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰی

نیچے نہریں جاری ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، (نیک) عمل کرنے والوں کا اجر بہت اچھا ہے ﴿58﴾ جن لوگوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب ہی

رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ﴿59﴾ وَكَاَیِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اَللّٰهُ یَرْزُقُهَا وَاِیَّاكُمْ وَهُوَ

پر توکل کرتے ہیں ﴿59﴾ اور کتنے ہی (زمین پر) چلنے پھرنے والے جاندار ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے، اللہ انھیں اور تمھیں بھی رزق دیتا ہے،

السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿60﴾

اور وہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے ﴿60﴾

(اب ان کا مزہ) چکھو۔'' یہ ڈانٹ ڈپٹ اور سرزنش نفسوں کے لیے ایک معنوی عذاب ہوگی۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿ یَوْمَ یُسْحَبُوْنَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ○ اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ○ ﴾ (القمر 49,48:54) ''اس روز وہ اپنے چہروں کے بل دوزخ میں گھسیٹے جائیں گے، اب آگ کے چھونے (کے مزے) کو چکھو، ہم نے ہر چیز اندازۂ مقرر کے ساتھ پیدا کی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ یَوْمَ یُدَعُّوْنَ اِلٰی نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ○ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِیْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ○ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ○ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْكُمْ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ ﴾ (الطور 16-13:52) ''جس دن ان کو آتش کی طرف دھکے دے دے کر دھکیلا جائے گا، (کہا جائے گا:) یہی وہ جہنم ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے تو کیا یہ جادو ہے یا تم دیکھتے ہی نہیں؟ اس میں داخل ہو جاؤ، پھر صبر کرو یا نہ کرو تمھارے لیے یکساں ہے، تمھیں صرف اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو کام تم کیا کرتے تھے۔''

تفسیر آیات: 60-56

ہجرت کی طرف اشارہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو حکم دیا ہے کہ جس علاقے میں ان کے لیے اقامت دین کی استطاعت نہ ہو تو وہاں سے ہجرت کر کے اللہ تعالیٰ کی اس کشادہ زمین میں کسی ایسی جگہ چلے جائیں، جہاں ان کے لیے اقامت دین ممکن ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو اختیار کر کے اس کی اس طرح عبادت کر سکیں جس طرح اس نے حکم دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَةٌ فَاِیَّایَ فَاعْبُدُوْنِ ﴿56﴾ ﴾ ''اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو! بے شک میری زمین فراخ ہے، سو تم میری ہی عبادت کرو۔'' یہی وجہ ہے کہ مکہ میں کمزور مسلمانوں کے لیے جب زمین تنگ ہوگئی تو وہ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تاکہ وہاں اپنے دین کو محفوظ رکھ سکیں، حبشہ کے بادشاہ اصحمہ نجاشی رحمہ اللہ نے ان کی بہترین مہمان نوازی کی، انھیں ٹھکانا دیا، تائید و حمایت کی اور انھیں اپنے ملک کے تمام شہروں میں آنے جانے کی کھلی

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اجازت دے دی، پھر بعد میں رسول اللہ ﷺ اور باقی صحابۂ کرام نے یثرب کی طرف ہجرت کی جو بعد میں مدینہ منورہ کے نام سے مشہور ہوا۔

عمدہ رزق اور اچھے بدلے کا وعدہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿57﴾ ﴾ ''ہر متنفس موت (کے مزے) کو چکھنے والا ہے، پھر تم ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے۔'' یعنی تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمھیں پالے گی، لہٰذا تم اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ نے تمھیں جو حکم دیا ہے وہی تمھارے لیے بہتر ہے موت سے تو کوئی چارہ ہی نہیں، پھر تم سب کو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس لوٹ کر جانا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہوگی وہ اسے بہترین جزا عطا فرمائے گا اور پورے پورے اجر و ثواب سے نوازے گا، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ﴾ ''اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ہم انھیں بہشت کے اونچے اونچے محلات میں جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔'' یعنی ہم انھیں جنت میں بلند و بالا محلات میں بسائیں گے جن کے نیچے صاف شفاف پانی، لذت بخش شراب، عسل مصفّٰی اور خالص دودھ کی نہریں جاری و ساری ہوں گی، وہ ان نہروں کو جس طرح چاہیں گے استعمال کریں گے اور جہاں چاہیں گے انھیں لے جاسکیں گے، ﴿ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ﴾ ''ہمیشہ ان میں رہیں گے۔'' یعنی ان میں ابدالآباد تک رہیں گے اور کبھی یہاں سے نقل مکانی نہ کرنا چاہیں گے۔ ﴿ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ﴿58﴾ ﴾ ''یہ (نیک) عمل کرنے والوں کا خوب بدلہ ہے۔'' یعنی جنت کے یہ اونچے اونچے محلات مومنوں کے اعمال کی بہت اچھی جزا ہیں۔ ﴿ الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ﴾ ''جو صبر کرتے رہے۔'' یعنی جنھوں نے اپنے دین پر صبر کیا، اللہ کی راہ میں ہجرت کی، دشمنوں کا مقابلہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول، اس کے اجر و ثواب کی امید اور اس کے وعدوں کی تصدیق کے لیے اپنے اہل و عیال اور اعزہ و اقارب کو چھوڑ دیا تھا۔

امام ابن ابو حاتم رحمہ اللہ نے ابو معانق اشعری از ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کیا کہ ان سے رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا تھا: [إِنَّ فِي الْجَنَّةِ غُرَفًا يُّرٰى ظَاهِرُهَا مِنْ بَاطِنِهَا وَبَاطِنُهَا مِنْ ظَاهِرِهَا، (أَعَدَّهَا اللّٰهُ تَعَالٰى) لِمَنْ أَطْعَمَ الطَّعَامَ، وَأَطَابَ الْكَلَامَ، وَتَابَعَ الصَّلَاةَ وَالصِّيَامَ، وَقَامَ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ] ''بے شک جنت میں کچھ ایسے محلات بھی ہوں گے جن کے باہر سے اندر اور اندر سے باہر دیکھا جاسکے گا، یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں کے لیے تیار فرمائے ہیں جو کھانا کھلاتے ہیں، پاکیزہ گفتگو کرتے ہیں، نماز روزے کی پابندی کرتے ہیں اور رات کو اس وقت نماز پڑھتے ہیں جب لوگ سوئے ہوتے ہیں۔''[1]

---

[1] تفسير ابن أبي حاتم: 3077/9 اور قوسین والے الفاظ صحيح ابن حبان، البر والإحسان، ذكر وصف الغرف التي أعدها الله تعالى......: 266/2، حديث: 509 میں ہیں۔ اور دیکھیے جامع الترمذي، حديث: 1984 وصحيح ابن حبان: 20/2 اور المستدرك للحاكم: 153/1۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى

اور بلاشبہ اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کس نے پیدا کیے اور (کس نے) سورج اور چاند خدمت پر لگائے تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ نے! پھر

يُؤْفَكُوْنَ ﴿61﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ

وہ کہاں بہکائے جاتے ہیں ﴿61﴾ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے، اور کسی کے لیے تنگ کر دیتا ہے، بلاشبہ اللہ ہر چیز کو

عَلِيْمٌ ﴿62﴾ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا

خوب جانتا ہے ﴿62﴾ اور البتہ اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے آسمان سے پانی نازل کیا، پھر کس نے زمین کی موت (ویرانی) کے بعد اس پانی سے اسے

لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿63﴾ ع 6/12/2

زندہ (تر و تازہ) کیا، تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ نے! تو آپ کہہ دیجیے: ''الحمد للہ'' لیکن ان کے اکثر عقل سے کام نہیں لیتے ﴿63﴾

اور فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿59﴾ ﴾ ''اور اپنے پروردگار پر بھروسا کرتے ہیں۔'' یعنی دین و دنیا کے تمام حالات میں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک پر توکل کرتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کا رزق زمین کے کسی خاص حصے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ اس کا رزق ساری مخلوق کے لیے عام ہے، خواہ وہ کوئی بھی مخلوق ہو اور کہیں بھی ہو، یہی وجہ ہے کہ مہاجرین جہاں ہجرت کر کے گئے وہاں انھیں کثرت کے ساتھ وسیع اور زیادہ پاکیزہ رزق میسر آیا اور وہ تھوڑے عرصے کے بعد ہی تمام علاقوں اور ملکوں کے حکمران بن گئے، اسی لیے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ﴾ ''اور بہت سے چلنے پھرنے والے جاندار ایسے ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے۔'' یعنی اسے جمع کرنے اور حاصل کرنے کی طاقت ہی نہیں رکھتے اور نہ کل کے لیے کچھ ذخیرہ ہی کرتے ہیں۔ ﴿ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ﴾ ''اللہ ہی ان کو رزق دیتا ہے اور تمھیں بھی۔'' یعنی ان کی ضعف و ناتوانی کے باوجود اللہ تعالیٰ انھیں رزق پہنچاتا اور حصول رزق کو ان کے لیے آسان بنا دیتا ہے، ہر مخلوق تک اس کے حسب حال رزق پہنچا دیتا ہے حتی کہ زمین کی گہرائیوں میں رہنے والی چیونٹیوں، ہوا میں اڑنے والے پرندوں اور پانی میں تیرنے والی مچھلیوں کو ان کا رزق پہنچا دیتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ ﴾ (هود 6:11) ''اور زمین پر چلنے پھرنے والا کوئی جاندار نہیں مگر اس کا رزق اللہ کے ذمے ہے اور وہ جہاں رہتا ہے اسے بھی جانتا ہے اور جہاں سونپا جاتا ہے اسے بھی، یہ سب کچھ کتاب روشن میں (لکھا ہوا) ہے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿60﴾ ﴾ ''اور وہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے۔'' وہ اپنے بندوں کے اقوال کو سنتا اور ان کی حرکات و سکنات کو جانتا ہے۔

تفسیر آیات: 63-61

توحید کے مسائل: اللہ تعالیٰ نے اس بات کو بیان کرتے ہوئے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ذکر فرمایا ہے کہ یہ مشرکین جو غیر اللہ کی پوجا کرتے ہیں یہ بھی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ آسمانوں، زمین اور شمس و قمر کو اسی نے پیدا فرمایا اور رات دن

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۭ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِىَ الْحَيَوَانُ ۘ

اور یہ دنیا کی زندگی ایک کھیل تماشے کے سوا کچھ نہیں، اور بلاشبہ دارِ آخرت (کی زندگی) ہی (اصل) زندگی ہے، کاش! لوگ جانتے ہوتے ⑥④ پھر جب وہ

لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ فَاِذَا رَكِبُوْا فِى الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ

(مشرکین) کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو وہ اطاعت وفرماں برداری کو اسی (اللہ) کے لیے خاص کرتے ہوئے اللہ کو پکارتے ہیں، پھر جب وہ انھیں خشکی کی طرف

فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ۝ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۫

نجات دیتا ہے تو فوراً وہ شرک کرنے لگتے ہیں ⑥⑤ تاکہ وہ اس (نعمت) کی ناشکری کریں جو ہم نے انھیں دی، اور تاکہ وہ فائدہ اٹھائیں، پھر جلد وہ (اس کا

فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝

انجام) جان لیں گے ⑥⑥

کو اسی نے زیر فرمان کیا ہے، اپنے بندوں کا وہی خالق ورازق اور وہی ان کی عمروں کا تعین فرمانے والا ہے، اسی نے انھیں مختلف بنایا اور ان کے رزق میں بھی کمی بیشی کر دی، یہی وجہ ہے کہ ان میں سے کوئی دولت مند ہے اور کوئی فقیر، وہ خوب جانتا ہے کہ ہر ایک کے مناسب حال کیا ہے، ان میں سے کون دولت کا مستحق ہے اور کون فقر کا، صرف اسی نے تمام اشیاء کو پیدا فرمایا، اسی نے ان کی تدبیر کی، پھر جب صورت حال یہ ہے تو پھر اس کے سوا کسی اور کی عبادت کیوں کی جائے؟ کسی اور پر بھروسا کیوں کیا جائے؟ جس طرح وہ ملکیت میں واحد ہے اسی طرح عبادت بھی اسی اکیلے کی ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے بہت سے مقامات پر مقام الوہیت کو توحید ربوبیت کے اعتراف کے ساتھ ملا کر بیان فرمایا ہے۔ اور مشرکین بھی توحید ربوبیت کا اقرار کیا کرتے تھے جیسا کہ وہ اپنے تلبیہ میں کہتے تھے: [لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ......، إِلَّا شَرِيكًا هُوَ لَكَ، تَمْلِكُهُ وَمَامَلَكَ] ''ہم حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں...... سوائے اس شریک کے جسے تو نے اپنا بنا لیا ہو، تو اس شریک کا بھی مالک ہے اور جس کا وہ مالک ہے اس کا بھی تو ہی مالک ہے۔''[1]

تفسیر آیات: 66-64

دنیا کا مال ومنال زوال پذیر ہے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ یہ دنیا حقیر، زوال پذیر اور جلد ختم ہو جانے والی ہے، اسے بقا اور دوام حاصل نہیں ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ یہ محض کھیل اور تماشا ہے ﴿ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِىَ الْحَيَوَانُ ۘ ﴾ ''اور بلاشبہ اخروی گھر ہی (اصل) زندگی (کا مقام) ہے۔'' یعنی دائمی اور سچی زندگی تو آخرت کی زندگی ہے جو کبھی زوال پذیر نہ ہوگی، کبھی ختم نہ ہوگی بلکہ ابدالآباد تک جاری رہے گی، ﴿ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ ''کاش! یہ (لوگ) جانتے ہوتے۔'' تو باقی کو فانی پر ترجیح دیتے؟ پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ اضطرار کے وقت وہ بھی اللہ وحدہ لاشریک ہی کو پکارتے ہیں، کاش! یہ ہمیشہ اللہ ہی کو پکارتے ﴿ فَاِذَا رَكِبُوْا فِى الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ ﴾ ''پھر جب یہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں، اس حال میں کہ اسی کے لیے عبادت کو خالص کرنے والے ہوتے ہیں۔'' جیسا کہ

[1] صحيح مسلم، الحج، باب التلبية وصفتها ووقتها، حديث: 1185 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ

کیا انھوں نے دیکھا نہیں کہ بے شک ہم نے حرم (مکہ) کو پر امن بنایا ہے، جبکہ لوگ اس کے اردگرد سے اچک لیے جاتے ہیں۔ کیا پھر وہ باطل پر ایمان

وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ﴿67﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا

لاتے ہیں اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں ﴿67﴾ اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے اللہ پر جھوٹ گھڑا، یا جب حق اس کے پاس آیا تو اس

جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿68﴾ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ

نے اسے جھٹلا دیا؟ کیا (ایسے) کافروں کا ٹھکانا جہنم میں نہیں ہے؟ ﴿68﴾ اور جو لوگ ہماری راہ میں جہاد کریں ہم انھیں اپنی راہیں ضرور دکھاتے ہیں، اور

7 ع 6 3 وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿69﴾ ع

یقیناً اللہ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے ﴿69﴾

فرمایا: ﴿وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ۝﴾ (بنیٓ إسرآء یل 67:17) ''اور جب تم کو دریا میں تکلیف پہنچتی ہے تو جن کو تم پکارا کرتے ہو سب اس (پروردگار) کے سوا گم ہو جاتے ہیں، پھر جب وہ تمھیں (ڈوبنے سے) بچا کر خشکی کی طرف لے جاتا ہے تو تم اعراض کر لیتے ہو اور انسان ہے ہی نافرمان۔'' اور یہاں فرمایا: ﴿فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿65﴾﴾ ''پھر جب وہ انھیں خشکی کی طرف (ڈوبنے سے) نجات دیتا ہے تو اسی وقت شرک کرنے لگ جاتے ہیں۔'' ﴿لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۠﴾ ''تاکہ جو ہم نے ان کو بخشا ہے اس کی ناشکری کریں اور فائدہ اٹھائیں۔'' ﴿لِيَكْفُرُوْا﴾ کے لام کو بہت سے اہل عربیت و تفسیر اور علمائے اصول لام عاقبت کے نام سے موسوم کرتے ہیں کیونکہ ان کا یہ مقصود تو نہیں ہوتا لیکن ان کی نسبت سے صورت حال یقیناً اسی طرح کی ہوتی ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اسی بات کو ان کے لیے مقرر کر دینے کی نسبت سے یہ لام تعلیل ہے جیسا کہ قبل ازیں ہم ﴿لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ؕ﴾ (القصص 8:28) کی تفسیر میں بیان کر آئے ہیں۔ (1)

تفسیر آیات: 67-69

حرم مقام امن ہے: حرم کے مقام امن ہونے میں اللہ کی احسان مندی اور اس کی اطاعت و فرماں برداری کی تلقین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قریش کی توجہ اپنے اس عظیم الشان احسان کی طرف مبذول کرائی ہے کہ اس نے انھیں اپنے اس حرم محترم میں رہنے کی توفیق عطا فرمائی جسے اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں کے لیے یکساں عبادت گاہ بنا دیا ہے، خواہ وہ وہاں کے رہنے والے ہوں یا باہر سے آنے والے اور جو بھی اس میں داخل ہو وہ امن میں ہو جاتا ہے جبکہ گردوپیش کے علاقوں میں بدو ایک دوسرے کو مار ڈالتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۝ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۝ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۝ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝﴾ (قریش 106:1-4) ''قریش کو مانوس کرنے کی وجہ سے، ان کو سردی اور گرمی کے سفر سے مانوس کرنے کی وجہ سے، پس انھیں چاہیے کہ (اس نعمت کے شکر میں) اس گھر کے مالک کی

(1) دیکھیے القصص، آیت: 8 کے ذیل میں۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

عبادت کریں، جس نے ان کو بھوک میں کھانا کھلایا اور خوف سے امن بخشا۔" ﴿ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ۝67 ﴾ "کیا یہ لوگ باطل پر اعتقاد رکھتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں۔" یعنی کیا اس عظیم الشان نعمت کا یہ شکر ہے کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ شرک کرنا اور اس کے ساتھ بتوں اور شریکوں کی پوجا کرنا شروع کر دی! ﴿ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۝ ﴾ (إبراهيم 28:14) "انھوں نے اللہ کے احسان کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں اتارا۔" اور اللہ تعالیٰ کے نبی، عبد اور رسول حضرت محمد ﷺ کے ساتھ کفر کیا، حالانکہ ان کے شایانِ شان تو یہ بات تھی کہ اللہ وحدہ لاشریک ہی کی خالص عبادت کرتے، اس کے ساتھ شرک نہ کرتے اور اس کے رسول کی تصدیق کرتے اور آپ کی تعظیم و توقیر بجالاتے مگر انھوں نے آپ کی تکذیب کی، آپ کے ساتھ لڑائی کی، آپ کو مکہ سے نکال دیا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنی نعمتوں کو چھین لیا اور ان کے بہت سے سرکردہ لوگ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے، اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مسلمانوں کو عزت و شوکت حاصل ہوئی، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو مکہ فتح کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور مشرکینِ مکہ کی گردنیں ذلیل و رسوا ہو کر جھک گئیں۔

پھر فرمایا: ﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ط ﴾ "اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ (بہتان) باندھے یا جب حق اس کے پاس آئے تو اس کی تکذیب کرے۔" اس شخص سے بڑھ کر کسی کو سخت عذاب نہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے اور کہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی نازل کی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف کوئی وحی نازل نہ کی ہو یا جو یہ کہے کہ میں بھی اس طرح کی وحی نازل کر سکتا ہوں جس طرح کی وحی اللہ نے نازل کی ہے، اسی طرح اس سے بڑھ کر بھی کسی کو سخت عذاب نہ ہوگا جو حق بات آجانے کے بعد اس کی تکذیب کرے، ان میں سے پہلا شخص بہتان باندھنے والا اور دوسرا تکذیب کرنے والا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝68 ﴾ "کیا جہنم میں کافروں کے لیے کوئی جگہ (ٹھکانا) نہیں ہے؟" پھر ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا ﴾ "اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں کوشش کی۔" یعنی رسول اکرم ﷺ، آپ کے صحابۂ کرام اور قیامت کے دن تک آپ کے پیروکار، ﴿ لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط ﴾ "ہم انھیں ضرور اپنے رستے دکھا دیں گے۔" یعنی انھیں دنیا و آخرت میں اپنے رستے دکھا دیں گے۔

امام ابن ابو حاتم نے عباس ہمذانی سے انھوں نے ابواحمد۔ جو عکا کے رہنے والے ہیں۔ سے اس آیت کریمہ: ﴿ لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جو لوگ اپنے علم کے مطابق عمل کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انھیں ان باتوں کی طرف رہنمائی فرماتے ہیں جن کا انھیں علم نہیں ہوتا، احمد بن ابو الحواری کہتے ہیں کہ میں نے ابوسلیمان دارانی سے جب عباس ہمذانی کا یہ قول بیان کیا تو انھیں یہ قول بہت اچھا لگا اور انھوں نے کہا کہ جس شخص کو کوئی اچھا الہام ہو تو اسے اس وقت تک اس کے مطابق عمل نہیں کرنا چاہیے جب تک وہ کتاب و سنت کی اس کے بارے میں کوئی دلیل نہ معلوم کرے، پھر جب اسے دلیل معلوم ہو جائے تو اس کے مطابق عمل کرنا چاہیے اور اس بات پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنی چاہیے کہ اس کا الہام کتاب و سنت کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مطابق ہے۔[1] اور فرمایا: ﴿ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ ”اور یقیناً اللہ تو نیکو کاروں کے ساتھ ہے۔“ امام ابن ابوحاتم نے شعبی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا قول ہے کہ احسان یہ ہے کہ تم اس سے اچھا سلوک کرو جو تم سے برا سلوک کرے، احسان یہ نہیں کہ تم اس سے اچھا سلوک کرو جو تم سے اچھا سلوک کرے۔[2] وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

سورۂ عنکبوت کی تفسیر مکمل ہوئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

[1] تفسیر ابن أبی حاتم: 3084/9. [2] تفسیر ابن أبی حاتم: 3085/9، البتہ تفسیر ابن ابوحاتم کے نسخوں میں یہ قول رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہے جبکہ بعد کے اکثر مفسرین نے امام ابن کثیر رحمہ اللہ ہی کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کیا ہے۔ بہر حال انقطاع واضح ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

تفسیر سُورۂ رُوم

یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جونہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

الٓمّٓ ① غُلِبَتِ الرُّوۡمُ ② فِیۡۤ اَدۡنَی الۡاَرۡضِ وَ ہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ غَلَبِہِمۡ سَیَغۡلِبُوۡنَ ③ فِیۡ بِضۡعِ

الٓمّٓ ① رومی مغلوب ہو گئے② قریب ترین سرزمین (شام وفلسطین) میں، اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد جلد غالب ہوں گے③

سِنِیۡنَ ۬ؕ لِلّٰہِ الۡاَمۡرُ مِنۡ قَبۡلُ وَ مِنۡۢ بَعۡدُ ؕ وَ یَوۡمَئِذٍ یَّفۡرَحُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ④ بِنَصۡرِ اللّٰہِ ؕ

چند برسوں میں، اقتدار و اختیار اللہ ہی کے لیے ہے پہلے بھی اور بعد میں بھی، اور اس (غلبے والے) دن مومن بھی (اپنی فتح پر) خوش ہوں گے④

یَنۡصُرُ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ⑤ وَعۡدَ اللّٰہِ ؕ لَا یُخۡلِفُ اللّٰہُ وَعۡدَہٗ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ

اللہ کی مدد سے، وہ جسے چاہتا ہے مدد دیتا ہے، اور وہ نہایت غالب، بہت رحم کرنے والا ہے⑤ (یہ) اللہ کا وعدہ ہے، اللہ اپنے وعدے کے

النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ⑥ یَعۡلَمُوۡنَ ظَاہِرًا مِّنَ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ۚۖ وَ ہُمۡ عَنِ الۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ غٰفِلُوۡنَ ⑦

خلاف نہیں کرتا، اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے⑥ وہ دنیاوی زندگی کے ظاہر کو جانتے ہیں، اور وہ آخرت سے تو بالکل ہی غافل ہیں⑦

تفسیر آیات:1-7

رومیوں کے غلبے کی پیش گوئی: یہ آیات اس وقت نازل ہوئی تھیں جب ایرانی بادشاہ سابور ملک شام اور اس سے متصل الجزیرہ کے علاقوں اور اقصائے روم تک کے علاقوں پر غالب آ گیا تھا۔ اس نے شاہِ روم ہرقل کو قسطنطنیہ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا تھا اور اس نے طویل مدت تک روم کا محاصرہ کیے رکھا لیکن بعد میں پھر ہرقل کو تسلط وغلبہ حاصل ہُوا جیسا کہ اس کا ذکر آ گے آئے گا۔[1]

پہلی حدیث: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿الٓمّٓ ① غُلِبَتِ الرُّوۡمُ ② فِیۡۤ اَدۡنَی الۡاَرۡضِ﴾ ''الٓمّٓ (اہل) روم مغلوب ہو گئے، قریب ترین زمین میں'' کے بارے میں روایت کیا ہے کہ رومی مغلوب ہو گئے اور غالب بھی آ گئے۔ انھوں نے مزید بیان فرمایا کہ مشرکین اس بات کو پسند کرتے تھے کہ ایرانی رومیوں پر غالب آ جائیں کیونکہ وہ بت پرست

① دیکھیے اسی سورت میں عنوان: ''قیصر، کسریٰ پر کس طرح غالب آیا؟''

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تھے جبکہ مسلمان اس بات کو پسند کرتے تھے کہ رومی ایرانیوں پر غالب آ جائیں کیونکہ وہ اہل کتاب تھے۔ اس بات کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کا رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَمَا! إِنَّهُمْ سَيَغْلِبُونَ] ''خبردار! وہ (رومی) عنقریب غالب آ جائیں گے۔'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مشرکین سے اس بات کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا کہ آپ ہمارے اور اپنے لیے ایک مدت مقرر کریں (کہ وہ کب غالب آئیں گے)، پھر اگر ہم غالب آ گئے (شرط جیت گئے) تو ہمیں یہ انعام ملے گا اور اگر آپ غالب آ گئے تو آپ کو یہ انعام ملے گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پانچ سال کی مدت کا تعین کر دیا مگر اس مدت میں رومی غالب نہ آئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کا رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: [أَلَا جَعَلْتَهَا إِلَى دُونَ (قَالَ: أُرَاهُ قَالَ:) الْعَشْرِ؟] ''آپ نے (راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے آپ نے فرمایا:) دس سال سے کچھ کم مدت طے کیوں نہیں کی؟''

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ بضع کا لفظ دس سے کم عدد کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ پھر بعد میں واقعی رومی غالب آ گئے اور یہی معنی ہیں ان آیات کریمہ کے: ﴿ الٓمّٓ ① غُلِبَتِ الرُّوْمُ ② فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ③ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۬ؕ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ؕ وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ④ بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ⑤ ﴾ ''الٓمّٓ (اہل) روم مغلوب ہو گئے، قریب ترین زمین میں۔ اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آ جائیں گے چند ہی سالوں میں، پہلے بھی اور پیچھے بھی اللہ ہی کا حکم ہے۔ اور اس روز مومن خوش ہو جائیں گے اللہ کی مدد سے، وہ جسے چاہتا ہے مدد دیتا ہے اور وہ نہایت غالب، بڑا مہربان ہے۔''[1] اسی طرح اسے امام ترمذی اور نسائی نے بھی روایت کیا اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔[2]

دوسری حدیث: امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ نے نیار بن مُکرَم اسلمی سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں: ﴿ الٓمّٓ ① غُلِبَتِ الرُّوْمُ ② فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ③ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۬ؕ ﴾ تو ایرانی رومیوں پر غالب تھے اور مسلمان یہ چاہتے تھے کہ رومیوں کو ایرانیوں پر غلبہ حاصل ہو جائے کیونکہ یہ دونوں (مسلمان اور رومی) کتاب والے ہیں، اسی وجہ سے فرمایا: ﴿ وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ④ بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ⑤ ﴾ ''اور اس روز مومن خوش ہو جائیں گے اللہ کی مدد سے، وہ جسے چاہتا ہے مدد دیتا ہے اور وہ نہایت غالب، بڑا مہربان ہے۔'' اور قریش اس بات کو پسند کرتے تھے کہ ایرانی غالب آ جائیں کیونکہ یہ دونوں اہل کتاب نہیں تھے اور نہ ہی ان کا دوبارہ زندہ کیے جانے ہی پر ایمان تھا۔ جب ان آیات کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مکہ کی گلیوں، بازاروں میں ان کی تلاوت شروع کر دی تو قریش کے کچھ لوگوں نے ان سے کہا کہ اسی کو اپنے اور تمھارے درمیان طے کرتے ہیں، تمھارے نبی کا دعویٰ ہے کہ

---

① مسند أحمد :276/1. ② جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة الروم، حديث:3193 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، سورة الروم :426/6، حديث :11389.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

چند سالوں میں رومی ایرانیوں پر غالب آ جائیں گے تو کیا اس بات پر ہم آپ سے شرط نہ لگا لیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: کیوں نہیں۔ لیکن یاد رہے یہ بات شرط کے حرام ہونے سے قبل کی ہے۔

الغرض! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور مشرکین نے آپس میں شرط رکھ لی، پھر انھوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ﴿ بِضْعِ ﴾ کا لفظ تو تین سے نو تک کے لیے استعمال ہوتا ہے؟ لہٰذا آپ ان میں سے کسی ایک متوسط کا نام لے کر اسے متعین کر دیں! تاہم اس طرح چھ سال کی مدت کا تعین کر لیا گیا۔ راوی کا بیان ہے کہ چھ سال گزر گئے اور رومی غالب نہ آئے تو انھوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بطور شرط رکھے ہوئے مال کو لے لیا، پھر جب ساتواں سال شروع ہوا تو رومی ایرانیوں پر غالب آ گئے اور چھ سال کی مدت کے تعین کی وجہ سے مسلمانوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو ﴿ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۬ۀ ﴾ کے الفاظ استعمال فرمائے تھے، بہر حال ساتویں سال رومیوں کے غلبے کو دیکھ کر بہت سے لوگ قرآن مجید کی اس پیش گوئی کی صداقت کی وجہ سے مسلمان ہو گئے تھے۔[1] امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو بیان کیا اور حسن صحیح قرار دیا ہے۔

اب ہم ان آیات کریمہ کے الفاظ کے بارے میں بحث کرتے ہیں: ﴿ الٓمّٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ ﴾ حروف مقطعات کے بارے میں کئی سورتوں کے آغاز خصوصاً سورۂ بقرہ کی ابتدا میں بیان کیا جا چکا ہے۔

رومی کون ہیں؟ جہاں تک رومیوں کا تعلق ہے تو وہ عیص بن اسحاق بن ابراہیم کی نسل سے ہیں، یعنی یہ بنی اسرائیل کے چچا زاد بھائی ہیں، انھیں بنو اصفر بھی کہا جاتا ہے۔ یہ یونانیوں کے دین پر تھے۔ اور یونانی یافث بن نوح کی نسل سے ہیں اور ترکوں کے چچا زاد بھائی ہیں۔ یہ لوگ سات کواکبِ سیارگاں کی عبادت کرتے تھے جنھیں متحیرہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ قطبِ شمالی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ انھوں نے دمشق کی بنیاد رکھی اور وہاں معبد تعمیر کیا تھا جس میں شمالی جانب کئی محراب بنائے گئے تھے۔ رومی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے قریباً تین سو سال بعد اپنے دین پر تھے۔

امانت کبیرہ یا خیانت کبیرہ......؟ رومیوں میں سے جو شام اور الجزیرہ کا بادشاہ بنا وہ قیصر کہلایا، ان میں سے سب سے پہلے جس بادشاہ نے عیسائیت کو اختیار کیا، وہ قسطنطین بن قسطس تھا، اور اس کی ماں کا نام مریم ہیلانیہ شدقانیہ تھا۔ اور اس کا تعلق سرزمین حران سے تھا اور وہ قسطنطین سے بھی پہلے دین عیسائیت میں داخل ہو چکی تھی اور اسی نے اس کو عیسائیت قبول کرنے کی دعوت دی۔ وہ پہلے فلسفی تھا، اس نے ماں کی بات کو تسلیم کر لیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے تَقِیّہ کے طور پر تسلیم کیا تھا، عیسائی اس کی وجہ سے متحد و مجتمع ہوئے اور انھوں نے اسی کے دور میں عبداللہ بن اَریوس کے ساتھ مناظرہ کیا تھا اور انھوں نے آپس میں بہت زیادہ اختلاف کا اظہار کیا کہ ان کا کسی نکتے پر بھی اتفاق نہیں تھا، البتہ ان کی جماعت میں سے تین سو اٹھارہ پادری جمع ہوئے اور انھوں نے قسطنطین کے لیے عقیدہ وضع کیا اور اسی عقیدے کو یہ لوگ ''امانت کبیرہ''[2] سے موسوم کرتے ہیں، حالانکہ

---

[1] جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة الروم، حدیث: 3194 . [2] تفصیل کے لیے دیکھیے النسآء، آیت: 171 کے ذیل میں عنوان: ''عیسائیوں کے فرقے''

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

یہ نہایت گھٹیا خیانت ہے۔ انھی پادریوں نے قسطنطین کے لیے قوانین بھی وضع کیے اور کتب احکام مرتب کیں جن میں حرام و حلال اور ضرورت کے دیگر مسائل بیان کیے گئے تھے۔

عیسائیوں کی عیدیں اور ان کے کئی ایک فرقے: الغرض! انھوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے دین کو مکمل طور پر تبدیل کر دیا۔ اس میں انھوں نے اپنی طرف سے بہت سے اضافے بھی کیے اور بہت سی چیزوں کو اس سے نکال بھی دیا، انھوں نے (بیت المقدس کے) مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنی شروع کر دی، ہفتے کے دن کے بجائے اتوار کا دن اختیار کر لیا، صلیب کی پوجا شروع کر دی، خنزیر کو حلال قرار دے دیا، اپنے طور پر کئی عیدیں ایجاد کر لیں، مثلاً: عید صلیب، عید قُدّاس، عید غِطاس، شعانین اور باعوث وغیرہ۔[1] قسطنطین کے لیے انھوں نے ایک دروازہ بنا دیا کیونکہ اس وقت ان سب میں سے اس کا مقام بڑا تھا، پھر بتارکہ کا درجہ تھا، پھر مَطارِنہ کا، پھر اُسقُفوں کا، پھر قسیسین کا، پھر شَمامِسہ کا، اس طرح انھوں نے رہبانیت کی بدعت کو بھی ایجاد کیا، بادشاہ نے ان کے لیے کنیسے اور معبد بنوا دیے اور اس نے اس شہر کی بنیاد بھی رکھی جو اس کی طرف منسوب ہے، یعنی قسطنطنیہ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے اپنے دور میں بارہ ہزار کنیسے بنوائے تھے، نیز اس نے بیت اللحم بھی بنوایا جس کے تین محراب تھے اور اس کی ماں نے قُمامہ بنوایا، عیسائیوں کا یہ فرقہ مَلکِیّہ کہلاتا ہے، یعنی وہ فرقہ جو بادشاہ کے دین پر ہے۔

ان کے بعد فرقۂ یعقوبیہ پیدا ہوا، یہ لوگ یعقوب اِسکاف کے پیروکار تھے، پھر نَسطُورِیّہ فرقہ پیدا ہوا جو نسطورا کے ماننے والے تھے۔ الغرض! عیسائیوں کے بہت سے فرقے اور بہت سی جماعتیں ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: [اِفْتَرَقُوا عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَ سَبْعِینَ (فِرْقَةً)] ''یہ لوگ بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔''[2] بہر حال ان لوگوں نے نصرانیت کو اختیار کیے رکھا، جب کوئی قیصر فوت ہو جاتا تو اس کی جگہ کوئی دوسرا قیصر لے لیتا حتی کہ ان کا آخری قیصر ہرقل تھا جو بہت عقل مند، انتہائی بارعب اور مدبر بادشاہ، بہت عمیق غور و فکر کرنے والا اور صائب الرائے شخص تھا اور بہت عظیم اور بے حد وسیع و عریض سلطنت کا مالک تھا مگر کسریٰ جو ایران اور دیگر تمام ممالک، مثلاً: عراق، خراسان، رَے اور تمام عجمی ممالک کا بادشاہ تھا، وہ اس کا دشمن ہو گیا، اس کا نام سابور تھا جو بہت طاقت ور اور مضبوط تھا اور اس کی مملکت قیصر کی مملکت سے بھی بڑی تھی، اس میں عجم کی سرداری اور فارسیوں کی حماقت جمع تھی اور وہ لوگ مجوس تھے جو آگ کی پوجا کرتے تھے۔

قیصر، کسریٰ پر کس طرح غالب آیا؟ قبل ازیں عکرمہ کی روایت کو بیان کیا جا چکا ہے کہ کسریٰ نے قیصر کی طرف اپنے کمانڈر اور لشکر بھیجے جنھوں نے اس سے لڑائی کی اور زیادہ مشہور بات یہ ہے کہ کسریٰ نے خود اپنی فوجوں کی قیادت کی تھی،

---

[1] قُدّاس: نصاریٰ کے ہاں روٹی اور شراب پر مخصوص الفاظ کے ساتھ دُعا پڑھنا۔ غِطاس: نصرانیوں کے ہاں بچے کی مقدس پانی (معمودیہ) سے تطہیر کی تقریب۔ شَعانین: نصاریٰ کی عید فصح سے پہلے آنے والے اتوار کے دن عید جس میں عیسیٰ علیہ السلام کے بیت المقدس میں داخل ہونے کی یاد منائی جاتی ہے۔ باعوث: نصرانیوں کے ہاں بارش کے لیے دُعا کی تقریب۔ [2] سنن أبي داود، السنة، باب شرح السنة، حدیث: 4597 و مسند أحمد: 102/4 عن معاویة رضی اللہ عنہ اور قوسین والا لفظ سنن أبي داود، السنة، باب شرح السنة، حدیث: 4596 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ کے مطابق ہے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

انھوں نے قیصر کو مغلوب کر دیا، اس کے سارے شہروں پر قبضہ کر لیا حتی کہ قیصر کے پاس صرف قسطنطنیہ کا شہر رہ گیا، کسریٰ نے اس شہر کا بھی طویل عرصے تک محاصرہ کیے رکھا اور قیصر کو بہت مشکل میں مبتلا کر دیا، نصاریٰ اس شہر کی بے حد تعظیم کرتے تھے، کسریٰ طویل محاصرے کے باوجود اس شہر کو فتح نہ کر سکا، شہر کی مضبوطی کی وجہ سے اسے فتح کرنا اُس کے لیے ممکن نہ ہوا کیونکہ اس شہر کا نصف حصہ خشکی کی طرف اور نصف دریا کی طرف تھا۔ دریا کی طرف سے ان کو اشیائے خورد و نوش اور مدد مل جاتی تھی، جب محاصرہ بہت طویل ہو گیا تو قیصر نے ایک تدبیر اختیار کی اور کسریٰ کو دھوکا دینے کا ایک پروگرام بنایا اور وہ یہ کہ اس نے کسریٰ کو پیشکش کی کہ تم میرے ملک سے چلے جاؤ اور اس کے عوض جس قدر چاہو مال لے کر صلح کر لو، کسریٰ نے اس پیشکش کو قبول کر لیا اور قیصر سے بے حد و حساب مال و دولت کا مطالبہ کیا، اس نے اس قدر سونے، جواہرات کا خزانہ، پوشاکوں، لونڈیوں، خادموں اور دیگر انواع و اقسام کے مال و دولت کا مطالبہ کیا کہ جسے دنیا کا کوئی بادشاہ بھی پورا نہ کر سکتا تھا۔ قیصر نے اس کے مطالبے کو مان لیا اور تاثر یہ دیا کہ اس کے پاس یہ سب کچھ موجود ہے جس کا وہ مطالبہ کر رہا ہے اور اس کے اس مطالبے کے سلسلے میں اس نے اس کی عقل کا کم ہونا سمجھ لیا تھا، حالانکہ صورت حال یہ تھی کہ کسریٰ نے اس قدر زبردست مال و دولت کا مطالبہ کیا تھا کہ اکیلے قیصر کے لیے اسے پورا کرنا تو کجا قیصر و کسریٰ دونوں مل کر اس کے عُشرِ عَشِیر کو بھی جمع نہیں کر سکتے تھے۔ قیصر نے کسریٰ سے کہا کہ وہ اسے مہلت دے تاکہ وہ بلادِ شام اور اپنے ملک کے دوسرے علاقوں میں جا کر اپنے خزانوں، ذخیروں اور گوداموں سے مطلوبہ اشیاء کو جمع کر سکے، کسریٰ نے اسے قسطنطنیہ سے نکلنے کی اجازت دے دی۔

قیصر نے جب شہر قسطنطنیہ سے باہر نکلنے کا ارادہ کیا تو اس نے اپنی ملت کو جمع کیا اور کہا کہ میں ایک اہم مشن کے لیے جسے میں نے خوب سوچ سمجھ کر ترتیب دیا ہے، اپنی فوج کے ایک دستے کے ساتھ باہر نکل رہا ہوں، اگر ایک سال سے پہلے میں لوٹ آیا تو میں ہی تمھارا بادشاہ ہوں اور اگر ایک سال سے پہلے نہ لوٹوں تو تمھیں اختیار ہے کہ اگر چاہو تو میری بیعت کو باقی رکھو اور اگر چاہو تو میرے علاوہ کسی اور کو اپنا بادشاہ بنا لو، انھوں نے جواب دیا کہ جب تک آپ زندہ ہیں آپ ہی ہمارے بادشاہ ہیں، خواہ آپ دس سال تک غائب رہیں، بہر حال جب وہ قسطنطنیہ سے نکلا تو وہ متوسط درجے کے ایک گھڑسوار لشکر کی حفاظت میں نکلا اور کسریٰ اس کی واپسی کے انتظار میں قسطنطنیہ ہی کے پاس خیمہ زن رہا۔

ادھر قیصر تیز رفتار سواریوں پر سوار ہو کر بہت جلد ایران پہنچ گیا اور وہاں پہنچ کر اس نے قتل و غارت کا بازار خوب گرم کیا، مردوں خصوصاً جنگ کے قابل لوگوں کو چن چن کر قتل کرنا شروع کر دیا حتی کہ وہ لوگوں کو قتل کرتے کرتے مدائن تک پہنچ گیا جو کسریٰ کا دار الحکومت تھا، اس نے وہاں کے سب لوگوں کو قتل کر دیا، ان کے سارے مال و دولت کو چھین لیا، عورتوں اور حرم سراؤں کو قیدی بنا لیا، کسریٰ کے بیٹے کے سر کو مونڈ کر اسے گدھے پر سوار کرایا اور اسے اس کی قوم کے دیگر قیدیوں کے ساتھ نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ کسریٰ کی طرف بھیج دیا اور اسے لکھا کہ یہ ہے وہ جس کا تم نے مطالبہ کیا تھا، لہٰذا اسے لے لو، جب کسریٰ کے پاس یہ خبر پہنچی تو اسے ایسا شدید ترین غم لاحق ہوا جسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، اس سے روم کے بارے میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس کی دشمنی میں اور اضافہ ہوگیا اور اس نے ہر ممکن طریقے سے محاصرے کو مضبوط کرنا چاہا مگر وہ ایسا نہ کر سکا اور جب وہ عاجز و قاصر آ گیا تو اس نے دریائے جیحون کی طرف سے آنے والے راستے پر قبضے کا پروگرام بنایا کیونکہ اس راستے کے بغیر قیصر کے لیے قسطنطنیہ تک پہنچنے کا اور کوئی راستہ ہی نہ تھا۔

قیصر کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے ایسی زبردست چال چلی کہ ایسی چال آج تک کسی نے نہ چلی تھی اور وہ یہ کہ اس نے اپنے لشکر اور اس مال واسباب کو جو اس کے ہمراہ تھا، دریا کے دہانے پر روک دیا اور خود کچھ لشکر کے ہمراہ روانہ ہوگیا اور اس نے حکم دیا کہ پتوں اور اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کی مینگنیوں سے بھرے ہوئے بورے جانوروں پر لاد دیے جائیں اور وہ بالائی علاقے کی طرف جاتے ہوئے پانی سے ایک دن کی مسافت کے فاصلے سے گزرا، اس نے حکم دیا کہ ان بھرے ہوئے بوروں کو دریا میں گرا دیا جائے اور جب یہ بورے کسریٰ اور اس کے لشکر کے پاس سے گزرے تو انھوں نے سمجھا کہ وہ یہاں سے دریا میں داخل ہوئے ہیں، لہٰذا انھوں نے ان کی تلاش میں ادھر کا رخ کیا اور اس طرح دریا کا دہانہ شہ سواروں سے خالی ہوگیا اور قیصر نے اس طرف کا رخ کیا اور اپنے لشکر کو حکم دیا کہ وہ جلدی کریں اور برق رفتاری سے دریا کو عبور کر لیں اور اس طرح وہ کسریٰ اور اس کے لشکر سے بچ کر قسطنطنیہ میں داخل ہونے میں کامیاب ہوگئے، نصاریٰ کے نزدیک یہ بہت اہمیت کا حامل دن تھا۔

کسریٰ اور اس کا لشکر حیران و ششدر رہ گیا، انھیں کچھ سمجھ نہ آ رہی تھی کہ وہ کیا کریں، وہ قیصر کے ملک پر قبضہ نہ کر سکے جبکہ رومیوں نے ان کے ملک کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا تھا، ان کے مال و دولت کو چھین لیا تھا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا تھا اور اس طرح رومی ایرانیوں پر غالب آ گئے تھے اور ایرانیوں کے رومیوں کو مغلوب کرنے کے نو سال بعد پانسہ پلٹا تھا۔ ایرانیوں اور رومیوں کے درمیان ہونے والا وہ معرکہ جس میں رومی مغلوب ہو گئے تھے اَذرِعات اور بصریٰ کے مابین پیش آیا تھا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ اور دیگر اہل علم نے بیان کیا ہے۔[1] اور یہ شام کا وہ علاقہ ہے جو حجاز کے ساتھ ملتا ہے، مجاہد کہتے ہیں کہ یہ واقعہ الجزیرہ میں پیش آیا تھا اور یہ روم کا ایران کے سب سے قریب علاقہ ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ ﴾ ''(اس سے) پہلے بھی اور (اس کے) بعد بھی اللہ ہی کے لیے حکم ہے۔'' یعنی اس سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی اللہ تعالیٰ ہی کا حکم جاری و ساری رہے گا۔ جب قبل اور بعد کو اضافت یا نسبت سے قطع کر دیا جائے اور ان دونوں کا مضاف الیہ محذوف مگر نیت میں موجود ہو تو یہ مبنی علی الضم (ـُ) ہوتے ہیں (ان پر تنوین کے بغیر پیش آتا ہے۔) ﴿ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ بِنَصْرِ اللّٰهِ ﴾ ''اور اس روز مومن خوش ہو جائیں گے (یعنی) اللہ کی مدد سے۔'' جو رومیوں، یعنی شام کے بادشاہ قیصر کے ساتھیوں کو ایرانیوں، یعنی کسریٰ کے ساتھیوں پر جو کہ مجوسی ہیں حاصل ہوگی۔ رومیوں کو ایرانیوں پر نصرت غزوۂ بدر کے دن حاصل ہوئی تھی اور یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، ثوری، سُدی اور بہت سے علماء کا قول ہے اور اس حدیث میں ہے جسے امام ترمذی، ابن جریر، ابن ابوحاتم اور بزار نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے

[1] تفسیر الطبری:21/22-27 و تفسیر ابن أبی حاتم:9/3087.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بیان کیا ہے کہ جب بدر کا دن تھا تو رومی ایرانیوں پر غالب آ گئے تھے اور اس سے مومنوں کو بہت خوشی ہوئی تھی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: ﴿ وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ ④ بِنَصْرِ اللَّهِ ۚ يَنصُرُ مَن يَشَاءُ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ⑤ ﴾ ''اور اس روز مومن خوش ہو جائیں گے (یعنی) اللہ کی مدد سے، وہ جسے چاہتا ہے مدد دیتا ہے اور وہ نہایت غالب، بڑا مہربان ہے۔''[1]

امام ابن ابوحاتم نے زبیر کلابی سے روایت کیا ہے کہ میں نے ایرانیوں کا رومیوں پر غلبہ دیکھا، پھر رومیوں کا ایرانیوں پر غلبہ دیکھا، پھر دیکھا کہ مسلمانوں نے ایرانیوں اور رومیوں دونوں پر غلبہ حاصل کر لیا۔ اور یہ سارے واقعات پندرہ سال کے اندر رونما ہوئے تھے۔[2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَهُوَ الْعَزِيزُ ﴾ ''اور وہ نہایت غالب ہے۔'' اپنے دشمنوں پر فتح پانے اور ان سے انتقام لینے میں، ﴿ الرَّحِيمُ ⑤ ﴾ ''بڑا مہربان ہے۔'' اپنے مومن بندوں پر۔ ﴿ وَعْدَ اللَّهِ ۖ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ وَعْدَهُ ﴾ ''(یہ) اللہ کا وعدہ (ہے) اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔'' یعنی اے محمد (ﷺ!) یہ خبر جو ہم نے آپ کو دی ہے کہ ہم رومیوں کو ایرانیوں پر غالب کر دیں گے تو یہ اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے اور سچی خبر ہے جو کبھی غلط نہیں ہو سکتی، لہٰذا ایسا ضرور ہو کر رہے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ لڑائی کرنے والی دو جماعتوں میں سے جو حق کے زیادہ قریب ہو وہ ان کی مدد فرماتا ہے اور ان کے انجام کو اچھا کر دیتا ہے۔ ﴿ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ⑥ ﴾ ''اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' یعنی وہ اس کائنات میں کارفرما اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کے محکم اور عدل کے مطابق جاری افعال کو نہیں جانتے۔

دنیاداری میں سپیشلسٹ اور دینی امور میں صفر! اور فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غَافِلُونَ ⑦ ﴾ ''یہ تو دنیا کی ظاہری زندگی کو جانتے ہیں اور آخرت (کی طرف) سے غافل ہیں۔'' یعنی اکثر لوگوں کو دنیا، دنیا کی دولت، اس کے حالات اور دنیا میں موجود اشیاء کا تو علم ہے اور وہ دنیا کمانے اور اس کے حاصل کرنے میں تو بڑے ماہر اور عقل مند ہیں مگر امورِ دین اور آخرت میں نفع دینے والے کاموں سے اس قدر غافل ہیں کہ انھیں اس کی قطعاً کوئی فکر ہی نہیں ہے۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ واللہ! کئی شخص دنیاداری میں اس قدر ماہر ہوتے ہیں کہ وہ اگر چاہیں تو ناخن پر درہم رکھ کر اس کا وزن بتا دیں مگر انھیں اچھے طریقے سے نماز پڑھنی نہیں آتی۔[3] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مذکورہ بالا آیت کریمہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ کافر دنیا اور اس کے ساز و سامان کے بارے میں تو بہت کچھ جانتے ہیں مگر امور دین کے بارے میں یہ جاہل ہیں۔[4]

---

① جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة الروم، حديث :3192 و تفسير الطبری:26/21 و تفسير ابن أبی حاتم:3087,3086/9 . ② تفسير ابن أبی حاتم:3087/9 . ③ تفسير ابن أبی حاتم:3088/9 . ④ تفسير الطبری: 29/21 .

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اَوَلَمْ یَتَفَكَّرُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ ۫ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ

کیا انھوں نے اپنے دلوں میں غور وفکر نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے صرف حق کے ساتھ اور مقرر وقت

مُّسَمًّى ؕ وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ⑧ اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ

کے لیے پیدا کیا ہے۔ اور بلاشبہ اکثر لوگ اپنے رب کی ملاقات ہی کے منکر ہیں⑧ کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں، پھر وہ دیکھتے کہ ان

فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا

لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے۔ وہ ان سے قوت میں بہت زیادہ تھے، اور انھوں نے زمین کو (اس سے زیادہ) جوتا بویا اور جتنا اُنھوں

الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ ؕ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیَظْلِمَهُمْ

نے زمین کو آباد کیا تھا اتنا انھوں نے آباد نہیں کیا ہے، اور ان کے رسول ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے، پھر اللہ (ایسا) نہ تھا کہ ان پر ظلم

وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ⑨ ؕ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰی اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ

کرتا، اور لیکن وہ (خود ہی) اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے⑨ پھر جن لوگوں نے برے کام کیے تھے ان کا انجام بھی برا ہی ہوا، اس لیے کہ انھوں نے اللہ

ع 1 10 4 اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا یَسْتَهْزِءُوْنَ ⑩ ع

کی آیتوں کو جھٹلایا تھا، اور وہ ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے⑩

تفسیر آیات: 8-10

توحید کے دلائل: اللہ تعالیٰ نے متنبہ فرمایا ہے کہ اس کی مخلوقات کے بارے میں غور کیا جائے کیونکہ وہ اس ذات پاک کے معبود ہونے کی دلیل ہیں، نیز اس بات کی بھی دلیل ہیں کہ صرف اسی نے انھیں پیدا فرمایا ہے اور اس کے سوا کوئی معبود اور پروردگار نہیں ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَوَلَمْ یَتَفَكَّرُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ ۫ ﴾ ''کیا انھوں نے اپنے نفسوں میں غور نہیں کیا؟'' یعنی انھوں نے کیا اس بارے میں کبھی غور وفکر نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے عالم علوی وسفلی اور ان کے مابین انواع واقسام کی مخلوقات اور مختلف اجناس کی بے شمار اشیاء کو پیدا فرمایا ہے تاکہ انھیں معلوم ہو کہ یہ کائنات عبث اور باطل نہیں پیدا کی گئی بلکہ اسے حق کے ساتھ اور ایک مدت مقررہ، یعنی روز قیامت تک کے لیے پیدا کیا گیا ہے، ﴿ وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ⑧ ﴾ ''اور یقیناً بہت سے لوگ اپنے پروردگار سے ملنے کے منکر ہیں۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس کے رسول سچے اور انھوں نے اس کی طرف سے جو پیغام پہنچایا وہ حق ہے اور اللہ تعالیٰ نے معجزات اور واضح دلائل کے ساتھ ان کی اس طرح مدد بھی فرمائی کہ ان کے ساتھ کفر کرنے والوں کو ہلاک کر دیا اور ایمان لانے والوں کو نجات عطا فرمادی۔ ﴿ اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ ﴾ ''کیا وہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں؟'' اگر یہ لوگ اپنے فہم، عقل اور نظر وفکر سے کام لیتے اور گزشتہ لوگوں کے حالات کو سنتے ﴿ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ﴾ ''تو دیکھ لیتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے اُن کا انجام کیسا ہوا، وہ ان سے قوت میں زیادہ سخت تھے۔''

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اقوام رفتہ مال ومنال میں کہیں بڑھ کر تھیں: یعنی گزشتہ اقوام اور سابقہ صدیوں کے لوگ تم سے زور وقوت میں کہیں بڑھ کر تھے، اے لوگو! جن کی طرف حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا گیا ہے، ان کے اموال واولاد بھی تم سے زیادہ تھے، ان کے مقابلے میں تمھیں تو دنیوی اموال واسباب کا عشر عشیر بھی نہیں ملا، انھیں دنیا میں اس طرح دسترس دی گئی تھی جو تمھیں نہیں دی گئی، انھیں بہت طویل عمریں بھی عطا کی گئی تھیں، لہٰذا انھوں نے تمھاری نسبت دنیا کو زیادہ آباد کیے رکھا اور دنیا سے زیادہ فائدہ اٹھایا لیکن ان کے پاس ان کے رسول جب روشن دلائل لے کر آئے تو وہ اپنی اس دنیا ہی پر نازاں تھے جو انھیں دی گئی تھی، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کے گناہوں کی پاداش میں پکڑ لیا، پھر انھیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہ تھا، ان کے اموال واولاد بھی انھیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچا سکے، ذرہ بھر بھی عذاب کو ان سے ٹال نہ سکے اور عذاب میں مبتلا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا، ﴿ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ ﴾ ''بلکہ وہی اپنے نفسوں پر ظلم کرتے تھے۔'' یعنی یہ عذاب انھیں اپنی ہی طرف سے پہنچا ہے، اس لیے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کی اور ان کے ساتھ استہزا کیا، لہٰذا یہ عذاب انھیں ان کے اپنے گناہوں اور اپنی تکذیب کے سبب پہنچا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوا السُّوْۗآٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ ﴾ ''پھر جن لوگوں نے برائی کی ان کا انجام بہت ہی برا ہوا، اس لیے کہ وہ اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے اور ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ ﴾ (الأنعام 110:6) ''اور ہم ان کے دلوں اور ان کی آنکھوں کو پھیر دیں گے (تو) جیسے یہ اس (قرآن) پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے (تو یہ پھر بھی نہ لائیں گے) اور اُن کو چھوڑ دیں گے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے پھریں۔'' اور فرمایا: ﴿ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۭ ﴾ (الصف 5:61) ''پس جب ان لوگوں نے کج روی کی تو اللہ نے بھی ان کے دل ٹیڑھے کر دیے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ۭ ﴾ (المآئدة 49:5) ''پھر اگر وہ پھر جائیں تو آپ جان لیں کہ اللہ چاہتا ہے کہ ان کے بعض گناہوں کے سبب اُن پر مصیبت نازل کرے۔'' بنا بریں ﴿ السُّوْۗآٰى ﴾، ﴿ اَسَاۗءُوا ﴾ کا مفعول ہو کر منصوب ہوگا۔

اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ﴿ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوا السُّوْۗآٰى ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ برائی ان کا انجام ہوئی، اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کرتے اور ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے، اس معنی کی رو سے ﴿ السُّوْۗآٰى ﴾، ﴿ كَانَ ﴾ کی خبر ہو کر منصوب ہوگا۔[1] یہ امام ابن جریر رحمہ اللہ کی توجیہ ہے اور اسے انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور امام قتادہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے۔[2] امام ابن ابو حاتم نے بھی اسے ان دونوں سے اور ضحاک بن مزاحم سے روایت کیا ہے اور ﴿ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ ﴾ کے الفاظ سے بھی بظاہر اسی طرح معلوم ہو رہا ہے۔[3] وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

---

① ملحوظہ: ﴿ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوا السُّوْۗآٰى ﴾ کی نحوی ترکیب کا اضافہ تفسیر ابن کثیر کے مفصل نسخے سے کیا گیا ہے۔

② تفسير الطبري: 32,31/21 وتفسير ابن أبي حاتم: 3088/9. ③ تفسير ابن أبي حاتم: 3088/9.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰهُ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ⑪ وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یُبْلِسُ

اللہ ہی پہلی بار مخلوق کو پیدا کرتا ہے، پھر وہی اسے لوٹائے گا، پھر اسی کی طرف تمھیں لوٹایا جائے گا⑪ اور جس دن قیامت قائم ہوگی (تو)

الْمُجْرِمُوْنَ ⑫ وَلَمْ یَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآىِٕهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآىِٕهِمْ كٰفِرِیْنَ ⑬ وَیَوْمَ

مجرم لوگ سخت مایوس ہوں گے⑫ اور ان کے شریکوں (معبودوں) میں سے کوئی ان کا سفارشی نہیں ہوگا اور وہ خود بھی اپنے شریکوں کے منکر

تَقُوْمُ السَّاعَةُ یَوْمَىِٕذٍ یَّتَفَرَّقُوْنَ ⑭ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِیْ

ہوجائیں گے⑬ اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن لوگ (مومن اور کافر) الگ الگ ہوجائیں گے⑭ پھر جو لوگ ایمان لائے اور انھوں

رَوْضَةٍ یُّحْبَرُوْنَ ⑮ وَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓىِٕكَ فِی

نے نیک عمل کیے، تو وہ باغ (بہشت) میں خوش وخرم ہوں گے⑮ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا، تو وہ

الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ⑯

عذاب میں حاضر رکھے جائیں گے⑯

تفسیر آیات: 11-16

خلقت کی دوبارہ آفرینش اور مجرموں کی مایوسی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَللّٰهُ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ ﴾ ''اللہ ہی خلقت کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر وہی اسے لوٹائے گا۔'' یعنی جس طرح وہ اسے پہلی بار پیدا کرنے پر قادر ہے، اسی طرح اُسے دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قدرت حاصل ہے، ﴿ ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ⑪ ﴾ ''پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔'' یعنی قیامت کے دن جب وہ ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا، پھر فرمایا: ﴿ وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ⑫ ﴾ ''اور جس دن قیامت برپا ہوگی، گناہ گار نا امید ہوجائیں گے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے معنی یہی بیان کیے ہیں کہ گناہ گار ناامید ہوجائیں گے۔[1] اور امام مجاہد نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ گناہ گار رذلیل ورسوا ہوجائیں گے اور دوسری روایت کے مطابق گناہ گار افسردہ وغمگین ہوجائیں گے۔[2]

سفارش اور خود ساختہ شریک: ﴿ وَلَمْ یَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآىِٕهِمْ شُفَعٰٓؤُا ﴾ ''اور ان کے (بنائے ہوئے) شریکوں میں سے کوئی ان کا سفارشی نہ ہوگا۔'' یعنی ان کے وہ معبودان کی سفارش نہیں کریں گے جن کی اللہ کے سوا یہ عبادت کیا کرتے تھے، وہ ان کا انکار کردیں گے اور اس وقت ان کے ساتھ دھوکا کریں گے جب انھیں ان کی شدید ضرورت ہوگی، پھر ارشاد فرمایا: ﴿ وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یَوْمَىِٕذٍ یَّتَفَرَّقُوْنَ ⑭ ﴾ ''اور جس دن قیامت برپا ہوگی اس روز وہ (کافر اور مومن) الگ الگ ہوجائیں گے۔'' امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! جدائی کا یہ وہ وقت ہوگا کہ جس کے بعد یہ کبھی جمع نہ ہوں گے۔[3] یعنی جب ایک کو علیین تک بلند کردیا جائے گا اور دوسرے کو جہنم میں بہت ہی پست مقام کی طرف دھکیل دیا جائے گا تو یہ ان کی

[1] تفسیر ابن أبي حاتم:3088/9. [2] تفسیر الطبري:33/21 و تفسیر ابن أبي حاتم:3089,3088/9. [3] تفسیر الطبري:34/21 و تفسیر ابن أبي حاتم:3089/9.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

فَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ حِیۡنَ تُمۡسُوۡنَ وَحِیۡنَ تُصۡبِحُوۡنَ ﴿17﴾ وَلَهُ الۡحَمۡدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ

پس تم اللہ کی تسبیح (پاکی بیان) کرو جب تم شام کرو اور جب تم صبح کرو⑰ اور آسمانوں اور زمین میں اسی کے لیے تمام حمد ہے، اور (تسبیح کرو) پچھلے پہر اور

وَعَشِیًّا وَّحِیۡنَ تُظۡهِرُوۡنَ ﴿18﴾ یُخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَیِّتِ وَیُخۡرِجُ الۡمَیِّتَ مِنَ الۡحَیِّ وَیُحۡیِ

جب تم ظہر کے وقت میں داخل ہو⑱ وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے، اور وہی مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے، اور وہی زمین کو اس کے مردہ (ویران) ہونے کے

الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا ؕ وَكَذٰلِكَ تُخۡرَجُوۡنَ ﴿19﴾ ع 2/9/5

بعد زندہ (آباد) کرتا ہے، اور اسی طرح تمھیں بھی (زمین سے) نکالا جائے گا⑲

آخری ملاقات ہوگی، اسی لیے فرمایا: ﴿فَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمۡ فِیۡ رَوۡضَةٍ یُّحۡبَرُوۡنَ ﴿15﴾﴾ ''پس جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تو وہ (بہشت کے عالی شان) باغ میں خوش وخرم ہوں گے۔'' امام مجاہد و قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿یُّحۡبَرُوۡنَ ﴿15﴾﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ ناز و نعم میں عیش کریں گے۔[1]

تفسیر آیات:17-19

نماز پنجگانہ کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کی تسبیح بیان فرما کر اپنے بندوں کی راہنمائی فرمائی ہے کہ وہ بھی ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے ان اوقات میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کریں، یہ اوقات بھی اس کے کمالِ قدرت اور عظمتِ سلطنت پر دلالت کرتے ہیں، اوقات سے مراد ایک تو وقت شام ہے جب رات اپنے اندھیرے کے ساتھ چھا جاتی ہے اور دوسرا وقت صبح ہے، جب دن اپنے اجالے کے ساتھ جگمگا اٹھتا ہے، پھر تسبیح کی مناسبت سے تحمید کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَلَهُ الۡحَمۡدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ﴾ ''اور آسمانوں اور زمین میں اسی کی تعریف ہے۔'' یعنی آسمانوں اور زمین میں اس نے جو پیدا فرمایا، اس کی وجہ سے وہ قابل تعریف ہے، پھر فرمایا: ﴿وَعَشِیًّا وَّحِیۡنَ تُظۡهِرُوۡنَ ﴿18﴾﴾ ''اور تیسرے پہر بھی اور جب تم ظہر کرو (اُس وقت بھی نماز پڑھا کرو۔)'' عشاء سے مراد شدید تاریکی ہے جبکہ ظہر شدید روشنی کا وقت ہے۔ پس پاک ہے وہ ذات جس نے تاریکی کو پیدا فرمایا اور روشنی کو بھی جو صبح کو رات کے اندھیرے سے پھاڑ کر نکالنے والا اور رات کو پرسکون بنانے والا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۙ﴿3﴾ وَالَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰهَا ۙ﴿4﴾﴾ (الشمس 91:3,4) ''اور (قسم ہے) دن کی جب وہ اس (سورج) کو ظاہر کردے اور رات کی جب وہ اس (سورج) کو چھپا لے۔'' اور فرمایا: ﴿وَالَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰی ۙ﴿1﴾ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰی ۙ﴿2﴾﴾ (اللیل 92:1,2) ''رات کی قسم جب (دن کو) چھپا لے اور دن کی (قسم) جب چمک اٹھے۔''

اور فرمایا: ﴿وَالضُّحٰی ۙ﴿1﴾ وَالَّیۡلِ اِذَا سَجٰی ۙ﴿2﴾﴾ (الضحٰی 93:1,2) ''چڑھتے دن کی قسم اور رات کی جب وہ چھا جائے۔''

اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات کریمہ ہیں۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿یُخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَیِّتِ وَیُخۡرِجُ الۡمَیِّتَ مِنَ الۡحَیِّ﴾ ''وہی زندہ کو مردہ سے نکالتا اور وہی مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔'' یعنی اسے اس بات پر قدرت حاصل ہے کہ وہ متضاد

[1] تفسیر الطبری: 21/34,35 و تفسیر ابن أبی حاتم: 9/3089.

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ⑳ وَمِنْ

اور (یہ) اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا، پھر اب تم بشر ہو (جو ہر طرف) پھیل رہے ہو⑳ اور (یہ بھی) اس کی نشانیوں میں

اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً

سے ہے کہ اس نے تمھارے لیے تمھاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو، اور اس نے تمھارے درمیان محبت اور رحمت

وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ㉑

پیدا کر دی، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے عظیم نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں㉑

اشیاء کو پیدا فرماتا ہے اور مذکورہ بالا آیات کریمہ جن کا حوالہ دیا گیا، سب اسی اسلوب کی ہیں کہ ان میں اللہ تعالیٰ نے اشیاء اور ان کے اضداد کی تخلیق کا ذکر فرمایا ہے تاکہ معلوم ہو کہ خلق کے بارے میں اسے کمالِ قدرت حاصل ہے، اسی قبیل سے یہ بات بھی ہے کہ وہ ذات پاک اس بات پر قادر ہے کہ وہ نبات سے دانہ اور دانے سے نبات پیدا فرمائے، انڈے سے مرغی اور مرغی سے انڈا بنائے، انسان سے نطفہ اور نطفے سے انسان پیدا فرمادے اور مومن سے کافر اور کافر سے مومن کو وجود بخشے۔

زمین کی روئیدگی: اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ﴾ ''اور وہی زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ښ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ۝ وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ۝ ﴾ (یٰسٓ 34,33:36) ''اور ایک نشانی ان کے لیے مردہ زمین ہے کہ ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس میں سے اناج اُگایا، پھر یہ اس میں سے کھاتے ہیں اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے کئی باغ (پیدا) کیے اور اس میں چشمے جاری کر دیے۔''

اور فرمایا: ﴿ وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاۗءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝ ﴾ (الحج 22:5-7) ''اور (اے دیکھنے والے!) تو دیکھتا ہے (کہ ایک وقت میں) زمین خشک (پڑی ہوتی ہے)، پھر جب ہم اس پر مینہ برساتے ہیں تو وہ شاداب ہو جاتی ہے اور ابھرنے لگتی ہے اور طرح طرح کی بارونق چیزیں اُگاتی ہے، ان قدرتوں سے ظاہر ہے کہ اللہ ہی (قادر مطلق ہے جو) برحق ہے اور یہ کہ وہی مردوں کو زندہ کر دیتا ہے اور یہ کہ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں اور یہ کہ اللہ سب لوگوں کو جو قبروں میں ہیں ضرور اُٹھائے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاۗءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ ﴾ (الأعراف 57:7) ''اور وہی تو ہے جو اپنی رحمت (مینہ) سے پہلے خوش خبری دینے والی ہواؤں کو بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب وہ بھاری بھاری بادلوں کو اُٹھا لاتی ہیں تو ہم انھیں ایک مری ہوئی بستی کی طرف ہانک دیتے ہیں،

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

پھر اُن سے پانی اتارتے ہیں، پھر اس (مینہ) سے ہر طرح کے پھل پیدا کرتے ہیں، اسی طرح ہم مردوں کو (زمین سے زندہ کر کے باہر) نکال لیں گے، (یہ آیات اس لیے بیان کی جاتی ہیں) تاکہ تم نصیحت پکڑو۔'' اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ۝﴾ ''اور اسی طرح تم (دوبارہ زمین میں سے) نکالے جاؤ گے۔''

تفسیر آیات: 21,20

اللہ تعالیٰ کی نشانیاں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ ﴾ ''اور اس کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے۔'' جو اس کی عظمت اور کمال قدرت کی دلیل ہے کہ اس نے تمھارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا تھا۔ ﴿ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ۝﴾ ''پھر اب تم انسان ہو کر (جابجا) پھیل رہے ہو۔'' یعنی تمھاری اصل مٹی اور حقیر پانی ہے، پھر اس سے صورت بنائی گئی اور وہ اس طرح کہ پہلے لوتھڑا، پھر بوٹی بنی، پھر اس میں ایسی ہڈیاں بن گئیں جن کی شکل انسان کی شکل جیسی تھی، پھر ان ہڈیوں پر اللہ تعالیٰ نے گوشت چڑھا دیا، پھر اس میں روح پھونک دی اور وہ سننے اور دیکھنے والا انسان بن گیا، پھر وہ اپنی ماں کے پیٹ سے باہر آیا کہ چھوٹا بچہ تھا جس کی قوت اور حرکت بہت ضعیف تھی، پھر جیسے جیسے اس کی عمر بڑھتی گئی، اس کی قوت و حرکت مکمل ہوتی چلی گئی حتی کہ وہ اس حال کو پہنچ جاتا ہے کہ شہر اور قلعے بنانے لگتا اور اطراف و اکناف عالم میں سفر کرنے لگتا ہے حتی کہ سفر کے لیے دریاؤں اور سمندروں کی موجوں پر سوار ہونے لگتا ہے، پھر پوری دنیا میں گھومنے پھرنے لگتا ہے اور ادھر ادھر سے مال جمع کرنے لگ جاتا ہے، پھر اس میں غور و فکر، سوچ بچار اور علم و رائے کی پختگی بھی ہوتی ہے جسے ہر انسان دنیا و آخرت کے امور میں اپنے اپنے انداز سے کام میں لاتا ہے، پس پاک ہے وہ ذات جس نے ان کو وجود بخشا، زمین میں بسایا، تمام مظاہر قدرت کو ان کے تابع فرمان کر دیا اور انھیں رزق کمانے اور دولت حاصل کرنے کے لیے مختلف فنون سکھا دیے، پھر علم و فکر، حسن و قبح، دولت مندی و فقیری اور سعادت مندی و بدبختی کے اعتبار سے ان کو ایک دوسرے سے مختلف بنا دیا، اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ۝﴾ ''اور اس کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ اس نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا، پھر اب تم انسان ہو کر (جابجا) پھیل رہے ہو۔''

ایک ہی خمیر سے مختلف رنگ و نسل کے لوگوں کی تخلیق: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ خَلَقَ آدَمَ مِنْ قَبْضَةٍ قَبَضَهَا مِنْ جَمِيعِ الْأَرْضِ، فَجَاءَ بَنُو آدَمَ عَلٰى قَدْرِ الْأَرْضِ، جَاءَ مِنْهُمُ الْأَبْيَضُ وَالْأَحْمَرُ وَالْأَسْوَدُ وَبَيْنَ ذٰلِكَ، وَالْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ، وَالسَّهْلُ وَالْحَزْنُ، وَبَيْنَ ذٰلِكَ] ''بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو (مٹی کی) ایک مٹھی سے پیدا فرمایا جسے تمام زمین سے لیا تھا تو انسان زمین کے مطابق پیدا ہوئے ہیں، ان میں سے بعض کا رنگ سفید، بعض کا سرخ، بعض کا سیاہ اور بعض کا اس کے درمیان ہے، اسی طرح بعض ان میں سے ناپاک ہیں اور بعض پاک، بعض نرم ہیں اور بعض سخت اور کچھ اس کے درمیان۔''[1] اسے

[1] مسند أحمد: 400/4.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور تمھاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف بھی ہے، بلاشبہ اس میں علم والوں کے لیے عظیم

لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿22﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

نشانیاں ہیں ﴿22﴾ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے تمھارا رات اور دن کو سونا اور تمھارا اس کے فضل کو تلاش کرنا، بے شک اس میں ان لوگوں کے

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿23﴾

لیے عظیم نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں ﴿23﴾

امام ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن صحیح بھی قرار دیا ہے۔[1]

میاں بیوی کی ایک ہی جنس سے پیدائش: اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا﴾ ''اور اس کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ اس نے تمھارے لیے تمھی سے بیویاں پیدا کیں۔'' یعنی اس نے تمھاری جنس سے عورتیں پیدا کیں تاکہ وہ تمھاری بیویاں بن جائیں ﴿لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا﴾ ''تاکہ تم ان کی طرف (مائل ہوکر) آرام حاصل کرو۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا﴾ (الأعراف 189:7) ''وہی (اللہ ہی تو) ہے جس نے تمھیں ایک شخص سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو بنایا تاکہ وہ اس سے راحت حاصل کرے۔'' اس سے مراد حضرت حواء علیہا السلام ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی چھوٹی اور بائیں پسلی سے پیدا فرمایا، اگر اللہ تعالیٰ سارے انسانوں کو مرد ہی بنا دیتا اور ان کی عورتیں کسی دوسری جنس، مثلاً: جنوں یا حیوانوں سے بنا دیتا تو ان کے اور ان کی بیویوں میں یہ الفت و محبت پیدا نہیں ہوسکتی تھی جو موجودہ صورت میں ہے بلکہ بیویوں کے غیر جنس سے ہونے کی صورت میں آپس میں نفرت پیدا ہو جاتی تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی انسانوں پر بے حد و حساب رحمت ہے کہ اس نے ان کی بیویاں ان کی اپنی جنس ہی سے بنائیں، پھر ان میں مَوَدَّت اور رحمت پیدا فرما دی، مودت کے معنی محبت اور رحمت کے معنی شفقت کے ہیں، مرد عورت کو اس لیے اپنے پاس رکھتا ہے کہ اسے اس سے محبت ہوتی ہے یا وہ اسے اس شفقت کی وجہ سے تھامتا ہے کہ اس سے اس کی اولاد پیدا ہوئی ہوتی ہے یا اس لیے کہ وہ ضرورت مند ہوتی ہے کہ مرد اس پر خرچ کرے یا اس لیے کہ دونوں میں باہم الفت ہوتی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿21﴾﴾ ''جو لوگ غور و فکر کرتے ہیں ان کے لیے یقیناً ان (باتوں) میں بہت سی نشانیاں ہیں۔''

تفسیر آیات: 23,22

کرۂ ارضی پر رنگا رنگ مخلوق اور بولیاں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ﴾ ''اور اسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے۔'' جو اس کی عظیم قدرت پر دلالت کرتے ہیں ﴿خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنا۔'' یعنی

[1] سنن أبي داود، السنة، باب في القدر، حديث :4693 و جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة البقرة، حديث :2955.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ

اور (یہ بھی) اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ تمھیں ڈرانے اور امید دلانے کے لیے بجلی دکھاتا ہے، اور وہ آسمان سے پانی نازل کرتا ہے، پھر اس سے

بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿24﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ

زمین کے مردہ ہو جانے کے بعد اسے زندہ کرتا ہے، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے عظیم نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں ﴿24﴾ اور (یہ بھی) اس کی نشانیوں

وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖۗ مِّنَ الْاَرْضِ ۖۗ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿25﴾

میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں، پھر جب وہ تمھیں زمین میں سے ایک ہی بار پکارے گا تو تم یکا یک (باہر) نکل آؤ گے ﴿25﴾

بلند و بالا، وسیع و عریض اور صاف شفاف آسمانوں، ان کے کواکب و نجوم، ستاروں اور سیاروں کی روشنی، زمین اور اس کی پستی و کثافت، پھر اس کے پہاڑوں، وادیوں، دریاؤں، سمندروں، جنگلوں، حیوانوں اور درختوں کے پیدا کرنے میں بھی اس کی عظیم قدرت کی نشانیاں ہیں۔ ﴿وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ؕ﴾ ''اور تمھاری زبانوں اور رنگوں کا جدا جدا ہونا۔'' یعنی تمھاری زبانیں الگ الگ ہیں، کچھ لوگ عربی بولتے ہیں اور یہ تتر (تاتار منگول، منگولیا کے باشندے) ہیں۔ کچھ گرج (گرجی / گرجستانی، جارجین) ہیں اور کچھ رومی (سلطنت روم کے باشندے)، کچھ افرنگ (یورپ کے باشندے) ہیں اور کچھ بربر (مرّاکُش، الجزائر اور تیونس کے باشندے)، کچھ تکرُور (افریقی ملک سینگال میں رہنے والی قوم) ہیں اور کچھ حبش (حبشی، ایتھوپیا کے باشندے یا افریقہ کے باشندے)، کچھ ہنود (ہند کے رہنے والے) ہیں اور کچھ عجم، کچھ صقالبہ (روم / قسطنطنیہ کے شمالی پہاڑی علاقوں میں بلاد خزر (جنوبی روس) کے مغرب میں آباد قوم، یوکرینی، رومانی، بلغاری اور سرب وغیرہ) ہیں اور کچھ خزر (بحیرۂ قزوین / بحیرۂ کیسپین کے شمال مغرب (روس میں آباد قوم)، کچھ ارمن (آرمینیا (کوہ قاف) کے باشندے) ہیں اور کچھ کُرد (شمالی عراق، مغربی ایران اور جنوب مشرقی ترکی میں آباد قوم)، ان میں سے ہر ایک کی اپنی اپنی بولی ہے، علاوہ ازیں انسانوں کی اور بھی بہت سی مختلف زبانیں ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، اسی طرح انسانوں کے رنگ اور شکلیں صورتیں بھی مختلف ہیں، تمام اہل زمین بلکہ تمام اہل دنیا جب سے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا ہے، اس وقت سے لے کر قیامت تک ایسے ہیں کہ ہر ایک کی دو آنکھیں اور دو ابرو، ایک ناک، ایک پیشانی اور ایک منہ اور دو رخسار ہیں لیکن اس کے باوجود ان میں سے کوئی ایک دوسرے کے مشابہ نہیں ہے بلکہ دونوں میں ضرور فرق ہوگا ہیئت کے اعتبار سے یا شکل و صورت کے لحاظ سے یا انداز گفتگو کے سبب سے، دونوں میں تفاوت ضرور ہوگا، خواہ ظاہری طور پر ہو یا باطنی طور پر اور غور کرنے سے یہ فرق صاف معلوم ہو جاتا ہے۔

ہر چہرے کو اپنے اسلوب و انداز سے بنایا گیا ہے جو کسی دوسرے چہرے کے مشابہ نہیں ہے۔ اگر کچھ لوگ خوب صورتی یا بدصورتی کے کسی ایک وصف میں موافق ہو جائیں تو یقیناً اس کی دوسری صفات و خصوصیات کے اعتبار سے ان میں سے ہر ایک دوسرے سے مختلف ہوگا۔ ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿22﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ﴾ ''اہل دانش کے لیے یقیناً ان (باتوں) میں بہت سی نشانیاں ہیں اور اس کے نشانات (اور تصرفات) میں سے تمھارا

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

رات اور دن میں سونا اور اس کے فضل سے (حصہ) تلاش کرنا (بھی) ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تم میں سونے کی صفت پیدا فرما دی ہے کہ رات یا دن میں سو جاتے ہو اور نیند سے تمھیں راحت و سکون حاصل ہوتا اور اکتاہٹ و تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے، پھر اس نے تمھیں توفیق عطا فرمائی کہ خصوصاً دن کے وقت تم زمین میں پھیل جاتے، حصول رزق کے اسباب کو بروئے کار لاتے اور سفر بھی کرتے ہو اور یہ صورت نیند کی صورت سے مختلف ہے۔ ﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ﴾ ''جو لوگ سنتے ہیں ان کے لیے ان (باتوں) میں یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔''

تفسیر آیات: 25,24

بجلیاں کوندنا بھی نشانی ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمِنْ اٰیٰتِهٖ ﴾ ''اور اسی کے نشانات (وتصرفات) میں سے ہے۔'' جو اس کی عظمت پر دلالت کرتے ہیں، ﴿ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا ﴾ ''وہ تم کو خوف اور امید دلانے کے لیے بجلی دکھاتا ہے۔'' یعنی کبھی تو تم بجلی کے بعد برسنے والی تباہ کن بارشوں اور نقصان پہنچانے والی کڑک سے ڈرتے ہو اور کبھی بجلی کی چمک سے تم یہ امید کرنے لگ جاتے ہو کہ اس کے بعد وہ بارش برسے گی جس کی تمھیں ضرورت ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَیُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَیُحْیٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ﴾ ''اور وہ آسمان سے پانی اتارتا (مینہ برساتا) ہے، پھر اس (پانی) کے ذریعے سے زمین کو اس کے مرجانے کے بعد زندہ (وشاداب) کر دیتا ہے۔'' یعنی اس کے بعد جبکہ زمین خشک تھی، اس میں نباتات تھی نہ کچھ اس کے علاوہ، پھر جب بارش کا پانی آجاتا ہے تو ﴿ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِیْجٍ ﴾ (الحج 5:22) ''وہ شاداب ہو جاتی ہے اور ابھرنے لگتی ہے اور طرح طرح کی بارونق چیزیں اُگاتی ہے۔'' اس میں عبرت بھی ہے اور آخرت اور قیامت کے وقوع پذیر ہونے کی واضح دلیل بھی، اسی لیے فرمایا: ﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴾ ''بلاشبہ عقل والوں کے لیے ان (باتوں) میں بہت سی نشانیاں ہیں۔'' پھر فرمایا: ﴿ وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ﴾ ''اور اسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَیُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ﴾ (الحج 65:22) ''اور وہ آسمان کو تھامے رہتا ہے کہ زمین پر (نہ) گر پڑے مگر اس کے حکم سے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ﴾ (فاطر 41:35) ''اور اللہ ہی آسمانوں اور زمین کو تھامے رکھتا ہے کہ ہٹ (نہ) جائیں۔''

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ آپ جب کوئی پکی قسم کھانا چاہتے تو اس کے لیے یہ الفاظ استعمال کرتے کہ اس ذات پاک کی قسم جس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں! یعنی یہ اسی کے حکم سے قائم اور ثابت ہیں اور اسی نے ان کو مسخر کر رکھا ہے، پھر جب قیامت کا دن ہوگا تو زمین کو اور زمین کے ساتھ آسمانوں کو بھی بدل دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کے پکارنے سے مردے زندہ ہو کر اپنی قبروں سے باہر نکل آئیں گے، اسی لیے ارشاد فرمایا: ﴿ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖۗ مِّنَ الْاَرْضِ ۖۗ اِذَاۤ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴾ ''پھر جب وہ تمھیں زمین میں سے (نکلنے کے لیے) ایک ہی دفعہ آواز دے گا تو تم جھٹ

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿26﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ

اور آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہیں، اسی کی ملکیت ہیں، سب اسی کے فرماں بردار ہیں﴿26﴾ اور وہی (اللہ) ہے جو مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر وہی

وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿27﴾ ع

اسے لوٹائے گا، اور یہ اس کے لیے زیادہ آسان ہے، اور آسمانوں اور زمین میں اسی کی صفت اعلیٰ ہے، اور وہی نہایت غالب، خوب حکمت والا ہے﴿27﴾

نکل پڑو گے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 52:17) ''جس دن وہ تمھیں پکارے گا تو تم اس کی حمد کے ساتھ جواب دو گے اور تم خیال کرو گے کہ تم (دنیا میں) بہت کم (مدت) رہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۝ ﴾ (النّٰزعٰت 14,13:79) ''پس وہ (واقعہ) تو صرف ایک ہی ڈانٹ ہوگی تو یکایک وہ (سب) ایک کھلے میدان (حشر) میں (آ جمع) ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ۝ ﴾ (یٰسٓ 53:36) ''بس وہ ایک ہی زور کی آواز ہوگی جس سے وہ یکایک ہمارے سامنے حاضر کر دیے جائیں گے۔''

تفسیر آیات: 27,26

نوری اور ناری سب پروردگار کے تابع فرماں ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ﴾ ''اور آسمانوں اور زمین میں جتنے (فرشتے اور انسان وغیرہ) ہیں، سب اُسی کے (مملوک) ہیں۔'' یعنی اس کی ملکیت اور اسی کے غلام ہیں۔ ﴿ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿26﴾ ﴾ ''(اور) تمام اسی کے فرماں بردار ہیں۔'' اس کے سامنے عاجز و درماندہ اور خوشی یا ناخوشی سے اسی کے آگے جھکے ہوئے ہیں۔

مخلوق کو دوبارہ پیدا کرنا زیادہ آسان ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ ﴾ ''اور وہی تو ہے جو خلقت کو پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے، پھر اسے لوٹائے گا اور یہ اسے بہت آسان ہے۔'' ابن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ اَهْوَنُ ﴾ کے معنی ہیں کہ یہ اس کو زیادہ آسان ہے۔[1] اور مجاہد فرماتے ہیں کہ دوبارہ پیدا کرنا اسے پہلی دفعہ پیدا کرنے سے زیادہ آسان ہے جبکہ پہلی دفعہ پیدا کرنا بھی اس کے لیے بہت ہی آسان ہے۔[2] عکرمہ اور دیگر مفسرین نے بھی اسی طرح کہا ہے۔[3]

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: كَذَّبَنِي ابْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ ذٰلِكَ، وَشَتَمَنِي وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ ذٰلِكَ، فَأَمَّا تَكْذِيبُهُ إِيَّايَ فَقَوْلُهُ: لَنْ يُّعِيدَنِي كَمَا بَدَأَنِي، وَلَيْسَ أَوَّلُ الْخَلْقِ بِأَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ إِعَادَتِهِ، وَأَمَّا شَتْمُهُ إِيَّايَ فَقَوْلُهُ: اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا، وَأَنَا الْأَحَدُ الصَّمَدُ، لَمْ أَلِدْ وَلَمْ أُولَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لِّي كُفُوًا أَحَدٌ] ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ابن آدم نے میری تکذیب کی، حالانکہ یہ بات

[1] تفسیر الطبری:43/21 وتفسیر ابن أبي حاتم:3090/9. [2] تفسیر الطبری:43/21. [3] تفسیر ابن أبي حاتم: 3090/9 وتفسیر الطبری:44,43/21.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ

اس نے تمھارے (سمجھانے کے) لیے خود تمھی میں سے ایک مثال بیان کی ہے کہ ہم نے تمھیں جو رزق دیا ہے، کیا اس میں جن کے تمھارے دائیں ہاتھ

مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ

مالک ہوئے ہیں شریک ہو سکتے ہیں کہ تم اس میں برابر ہو جاؤ۔ تم ان سے ایسے ڈرتے ہو جیسے اپنے (ہمسر) لوگوں سے۔ اسی طرح ہم (اپنی) آیات ان

الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿28﴾ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ

لوگوں کے لیے کھول کھول کر بیان کرتے ہیں جو عقل کرتے ہیں ﴿28﴾ بلکہ جن لوگوں نے ظلم کیا انھوں نے بغیر علم کے اپنی خواہشوں کی پیروی کی، پھر جسے

يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿29﴾

اللہ نے گمراہ کر دیا ہو اسے کون ہدایت دے سکتا ہے؟ اور ان کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں ہیں ﴿29﴾

بالکل اسے زیب نہ دیتی تھی، اس نے مجھے گالی دی، حالانکہ یہ بات بھی اسے زیب نہ دیتی تھی، اس کا میری تکذیب کرنا اس کا یہ کہنا ہے کہ وہ (اللہ تعالیٰ) ہرگز مجھے اس طرح دوبارہ پیدا نہیں کر سکے گا جس طرح اس نے مجھے پہلی بار پیدا کیا تھا، حالانکہ پہلی دفعہ پیدا کرنا اسے لوٹانے (دوبارہ پیدا کرنے) کی نسبت زیادہ آسان تو نہیں ہے اور اس کا مجھے گالی دینا اس کا یہ کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد بنالی ہے، حالانکہ میں ایک اور بے نیاز ہوں نہ کسی کا باپ ہوں اور نہ کسی کا بیٹا اور نہ کوئی میرا ہمسر ہے۔''[1] اسے (امام مسلم نے نہیں) صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ﴾ ''اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اونچی صفت اسی کے لیے ہے۔'' علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ حسب ذیل آیت کی طرح ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ﴾ (الشوریٰ 11:42) ''اس جیسی کوئی چیز نہیں۔''[2] امام قتادہ کہتے ہیں کہ اس کی مَثَل، یعنی صفت اور شان یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور نہ کوئی پروردگار ہے۔[3]

تفسیر آیات: 29,28

تفہیم توحید کی ایک عمدہ مثال: اللہ تعالیٰ نے یہ مثال ان لوگوں کے لیے بیان فرمائی ہے جو اس کی ذات پاک کے ساتھ شرک کرتے، اس کے ساتھ غیروں کی پوجا کرتے اور اس کے شریک ٹھہراتے ہیں، حالانکہ وہ اس بات کا اعتراف بھی کرتے ہیں کہ وہ تمام اصنام و انداد جنھیں انھوں نے شریک بنا رکھا ہے، وہ سب اللہ تعالیٰ کے غلام اور اسی کے مملوک ہیں جیسا کہ مشرکین حج کے تلبیے میں کہا کرتے تھے: لَبَّيْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ إِلَّا شَرِيكًا هُوَ لَكَ، تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ ''میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں سوائے اس کے جسے تو نے اپنا شریک بنا لیا، تو ہی اس کا مالک ہے اور اس کا بھی جس کا وہ مالک ہے۔''[4]

---

① صحیح البخاري، التفسیر، باب: 1، حدیث: 4974. ② تفسیر الطبري: 45/21 وتفسیر ابن أبي حاتم: 3090/9.
③ تفسیر الطبري: 45/21 وتفسیر ابن أبي حاتم: 3090/9. ④ صحیح مسلم، الحج، باب التلبیة......، حدیث: 1185 عن ابن عباس رضی اللہ عنہ.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ ﴾ ''اس نے تمھارے لیے تمھی میں سے ایک مثال بیان فرمائی۔'' جس کا تم مشاہدہ کر رہے ہو اور اسے آپس میں سمجھ بھی رہے ہو۔ ﴿ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ﴾ ''ہم نے تمھیں جو رزق دیا ہے، کیا اس میں جن کے تمھارے دائیں ہاتھ مالک ہوئے ہیں شریک ہو سکتے ہیں کہ تم اس میں برابر ہو جاؤ'' یعنی تم میں سے کوئی بھی اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اس کا غلام اس کے مال میں شریک ہو کر اس کے برابر ہو جائے۔ ﴿ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ ﴾ ''تم ان سے (اسی طرح) ڈرتے ہو جس طرح تم اپنے (ہمسر) لوگوں سے ڈرتے ہو'' یعنی تم ان سے ڈرتے ہو کہ وہ تمھارے مال تقسیم کر کے اس میں سے حصہ لے لیں گے۔ ابومجلز نے کہا ہے کہ اپنے غلام سے تم نہیں ڈرتے کہ وہ تمھارے مال میں تمھارا شریک بن جائے گا، کیونکہ اس بات کا اسے کوئی حق حاصل نہیں ہے کہ وہ تمھارا شریک بنے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا بھی کوئی شریک نہیں ہے۔[1] معنی یہ ہیں کہ تم تو اس بات سے نفرت کرتے ہو کہ تمھارا غلام تمھارا شریک بنے تو پھر اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے اس کے شریک کیسے بناتے ہو!

مشرکین کا تلبیہ: امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مشرکین تلبیہ اس طرح پڑھا کرتے تھے: لَبَّيْكَ، اللّٰهُمَّ! لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ إِلَّا شَرِيكًا هُوَ لَكَ، تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ ''حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں سوائے اس کے جسے تو نے اپنا شریک بنا لیا ہو، تو ہی اس کا مالک ہے اور اس کا بھی جس کا وہ مالک ہے۔'' اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ ﴾ ''بھلا جن (لونڈیوں یا غلاموں) کے تمھارے دائیں ہاتھ مالک ہوئے، وہ اُس (مال) میں جو ہم نے تمھیں عطا فرمایا ہے، تمھارے شریک ہیں؟ اور (کیا) تم اس میں (ان کو اپنے) برابر (مالک سمجھتے) ہو (اور کیا) تم ان سے (اسی طرح) ڈرتے ہو جس طرح تم اپنے لوگوں سے ڈرتے ہو؟''[2]

اس مثال سے یہ تنبیہ کرنا مقصود تھا کہ جب تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ تمھارے غلام اور لونڈیاں تمھارے مال میں تمھارے شریک اور تمھارے برابر ہوں تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ تو اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ وہ کسی کی شراکت کو گوارا نہ فرمائے کیونکہ وہ ہر قسم کے شریک سے بری اور پاک ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝۲۸ ﴾ ''اسی طرح ہم عقل والوں کے لیے (اپنی) آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔'' پھر فرمایا کہ مشرکین نے سفاہت و جہالت سے غیر اللہ کی پوجا کی۔ ﴿ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ ﴾ ''بلکہ جنھوں نے ظلم کیا وہ (مشرکین) بغیر سمجھے اپنی خواہشوں کے پیچھے چلتے ہیں۔'' یعنی علم کے بغیر شریکوں کی عبادت کرتے ہیں، ﴿ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ ﴾ ''پس اسے کون

---

[1] تفسیر الطبری :47/21. [2] المعجم الکبیر للطبرانی :20/12، حدیث :12348 اور ہیثمی نے مجمع الزوائد، الحج، باب الإهلال والتلبية :223/3، حدیث:5363 پر لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند میں ''حماد بن شعیب'' ''ضعیف'' ہے۔ البتہ آیت کی شان نزول کے بغیر یہ حدیث صحیح مسلم، الحج، باب التلبية......، حدیث : 1185 میں آئی ہے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ

پس (اے نبی!) آپ یکسو ہو کر اپنا رخ دین کے لیے سیدھا رکھیں، اللہ کی فطرت (اختیار کرو) جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی تخلیق میں تبدیلی

ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿30﴾ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا

نہیں ہو سکتی، یہی سیدھا دین ہے، اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿30﴾ اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے (دین پر قائم رہو)، اور تم اس سے ڈرتے رہو،

الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿31﴾ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ

اور نماز قائم کرو، اور تم مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ ﴿31﴾ (یعنی) جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، اور وہ کئی گروہ ہو گئے، ہر گروہ کے پاس جو

بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿32﴾

کچھ ہے وہ اسی پر خوش ہے ﴿32﴾

ہدایت دے سکتا ہے جسے اللہ گمراہ کرے؟'' اگر اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ضلالت کو لکھ دیا ہے تو انھیں کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ ﴿وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿29﴾﴾ ''اور اُن کا کوئی مددگار نہیں۔'' یعنی کوئی نہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے انھیں بچا سکے اور کوئی نہیں جو اس کی گرفت سے انھیں چھڑا سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہے وہ ہو کر رہتا ہے اور وہ جو نہ چاہے، وہ ہو ہی نہیں سکتا۔

تفسیر آیات:30-32

توحید ہی پر قائم رہنے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے چہرے کو سیدھا رکھو اور اسی دین حنیف اور ملتِ ابراہیم پر قائم رہو جس کے اختیار کرنے کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہدایت فرمائی ہے اور جس دین کو اللہ تعالیٰ نے حد درجہ مکمل فرما دیا ہے، اس دین کو اختیار کرنے سے تم اپنی اس فطرت سلیم کو اختیار کرو گے جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے۔ یاد رہے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اپنی معرفت اور اپنی توحید پر پیدا فرمایا ہے کیونکہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جیسا کہ قبل ازیں آیت کریمہ: ﴿وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۚ﴾ (الأعراف 172:7) ''اور انھیں خود ان کے اوپر گواہ ٹھہرایا (ان سے پوچھا کہ) کیا میں تمھارا پروردگار نہیں ہوں؟ وہ کہنے لگے: کیوں نہیں!'' کی تفسیر میں بیان کیا جا چکا ہے[1] اور حدیث میں ہے کہ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:) [إِنِّي خَلَقْتُ عِبَادِي حُنَفَاءَ ...... أَتَتْهُمُ الشَّيَاطِينُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِينِهِمْ] ''بلاشبہ میں نے اپنے بندوں کو دین حنیف پر پیدا کیا...... شیطان ان کے پاس آئے، پھر انھیں ان کے دین سے ہٹا دیا۔''[2] اور عنقریب ہم احادیث کے حوالے سے بیان کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے بندوں کو دینِ اسلام پر پیدا فرمایا تھا، پھر بعض لوگ فاسد دینوں، مثلاً: یہودیت، نصرانیت اور مجوسیت میں مبتلا ہو گئے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ﴾ ''اللہ کی تخلیق میں تغیر و تبدیلی نہیں (ہو سکتی۔)'' بعض نے کہا ہے

---

[1] دیکھیے الأعراف، آیت: 172 کے ذیل میں عنوان: ''اولاد آدم سے لیے گئے عہد کا بیان'' [2] صحیح مسلم، الجنة وصفة......، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا......، حديث: 2865 عن عياض بن حمار ﷺ.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں تبدیلی نہ کرو کہ لوگوں کو اس فطرت سے ہٹا دو جس پر اللہ تعالیٰ نے انھیں پیدا فرمایا تھا۔ اسی معنی کے اعتبار سے خبر گویا طلب و امر کے معنی میں ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا﴾ (آل عمرٰن 97:3) ''اور جو شخص اس (مبارک گھر) میں داخل ہوا اس نے امن پا لیا۔''

یہ اچھے اور صحیح معنی ہیں اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ خبر ہی ہے اور معنی یہ ہیں کہ فطرت میں مستقیم جبلت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں کو برابر پیدا فرمایا ہے کہ ہر شخص اسی فطرت ہی پر پیدا ہوتا ہے اور اس اعتبار سے لوگوں میں کوئی فرق نہیں ہے، اسی لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابراہیم نخعی، سعید بن جبیر، مجاہد، عکرمہ، قتادہ، ضحاک اور ابن زید نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ﴾ کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے دین میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔[1] اور امام بخاری رحمہ اللہ نے ﴿لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ﴾ کے معنی اللہ کے دین کے بیان کیے ہیں اور فرمایا ہے کہ ﴿خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ (الشعرآء 137:26) کے معنی پہلے لوگوں کے دین کے ہیں اور فطرت سے مراد ''اسلام'' ہے، پھر آپ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَا مِنْ مَّوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ، كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيمَةُ بَهِيمَةً جَمْعَاءَ، هَلْ تُحِسُّونَ فِيهَا مِنْ جَدْعَاءَ؟] ثُمَّ يَقُولُ: ﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ﴾ ''ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اسے یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جیسا کہ جانور بچے کو پورا پورا (صحیح سالم) جنم دیتا ہے، کیا تم ان میں سے کسی بچے کو کان کٹا ہوا محسوس کرتے ہو؟ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ آیت کریمہ تلاوت فرماتے: ''اللہ کی فطرت کو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے (اختیار کیے رہو) اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں ہے، یہی سیدھا دین ہے۔''[2] اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ﴾ ''یہی سیدھا دین ہے۔'' یعنی شریعت اور فطرت سلیم کو تھام لینا ہی سیدھا اور مستقیم دین ہے۔ ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' اکثر لوگ نہیں جانتے جس کی وجہ سے وہ دین مستقیم سے بھٹکے ہوئے ہیں اور جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ (یوسف 103:12) ''اور بہت سے آدمی گو آپ (کتنی ہی) خواہش کریں، ایمان لانے والے نہیں ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾ (الأنعام 116:6) ''اور اگر آپ ان بہت سوں کا کہا مان لیں گے جو زمین پر (آباد) ہیں (گمراہ ہیں) تو وہ آپ کو اللہ کا رستہ بھلا دیں گے، وہ محض

[1] تفسیر الطبری:50,49/21 و تفسیر ابن أبی حاتم :3091/9. [2] صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ﴾ (الروم30:30)......، حدیث :4775 . [3] صحیح مسلم، القدر، باب معنی کل مولود یولد علی الفطرة......، حدیث :2658 .

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

خیال کے پیچھے چلتے اور نرے اٹکل پچو لگاتے ہیں۔“

اور فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ﴾ ”(مومنو) اُسی (اللہ) کی طرف رجوع کرتے ہوئے۔“ ابن زید اور ابن جریج نے اس کے یہی معنی بیان کیے ہیں کہ اس کی طرف رجوع کیے رکھو۔[1] ﴿ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ﴾ ”اور اس سے ڈرتے رہو اور نماز پڑھتے رہو۔“ کہ نماز پڑھنا بہت بڑی اطاعت ہے، ﴿ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۳۱ ﴾ ”اور مشرکوں میں سے نہ ہونا۔“ بلکہ موحدین اور ان مخلصین میں سے ہو جانا جو اسی ذات اقدس کی عبادت کرتے اور اس کے سوا کسی اور کی خوشنودی کے طلب گار نہیں ہوتے۔ امام ابن جریر نے یزید بن ابو مریم سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزر ہوا تو آپ نے ان سے پوچھا کہ اس امت کو راہ راست پر رکھنے کے لیے کیا معیار ہے، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تین باتیں اور وہی امت کی نجات کی ضامن ہیں: (1) اخلاص اور یہی وہ فطرت ہے: ﴿ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڎ ﴾ ”اللہ کی فطرت جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا فرمایا۔“ (2) نماز اور یہی ملت ہے اور (3) طاعت اور یہی عصمت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ جواب سن کر فرمایا: آپ نے بالکل سچ کہا ہے۔[2]

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝۳۲ ﴾ ”(اور نہ) اُن لوگوں میں (ہونا) جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور (خود) فرقے فرقے ہو گئے، ہر فرقہ اسی پر خوش ہے جو ان کے پاس ہے۔“ یعنی تم ان مشرکوں میں سے نہ ہونا جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا، یعنی انھوں نے اس میں تبدیلی کر دی تھی اور دین کے بعض احکام کو مانتے اور بعض کا انکار کر دیتے تھے، بعض نے اسے: [فَارَقُوا دِينَهُمْ] بھی پڑھا ہے۔[3] یعنی انھوں نے اپنے دین کو ترک کر کے پس پشت ڈال دیا تھا، اہل اسلام کے سوا دیگر تمام لوگوں، مثلاً: یہودیوں، عیسائیوں، مجوسیوں، بت پرستوں اور دیگر تمام باطل ادیان سے وابستہ لوگوں کا یہی طرز عمل ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ۭ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ ﴾ (الأنعام 159:6) ”بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر لیا اور کئی فرقے بن گئے اُن سے آپ کو کوئی سروکار نہیں، ان کا معاملہ تو اللہ ہی کے حوالے ہے، پھر جو کچھ وہ کرتے رہے وہ ان (سب) کو بتائے گا۔“

ہم سے پہلے ادیان والے اختلاف کر کے کئی باطل آراء و افکار میں مبتلا ہو گئے اور کئی فرقوں میں بٹ گئے، ان میں سے ہر ایک فرقہ گمان کرتا تھا کہ وہی حق پر ہے، افسوس کہ ہماری اُمت بھی کئی فرقوں میں تقسیم ہو گئی اور ان میں سے ایک فرقے کے سوا باقی سب فرقے گمراہ ہیں، صرف اہل سنت والجماعت حق پر ہیں اور ان سے مراد (موجودہ دور کے اہل شرک و بدعت نہیں بلکہ) وہ لوگ ہیں جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے دامن سے وابستہ ہیں اور جن کا عمل صدر اول کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین

[1] تفسير الطبري: 51/21. [2] تفسير الطبري: 48/21. [3] تفسير القرطبي: 32/14.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً

اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہوئے اسی کو پکارتے ہیں، پھر جب وہ اپنی طرف سے انھیں رحمت (کا

اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿33﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا ۥ فَسَوْفَ

مزہ) چکھاتا ہے تو ان میں سے کچھ لوگ اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں ﴿33﴾ تاکہ وہ اس چیز (نعمت) کی ناشکری کریں جو ہم نے انھیں دی، تو تم

تَعْلَمُوْنَ ﴿34﴾ اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ﴿35﴾

فائدہ اٹھالو، پھر جلد تم جان لوگے ﴿34﴾ کیا ہم نے ان پر کوئی ایسی دلیل نازل کی ہے کہ وہ ان کے شرک کرنے کو (صحیح) بتاتی ہو ﴿35﴾ اور جب ہم لوگوں کو

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ

(اپنی) رحمت (کا مزہ) چکھاتے ہیں تو وہ اس پر خوش ہوتے ہیں، اور اگر ان کے ہاتھوں کی آگے بھیجی ہوئی کمائی کی وجہ سے کوئی مصیبت انھیں آلے تو وہ

اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ﴿36﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّ

فوراً ناامید ہو جاتے ہیں ﴿36﴾ کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ جس کے لیے چاہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور (جس کے لیے چاہے) تنگ کر دیتا

فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿37﴾

ہے۔ بلاشبہ اس (فراخی و تنگی) میں ان لوگوں کے لیے عظیم نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں ﴿37﴾

اور ائمۂ مسلمین کے عمل کے مطابق ہو جیسا کہ امام حاکم نے اپنی ''مستدرک'' میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جب یہ دریافت کیا گیا کہ ان مختلف فرقوں میں سے نجات یافتہ کون سا ہے تو آپ نے فرمایا: [مَا أَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَأَصْحَابِي] ''وہ (جس کا عمل اس دین کے مطابق ہو) جس پر آج میں اور میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) ہیں۔''[1]

تفسیر آیات:33-37

انسان توحید سے شرک اور خوشی سے ناامیدی کی طرف پلٹتا رہتا ہے: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ وہ اضطراری حالت میں تو اللہ وحدہٗ لاشریک کو پکارتے ہیں اور جب وہ انھیں اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے تو ان میں سے کچھ لوگ اختیاری حالت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک اور اس کے ساتھ غیر اللہ کی پوجا شروع کر دیتے ہیں، ﴿لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ؕ﴾ ''تاکہ جو ہم نے انھیں بخشا ہے اس کی ناشکری کریں۔'' بعض کے نزدیک یہ لامِ عاقبت اور بعض کے نزدیک لامِ تعلیل ہے لیکن تعلیل اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اس کے لیے مقرر کر دیا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں سرزنش کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿34﴾﴾ ''عنقریب تم (اس کا انجام) جان لوگے۔'' بعض نے کہا ہے کہ اللہ کی قسم! اگر مجھے کسی گلی کا چوکیدار بھی ڈانٹ پلائے تو میں اس سے ڈر جاؤں گا اور یہاں تو سرزنش کرنے والا وہ قادر مطلق ہے جس کی شان یہ ہے کہ وہ جب کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو اس سے فرماتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کی تردید

[1] المستدرك للحاكم، العلم، فصل: في توقير العالم :129/1 و جامع الترمذي، الإيمان، باب ماجاء في افتراق هذه الأمة، حديث :2641 عن عبدالله بن عمرو ﷺ و السلسلة الصحيحة :414-404/1، تحت الحديث :204 .

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۫

پس آپ قرابت دار کو اس کا حق دیں، اور مسکین اور مسافر کو بھی، یہ ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو اللہ کا چہرہ چاہتے ہیں، اور یہی لوگ فلاح پانے

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿38﴾ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَاۡ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ

والے ہیں﴿38﴾ اور تم سود پر جو (قرض) دیتے ہو تاکہ وہ لوگوں کے مالوں میں (شامل ہو کر) بڑھے، تو وہ اللہ کے ہاں نہیں بڑھتا، اور تم اللہ کا چہرہ چاہتے

اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿39﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ

ہوئے جو کچھ بطور زکاۃ دیتے ہو، تو ایسے لوگ ہی (اپنا مال) کئی گنا بڑھانے والے ہیں﴿39﴾ اللہ وہ ذات ہے جس نے تمھیں پیدا کیا، پھر اس نے تمھیں

خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ

رزق دیا، پھر وہ تمھیں مارے گا، پھر وہ تمھیں زندہ کرے گا، کیا تمھارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو ان (کاموں) میں سے کچھ کر سکے؟ اللہ ان کے

4 ع 13 7 مِّنْ شَيْءٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿40﴾ ع

شریک ٹھہرانے سے پاک اور اعلیٰ ہے﴿40﴾

کرتے ہوئے فرمایا جنھوں نے کسی دلیل، حجت اور برہان کے بغیر غیر اللہ کی پوجا شروع کر دی تھی کہ ﴿اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ﴿35﴾﴾ ”کیا ہم نے ان پر کوئی (ایسی) دلیل نازل کی ہے کہ وہ ان کے شرک کرنے کو (صحیح) بتاتی ہو۔“ یہ استفہام انکاری ہے، یعنی ان کے پاس ایسی کوئی شے نہیں ہے۔

پھر فرمایا ہے: ﴿وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ۭ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ﴿36﴾﴾ ”اور جب ہم لوگوں کو (اپنی) رحمت (کا مزا) چکھاتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہو جاتے ہیں اور اگر ان کے عملوں کے سبب جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں کوئی برائی پہنچے تو ناامید ہو کر رہ جاتے ہیں۔“ یہ عام انسانوں کے طرز عمل کی تردید اور اس پر انکار ہے کہ انھیں جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نعمت حاصل ہوتی ہے تو وہ فخر و غرور میں مبتلا ہو جاتے ہیں سوائے ان کے جنھیں اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے اور سلامتی کی توفیق عطا فرمائے ورنہ عام لوگ یہی کہتے ہیں: ﴿ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ۭ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ۙ﴾ (ھود 10:11) ”(آہا) سب سختیاں مجھ سے دور ہو گئیں، بے شک وہ خوشیاں منانے والا، فخر کرنے والا ہے۔“ یعنی اپنے جی میں خوش ہوتا اور دوسروں پر فخر کرتا ہے اور جب اسے کوئی سختی پہنچتی ہے تو وہ مایوس ہو جاتا اور کہتا ہے کہ آیندہ اسے کوئی خیر و بھلائی حاصل نہیں ہو گی۔

مومن کا معاملہ بڑا تعجب خیز ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ﴾ (ھود 11:11) ”ہاں، جنھوں نے صبر کیا اور نیک عمل کیے۔“ یعنی جنھوں نے مشکلات میں صبر کیا اور آسودگی و خوش حالی میں نیک عمل کیے جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے: [عَجَبًا لِّلْمُؤْمِنِ، لَا يَقْضِي اللّٰهُ لَهٗ (قَضَاءً) إِلَّا كَانَ خَيْرًا لَّهٗ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ] ”مومن کا معاملہ بہت تعجب انگیز ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے جو بھی فیصلہ فرمائے، وہ اس کے حق میں بہتر ہے، اگر اسے خوشی حاصل ہو تو شکر کرتا ہے اور شکر کرنا اس کے لیے بہتر ثابت ہوتا

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ہے اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچے تو وہ صبر کرتا ہے اور صبر کرنا اس کے لیے بہتر ثابت ہوتا ہے۔''①

اور اس کا ارشاد ہے: ﴿ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ ﴾ ''کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کرتا ہے ور (جس کے لیے چاہتا ہے) تنگ کرتا ہے۔'' یعنی وہ متصرف ومختار ہے اور اس کا ہر کام مبنی برحکمت وعدل ہے، وہ کچھ لوگوں کو فراخ اور وسیع رزق عطا فرماتا ہے اور کچھ لوگوں کے رزق کو تنگ کر دیتا ہے۔ ﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ ﴾ ''بے شک اس میں ایمان لانے والے لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں۔''

تفسیر آیات: 38-40

صلہ رحمی کا حکم اور سود کی ممانعت: اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے: ﴿ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ ﴾ ''پس اہل قرابت اور محتاجوں اور مسافروں کو ان کا حق دیتے رہو۔'' ان سے نیکی اور صلہ رحمی کرتے رہو، ﴿ الْمِسْكِیْنَ ﴾ سے مراد وہ شخص ہے جس کے پاس اپنے خرچ کے لیے کچھ نہ ہو یا اس کی ضرورت کے مطابق نہ ہو اور ﴿ وَابْنَ السَّبِیْلِ ﴾ سے مراد وہ مسافر ہے جو خرچ اور ضروریاتِ سفر کے لیے محتاج ہو۔ ﴿ ذٰلِكَ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ﴾ ''یہ ان کے حق میں بہتر ہے جو لوگ اللہ کا چہرہ چاہتے ہیں۔'' یعنی روز قیامت اللہ تعالیٰ کے دیدار کے طالب ہیں اور یہ مطلوب ومقصود کی آخری حد ہے۔ ﴿ وَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۳۸﴾ ﴾ ''اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔'' یعنی دنیا وآخرت میں، پھر فرمایا: ﴿ وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّیَرْبُوَاۡ فِیْۤ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ ''اور جو تم سود دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں افزائش ہو تو اللہ کے نزدیک (اُس میں) افزائش نہیں ہوتی۔'' یعنی جو شخص کسی کو عطیہ دے اور اس کی خواہش یہ ہے کہ لوگ اسے اس سے زیادہ عطیہ دیں تو اس شخص کو اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی ثواب نہیں ملے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، ضحاک، قتادہ، عکرمہ، شعبی اور محمد بن کعب قرظی نے اس کی یہی تفسیر بیان کی ہے۔②

دوگنا چوگنا نفع حاصل کرنے والے: ﴿ وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾ ﴾ ''اور جو تم زکاۃ دیتے ہو (اور اس سے) اللہ کا چہرہ طلب کرتے ہو تو (وہ موجب برکت ہے اور) ایسے ہی لوگ (اپنے مال کو کئی گنا) بڑھانے والے ہیں۔'' انھیں اللہ تعالیٰ دوگنا چوگنا اجر وثواب عطا فرمائے گا جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے: [مَا تَصَدَّقَ أَحَدٌ (بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِّنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ)، إِلَّا أَخَذَهَا الرَّحْمٰنُ بِيَمِينِهِ فَيُرَبِّيهَا (لِصَاحِبِهِ) كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ فَلُوَّهُ أَوْ فَصِيلَهُ، حَتّٰى تَكُونَ مِثْلَ الْجَبَلِ أَوْ أَعْظَمَ] ''جو شخص پاک کمائی سے کھجور کے برابر بھی خرچ کرے تو رحمان اسے اپنے دائیں ہاتھ میں لے لیتا ہے، پھر اس خرچ کرنے والے کے لیے اسے (اس طرح) پروان چڑھاتا ہے جس طرح کہ تم میں سے

① پہلا حصہ مسند أحمد: 24/5 جبکہ قوسین والا لفظ مسند أبي يعلى: 221/7، حديث: 4218 عن أنس رضی اللہ عنہ۔ اور دوسرا حصہ صحيح مسلم، الزهد، باب المؤمن أمره كله خير، حديث: 2999 عن صهيب رضی اللہ عنہ کے مطابق ہے۔ ② تفسير الطبري: 55,54/21 و تفسير ابن أبي حاتم: 3092,3091/9.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا

خشکی اور تری میں لوگوں کے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے فساد ظاہر ہو گیا ہے، تاکہ اللہ انھیں ان کے بعض اعمال (کا مزہ) چکھائے، جو انھوں

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿41﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ

نے کیے، تاکہ وہ (ہدایت کی طرف) رجوع کریں﴿41﴾ آپ کہہ دیجیے: تم زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو ان لوگوں کا کیسا انجام ہوا جو ان سے پہلے

كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ ﴿42﴾

تھے؟ ان کے اکثر مشرک ہی تھے ﴿42﴾

کوئی اپنے گھوڑے یا اونٹ کے بچے کو پالتا پوستا ہے حتی کہ وہ (کھجور) پہاڑ کی طرح یا اس سے بھی بڑی ہو جاتی ہے۔''[1]

پیدائش، رزق اور موت وحیات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے: اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ﴾ ''اللہ ہی تو ہے جس نے تمھیں پیدا کیا، پھر تمھیں رزق دیا۔'' یعنی وہی خالق ورازق ہے، وہ انسان کو اس کی ماں کے پیٹ سے عریاں نکالتا ہے کہ اسے نہ علم ہوتا ہے اور نہ سنتا ہے، نہ دیکھتا ہے اور نہ اس میں کوئی قوت وطاقت ہوتی ہے، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ آرائش وزیبائش، لباس، مال، جائیداد اور دولت سب چیزوں سے سرفراز فرما دیتا ہے، ﴿ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ﴾ ''پھر وہ تمھیں مارے گا۔'' یعنی اس زندگی کے بعد، ﴿ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ﴾ ''پھر وہ تمھیں زندہ کرے گا'' یعنی قیامت کے دن۔

﴿هَلْ مِنْ شُرَكَآىِٕكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ﴾ ''بھلا تمھارے (بنائے ہوئے) شریکوں میں (بھی) کوئی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ کر سکے؟'' یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو ان میں سے کوئی بھی اس طرح کا کوئی کام نہیں کر سکتا بلکہ خلق ورزق اور موت وحیات صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے، پھر وہ روز قیامت سب کو اٹھائے گا، اسی لیے اس سب کچھ کے بیان کرنے کے بعد فرمایا: ﴿سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿40﴾﴾ ''وہ پاک ہے اور اس سے بلند ہے جو یہ شریک ٹھہراتے ہیں۔'' یعنی اللہ عزوجل کی ذات گرامی اس بات سے مقدس، منزہ اور بہت عظیم ہے کہ اس کا کوئی شریک یا نظیر یا مساوی یا اولاد یا والد ہو بلکہ وہ یکتا ویگانہ ہے، بے نیاز ہے، نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کی اولاد اور کوئی اس کا ہمسر بھی نہیں۔

تفسیر آیات: 42,41

گناہوں کے دنیا میں اثرات ونتائج: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، ضحاک، سدی اور کئی دیگر مفسرین نے کہا ہے کہ یہاں بَرّ سے مراد جنگلات اور بحر سے مراد شہر اور بستیاں ہیں۔[2] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عکرمہ سے دوسری روایت کے مطابق بحر سے مراد وہ شہر اور بستیاں ہیں جو دریا کے کنارے آباد ہوں۔[3] دیگر مفسرین نے کہا ہے کہ بر وبحر سے مراد وہی بر و

[1] صحيح البخاري، الزكاة، باب الصدقة من كسب طيب......، حديث :1410 و صحيح مسلم، الزكاة، باب قبول الصدقة......، حديث : (63,64)۔1014 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ و اللفظ له، البتہ قوسین والے الفاظ صحیح بخاری کے مطابق ہیں۔

[2] تفسير الطبري: 59,58/21 . [3] تفسير ابن أبي حاتم: 3092/9 و تفسير الطبري: 58/21 .

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بحر ہیں جو معروف معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ [1] زید بن رفیع کہتے ہیں کہ ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ﴾ ''فساد ظاہر ہو گیا۔'' کا مفہوم یہ ہے کہ خشکی میں بارش نہ ہونے کے نتیجے میں قحط کا پیدا ہونا اور بحر میں بارش نہ ہونے سے وہاں کے جانوروں کا اندھا ہو جانا۔ اسے ابن ابوحاتم نے روایت کیا ہے۔ [2] نیز انھوں نے کہا ہے کہ ہم سے محمد بن عبداللہ بن یزید مقری نے، انھوں نے سفیان سے، انھوں نے حُمید بن قیس اعرج سے اور انھوں نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ خشکی میں فساد کے پھیلنے سے مراد انسانوں کا قتل اور تری میں فساد سے مراد کشتیوں کا غصب کر لینا ہے۔ [3]

پہلے قول کے مطابق آیت کریمہ کے معنی یہ ہوں گے کہ فصلوں اور پھلوں میں کمی گناہوں کے سبب پیدا ہوتی ہے۔ ابو العالیہ کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے وہ زمین کو فتنہ وفساد سے بھرتا ہے کیونکہ زمین و آسمان کی درستی اطاعت الٰہی پر موقوف ہے۔ [4] اسی لیے اس حدیث میں آیا ہے جسے امام ابوداود رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے: [حَدٌّ (يُقَامُ) فِي الْأَرْضِ، خَيْرٌ لِّأَهْلِ الْأَرْضِ مِنْ أَنْ يُّمْطَرُوا أَرْبَعِينَ صَبَاحًا] ''ایک حد کا زمین میں قائم کرنا، اہل زمین کے لیے چالیس دنوں کی بارش سے زیادہ بہتر ہے۔'' [5] اس کا سبب یہ ہے کہ جب حدود قائم کی جائیں تو بہت سے لوگ محرمات کے ارتکاب سے باز آ جاتے ہیں اور جب معاصی اور محرمات کو ترک کر دیا جائے تو یہ آسمانوں اور زمین سے برکتوں کے حصول کا سبب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام آخری زمانے میں نازل ہوں گے اور وہ اس وقت ہماری شریعت مطہرہ کے مطابق فیصلے فرمائیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، صلیب کو توڑ دیں گے، جزیہ ختم کر دیں گے اور اسلام یا تلوار کے سوا کچھ قبول نہیں کریں گے، پھر جب اللہ تعالیٰ اس زمانے میں دجال اور اس کے پیروکاروں کو ہلاک کر دے گا اور یاجوج وماجوج کو بھی ختم کر دے گا تو زمین سے کہا جائے گا کہ تو اپنی برکت کو نکال دے تو (اتنے بڑے بڑے انار ہوں گے کہ) ایک انار کو لوگوں کی جماعتیں مل کر کھائیں گی اور اس کے چھلکے کے ساتھ سایہ حاصل کر سکیں گی اور ایک بکری کا دودھ لوگوں کی ایک جماعت کے لیے کافی ہوگا۔ [6] اور یہ سب شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تنفیذ کی برکت کے باعث ہوگا، جب بھی عدل وانصاف قائم کر دیا جائے تو خیر وبرکت کی کثرت ہو جاتی ہے، اسی لیے صحیح حدیث میں ہے: [......وَالْعَبْدُ الْفَاجِرُ يَسْتَرِيحُ مِنْهُ الْعِبَادُ وَالْبِلَادُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ] ''...... بدکار انسان سے (جب مرجاتا ہے) بندے، شہر، درخت اور جانور سبھی راحت محسوس کرتے ہیں۔'' [7]

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ابو قَحْذَم سے روایت کیا ہے کہ زیاد یا ابن زیاد کے دور میں ایک شخص کو ایک تھیلی ملی جس میں

---

[1] تفسير الطبري: 60,59/21. [2] تفسير ابن أبي حاتم: 3092/9. [3] تفسير ابن أبي حاتم: 3092/9. [4] تفسير الطبري: 182/1 عن الربيع. [5] سنن ابن ماجه، الحدود، باب إقامة الحدود، حديث: 2538 و سنن النسائي، قطع السارق، باب الترغيب في إقامة الحد، حديث: 4908، البتہ قوسین والا لفظ مسند أحمد: 362/2 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ میں ہے۔ ملحوظہ: سنن ابوداود میں یہ حدیث نہیں ہے۔ [6] صحيح مسلم، الفتن، باب ذكر الدجال، حديث: 2937 و مسند أحمد: 182/4 عن النوّاس بن سمعان رضی اللہ عنہ. [7] صحيح البخاري، الرقاق، باب سكرات الموت، حديث: 6512 و صحيح مسلم، الجنائز، باب ماجاء في مستريح و مستراح منه، حديث: 950 عن أبي قتادة رضی اللہ عنہ.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَىِٕذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ﴿43﴾

پس آپ اپنا رخ درست دین کی طرف سیدھا رکھیں، اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جس کے لیے اللہ کی طرف سے ٹلنا نہیں ہے، اس دن وہ (مومن اور

مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ﴿44﴾ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

کافر) الگ الگ ہو جائیں گے ﴿43﴾ جس شخص نے کفر کیا، تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہوگا، اور جنھوں نے نیک عمل کیے تو وہ اپنے ہی لیے راہ ہموار کر رہے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿45﴾

ہیں ﴿44﴾ تاکہ اللہ ان لوگوں کو اپنے فضل سے جزا دے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، بلاشبہ اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا ﴿45﴾

(گندم کے) کچھ دانے تھے اور وہ دانے (حجم میں) کھجور کی گٹھلیوں کی طرح تھے اور اس تھیلی پر یہ تحریر تھی: یہ فصل اس دور کی ہے جس میں عدل وانصاف کے ساتھ معاملہ کیا جاتا تھا۔[1]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا﴾ "تاکہ اللہ انھیں اُن کے بعض اعمال (کا مزا) چکھائے۔" یعنی اللہ تعالیٰ ان کی آزمائش اور ان کے اعمال کی سزا کے طور پر انھیں مالوں، جانوں اور پھلوں کی کمی میں مبتلا کر دے، ﴿لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿41﴾﴾ "تاکہ وہ باز آجائیں۔" یعنی اپنے گناہوں سے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ (الأعراف 7:168) "اور ہم نے ان کی آسائشوں اور تکلیفوں (دونوں) سے آزمائش کی تاکہ وہ (ہماری طرف) رجوع کریں۔"

پھر فرمایا: ﴿قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ ﴿42﴾﴾ "آپ کہہ دیں: زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو! جو لوگ (تم سے) پہلے ہوئے ہیں اُن کا کیسا انجام ہوا ہے؟ اُن میں زیادہ تر مشرک ہی تھے۔" یعنی دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی تکذیب اور اس کی نعمتوں کی ناشکری کی وجہ سے تم سے پہلے لوگوں پر کیسے کیسے عذاب نازل ہوئے تھے!

تفسیر آیات: 43-45

دین پر استقامت کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اطاعت پر استقامت اور نیکیوں کی طرف سبقت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ﴾ "تو آپ اپنے چہرے کو سیدھی راہ پر سیدھا کریں اس سے پہلے کہ وہ دن آپہنچے جسے اللہ کی طرف سے ٹلنا نہیں۔" اس سے مراد قیامت کا دن ہے کہ جب وہ اسے برپا کرنے کا ارادہ فرمائے گا تو اسے کوئی ٹال نہ سکے گا۔ ﴿يَوْمَىِٕذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ﴿43﴾﴾ "اس روز وہ جدا جدا ہو جائیں گے۔" اور ان میں سے ایک گروہ جنت میں اور دوسرا جہنم میں جائے گا، اسی لیے فرمایا: ﴿مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ﴿44﴾ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ "جس شخص نے کفر کیا تو اس کا کفر اُسی پر

[1] مسند أحمد: 2/296.

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ بشارت دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے، اور تاکہ وہ تمھیں اپنی رحمت (کا مزہ) چکھائے، اور تاکہ اس کے حکم سے

وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿46﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ

کشتیاں چلیں، اور تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو، اور تاکہ تم شکر کرو﴿46﴾ اور بلاشبہ ہم نے آپ سے پہلے کئی رسول ان کی قوموں کی طرف بھیجے، پھر وہ ان کے

فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿47﴾

پاس روشن دلائل لے کر آئے (مگر انھوں نے انھیں جھٹلایا)، پھر جن لوگوں نے جرم کیے تھے ہم نے ان سے انتقام لیا، اور مومنوں کی مدد کرنا ہم پر لازم ہے﴿47﴾

ہے اور جس نے نیک عمل کیے تو وہ اپنے ہی لیے (فلاح کا راستہ) سنوارتے ہیں تاکہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اللہ انھیں اپنے فضل سے بدلہ دے۔'' اور بدلہ بھی بہت زیادہ عطا فرمائے گا، ایک نیکی کا دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بلکہ جس قدر چاہے گا اس سے بھی زیادہ عطا فرمائے گا۔ ﴿اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿45﴾﴾ ''بے شک وہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔'' لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ ان سے بھی عدل فرمائے گا اور کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔

تفسیر آیات: 47,46

اللہ کی نشانیوں میں سے ہوائیں بھی ہیں: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اپنی مخلوق پر اس کی نعمتوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اپنی رحمت سے پہلے خوش خبری سنانے کے لیے ہواؤں کو بھیجتا ہے جو بارش کے آنے کی خوش خبری دیتی ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے: ﴿وَلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ﴾ ''تاکہ تمھیں اپنی رحمت (کے مزے) چکھائے۔'' رحمت سے مراد بارش ہے جس سے وہ بندوں اور زمینوں کو زندہ کر دیتا ہے، ﴿وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ﴾ ''اور تاکہ اسی کے حکم سے کشتیاں چلیں۔'' یعنی دریاؤں اور سمندروں میں اور اللہ تعالیٰ انھیں ہوا کے ساتھ چلاتا ہے، ﴿وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ﴾ ''اور تاکہ تم اس کے فضل سے (روزی) تلاش کرو۔'' یعنی تجارت، خرید و فروخت اور ایک علاقے سے دوسرے علاقے تک سفر کرنے کی صورت میں۔ ﴿وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿46﴾﴾ ''اور تاکہ تم شکر کرو۔'' یعنی تاکہ تم ان بے حد و حساب، ظاہری اور باطنی نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو جن سے اس نے تمھیں نوازا ہے۔

پھر فرمایا: ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ﴾ ''اور البتہ تحقیق ہم نے آپ سے پہلے بھی پیغمبر ان کی قوموں کی طرف بھیجے تو وہ اُن کے پاس نشانیاں لے کر آئے، پھر ہم نے ان لوگوں سے بدلہ لیا جنھوں نے جرم کیا۔'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے عبد و رسول حضرت محمد ﷺ کے لیے تسلی ہے کہ اگر آپ کی قوم کے بہت سے اور دیگر لوگوں نے آپ کی تکذیب کی ہے تو سابقہ رسولوں کی بھی تکذیب کی گئی تھی، گو وہ اپنی امتوں کے پاس بہت واضح دلائل لے کر آئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے تکذیب و مخالفت کرنے والوں سے خود انتقام لیا اور مومنوں کو نجات عطا فرما دی تھی۔ ﴿وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿47﴾﴾ ''اور مومنوں کی مدد ہم پر لازم تھی۔'' یعنی از راہِ فضل و کرم اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک پر مومنوں کی مدد کو واجب قرار دے رکھا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ

اللہ وہ ذات ہے جو ہوائیں بھیجتا ہے، پھر وہ بادل اٹھاتی بھڑکاتی ہیں، پھر اللہ اسے آسمان میں جس طرح چاہتا ہے پھیلاتا ہے، اور وہ اسے ٹکڑے

كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ

کر دیتا ہے، پھر آپ بارش دیکھتے ہیں کہ اس کے اندر سے نکلتی ہے، پھر جب وہ اپنے بندوں میں سے جن پر چاہتا ہے بارش برساتا ہے تو اس وقت وہ

يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿48﴾ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ﴿49﴾ فَانْظُرْ

خوش ہو جاتے ہیں﴿48﴾ اور اگر چہ ان پر بارش برسائے جانے سے قبل، اس (بارش کی خوشی) سے پہلے وہ ناامید ہو رہے تھے﴿49﴾ پس آپ اللہ کی رحمت کے

اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى

آثار کی طرف دیکھیں، وہ زمین کو اس کی موت (ویرانی) کے بعد کیسے زندہ (آباد) کرتا ہے، بے شک وہ ضرور مُردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ اور وہ ہر چیز

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿50﴾ وَلَىِٕنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ﴿51﴾

پر خوب قادر ہے﴿50﴾ اور اگر ہم (تند و تیز) ہوا بھیج دیں، پھر وہ اس (کھیتی) کو زرد پڑتی دیکھیں، تو اس کے بعد وہ ضرور ناشکری کرنے لگتے ہیں﴿51﴾

الرَّحْمَةَ لا ﴾ (الأنعام 54:6) ''تمھارے پروردگار نے اپنی ذات (پاک) پر رحمت کو لازم کر لیا ہے۔''

تفسیر آیات:48-51

زمین کو زندہ کرنا بعث بعد الموت کی دلیل ہے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ وہ اس بادل کو کس طرح پیدا فرماتا ہے جس سے پانی نازل ہوتا ہے، ارشاد ہے: ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا﴾ ''اللہ ہی تو ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے تو وہ بادل کو اٹھاتی ہیں۔'' یعنی دریاؤں اور سمندروں کی موجوں سے سحاب کو اٹھاتی ہیں جیسا کہ کئی ایک اہل علم نے ذکر کیا ہے۔ یا وہاں سے اٹھاتی ہیں جہاں سے اللہ تعالیٰ چاہے، ﴿فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ﴾ ''پھر وہ اسے جس طرح چاہتا ہے آسمان میں پھیلا دیتا ہے۔'' یعنی اسے پھیلا دیتا، زیادہ کر دیتا اور اسے بڑھا دیتا ہے اور تھوڑے بادلوں کو زیادہ بنا دیتا ہے۔ ابتدا میں ایک بدلی پیدا فرماتا ہے جو آنکھ سے ایک ڈھال کی طرح نظر آتی ہے، پھر اسے اس طرح پھیلا دیتا ہے کہ افق کے سارے کنارے بھر جاتے ہیں اور کبھی وہ بادلوں کو دریاؤں اور سمندروں کی طرف سے اس طرح اٹھاتا ہے کہ وہ پانی سے بھرے ہوتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۭ حَتّٰٓى اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝﴾ (الأعراف 57:7) ''اور وہی تو ہے جو اپنی رحمت (مینہ) سے پہلے خوش خبری دینے والی ہواؤں کو بھیجتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ بھاری بھاری بادلوں کو اٹھاتی ہیں تو ہم اسے ایک مری ہوئی بستی کی طرف ہانک دیتے ہیں، پھر اس (بادل) سے پانی اتارتے ہیں، پھر مینہ سے ہر طرح کے پھل پیدا کرتے ہیں، اسی طرح ہم مردوں کو (زمین سے زندہ کر کے) نکال لیں گے، (یہ آیات اس لیے بیان کی جاتی ہیں) تاکہ تم نصیحت پکڑو۔''

اسی طرح یہاں فرمایا: ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا﴾

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

’’اللہ ہی تو ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے تو وہ بادل کو اٹھاتی ہیں، پھر وہ اسے جس طرح چاہتا ہے آسمان میں پھیلا دیتا اور (تہ بہ تہ) ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔‘‘ مجاہد، ابوعمرو بن علاء، مَطَر وَرّاق اور قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿ كِسَفًا ﴾ کے معنی ٹکڑے ٹکڑے ہیں۔[1] اور کئی دیگر لوگوں نے کہا ہے کہ اس کے معنی تہ بہ تہ کے ہیں جیسا کہ امام ضحاک کا قول ہے۔ کچھ اور لوگوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایسے بادل ہیں جو پانی کی کثرت کی وجہ سے سیاہ معلوم ہوتے ہوں اور بوجھل اور بھاری ہونے کی وجہ سے زمین سے قریب دکھائی دیتے ہوں۔ ﴿ فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ ﴾ ’’پس تو مینہ کو دیکھتا ہے کہ اس کے بیچ میں سے نکلنے لگتا ہے۔‘‘ یعنی تم بارش کو دیکھتے ہو جو بادلوں سے پانی کے قطروں کی صورت میں برستی ہے۔

﴿ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۚ﴿48﴾ ﴾ ’’پھر جب وہ اسے اپنے بندوں میں سے جن پر چاہتا ہے برسا دیتا ہے تو وہ اچانک خوش ہو جاتے ہیں۔‘‘ کیونکہ انھیں اس کی ضرورت ہوتی ہے، لہٰذا وہ اس کے نازل ہونے سے خوش ہوتے ہیں۔ ﴿ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ﴿49﴾ ﴾ ’’اور یقیناً وہ (لوگ) اس (مینہ) سے پیشتر کہ وہ ان پر اتارا جائے، البتہ پہلے ہی نااُمید ہو رہے تھے۔‘‘ آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ یہ لوگ جنھیں بارش نصیب ہوتی ہے، اس کے نزول سے پہلے مایوس اور ناامید تھے، خشک سالی کے بعد نازل ہونے والی بارش بہت خوش کن ہوتی ہے، یعنی لوگ بارش کے نازل ہونے سے پہلے بھی اس کے ضرورت مند تھے اور بارش کے نازل ہونے سے پہلے وقتاً فوقتاً جب بارش رکی رہی تو یہ اس کا انتظار کرتے رہے، ایک مدت تک بارش نہ ہوئی، یہ اس کا انتظار کرتے رہے، بارش کے نازل ہونے میں تاخیر ہوگئی، پھر مایوسی و ناامیدی کے بعد بارش نازل ہوئی تو خشک و بنجر زمین سرسبز و شاداب ہو کر لہلہانے لگتی ہے اور طرح طرح کی بارونق چیزیں اُگانے لگتی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ ﴾ ’’تو (اے دیکھنے والے!) اللہ کی رحمت کی نشانیوں کی طرف دیکھ کہ وہ کس طرح زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے۔‘‘ رحمت کی نشانیوں سے مراد بارش ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی اس طرف توجہ مبذول فرمائی ہے کہ جس طرح وہ مردہ زمین کو زندہ فرما دیتا ہے اسی طرح وہ مردہ انسان کو بھی دوبارہ زندہ فرما دے گا۔ ﴿ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ ﴾ ’’بے شک وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔‘‘ یعنی جس نے مردہ زمین کو زندگی عطا فرما دی، وہ مردوں کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ ﴿ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿50﴾ ﴾ ’’اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔‘‘

پھر ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ﴿51﴾ ﴾ ’’اور اگر ہم ایسی ہوا بھیجیں کہ وہ (اس کے سبب) کھیتی کو دیکھیں (کہ) زرد (ہوگئی) ہے تو اس کے بعد وہ ناشکری کرنے لگ جائیں۔‘‘ یعنی اگر ہم ایسی ہوا بھیجیں جو اس کھیتی کو خشک کر دے جسے انھوں نے کاشت کیا ہو اور وہ اُگ کر بڑی ہوگئی ہو اور اپنے تنے پر کھڑی ہوگئی ہو، پھر وہ اسے دیکھیں کہ وہ تو خشک ہو کر خراب ہونا شروع ہوگئی ہے تو وہ اس صورت حال کو دیکھ کر ناشکری اور سابقہ نعمتوں کا انکار کرنے لگ

[1] تفسیر الطبری: 64/21 و201/15 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3094/9.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿52﴾ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ

تو (اے نبی!) بلاشبہ آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے، اور نہ آپ بہروں کو (اپنی) پکار سنا سکتے ہیں جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر لوٹ جائیں ﴿52﴾ اور نہ آپ اندھوں کو ان کی

عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿53﴾ ع 5 13 8

گمراہی سے ہدایت کی طرف لا سکتے ہیں، آپ تو صرف انھیں سنا سکتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں، تو وہی فرماں بردار ہیں ﴿53﴾

جاتے ہیں جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ؕ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ○ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ○ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ۙ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ○ ﴾ (الواقعۃ 56:63-67) ''سو بھلا دیکھو تو کہ جو کچھ تم بوتے ہو تو کیا تم اسے اُگاتے ہو یا ہم اُگانے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے چورا چورا کر دیں، پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤ (کہ ہائے) ہم تو (مفت) تاوان میں ڈال دیے گئے بلکہ ہم ہیں ہی بے نصیب۔''

تفسیر آیات: 53,52

کفار مُردوں کی طرح ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جیسے یہ آپ کی قدرت وطاقت میں نہیں کہ آپ مردوں کو ان کی قبروں میں سنائیں اور نہ یہ کہ آپ بہروں کو اپنی بات سنا سکیں، خصوصاً جبکہ انھوں نے آپ سے منہ بھی پھیر رکھا ہو، اسی طرح آپ کے لیے یہ بھی ممکن نہیں کہ حق سے اندھوں کو ہدایت دے سکیں اور انھیں گمراہی وضلالت سے ہٹا کر راہ ہدایت پر لا سکیں کیونکہ یہ سارا معاملہ تو اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے اگر وہ چاہے تو اپنی قدرت کے ساتھ مردوں کو زندوں کی آوازیں سنا دیتا ہے جسے چاہتا ہے ہدایت عطا فرما دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو اس کا ذرہ بھر اختیار نہیں ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿53﴾ ﴾ ''آپ تو اُنھی لوگوں کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے ہیں، سو وہی فرماں بردار ہیں۔'' یعنی یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے والے، اس کے حکم پر لبیک کہنے والے اور اس کی اطاعت کرنے والے ہیں، یہی لوگ ہیں جو حق کو سنتے اور اس کی اتباع کرتے ہیں، یہ مومنوں کا حال ہے جبکہ پہلی کافروں کی مثال تھی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؔ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ○ ﴾ (الأنعام 6:36) ''بات یہ ہے کہ (حق کو) قبول تو صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو سنتے بھی ہیں اور مردوں کو تو اللہ (قیامت ہی کو) اٹھائے گا، پھر وہ اُسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔''

اسی آیت کریمہ: ﴿ فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى ﴾ ''پس بے شک آپ مردوں کو (بات) نہیں سنا سکتے۔'' سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے استدلال کیا تھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو (نبی ﷺ کے الفاظ نقل کرنے میں) اس روایت میں وہم ہو گیا ہے جس میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کفار مقتولوں سے تین دن بعد گفتگو فرمائی تھی جنھیں بدر کے کنویں میں پھینک دیا گیا تھا، آپ نے انھیں سخت سرزنش کی تھی حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ کیسے ان سے خطاب کر رہے ہیں، حالانکہ وہ بلاشبہ گل سڑ کے بدبودار ہو چکے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: [وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ

اللہ وہ ذات ہے جس نے تمھیں کمزوری (کی حالت) سے پیدا کیا، پھر اس نے کمزوری کے بعد قوت دی، پھر اس نے قوت کے بعد کمزوری اور

قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَیْبَةً ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ ﴿54﴾

بڑھاپا دیا، وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے، اور وہ خوب جاننے والا، بڑا قدرت والا ہے ﴿54﴾

وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ۬ مَا لَبِثُوْا غَیْرَ سَاعَةٍ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوْا

اور جس دن قیامت قائم ہوگی، مجرم قسمیں کھائیں گے کہ وہ (دنیا میں) گھڑی بھر کے سوا نہیں ٹھہرے، اسی طرح وہ (دنیا میں) بہکے رہے ﴿55﴾ اور جن لوگوں

یُؤْفَكُوْنَ ﴿55﴾ وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِیْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰی یَوْمِ

کو علم اور ایمان دیا گیا وہ کہیں گے: البتہ تحقیق تم تو، جیسا کہ اللہ کی کتاب (لوح محفوظ) میں ہے، (دوبارہ) اٹھانے کے دن (قیامت) تک ٹھہرے

الْبَعْثِ ؗ فَهٰذَا یَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿56﴾ فَیَوْمَئِذٍ لَّا یَنْفَعُ الَّذِیْنَ

رہے، چنانچہ یہی (دوبارہ) اٹھنے کا دن ہے، اور لیکن تم تو (اسے حق) نہیں جانتے تھے ﴿56﴾ تو جن لوگوں نے ظلم و زیادتی کی اس دن ان کی معذرت (انھیں)

ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿57﴾

کوئی نفع نہ دے گی، اور نہ ان سے (اپنے رب کو) راضی کرنے کے لیے کہا جائے گا ﴿57﴾

لِمَا أَقُولُ مِنْهُمْ (وَلٰكِنْ لَّا يُجِيبُونَ)] ''اس ذات گرامی کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں ان سے جو کہہ رہا ہوں، اسے تم ان کی نسبت زیادہ نہیں سن رہے لیکن وہ جواب نہیں دے سکتے۔''[1] اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے اس فرمان کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [إِنَّهُمْ لَيَعْلَمُونَ الْآنَ أَنَّ مَا كُنْتُ أَقُولُ لَهُمْ حَقٌّ] ''انھیں اب یہ خوب معلوم ہو گیا ہے کہ میں ان سے جو کہا کرتا تھا، وہی بات حق ہے۔''[2] اور امام قتادہ نے بیان فرمایا ہے کہ اس وقت ڈانٹ ڈپٹ، سرزنش اور سزا کے لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں زندہ کر دیا تھا حتی کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کا مذکورہ بالا فرمان سن لیا۔[3]

تفسیر آیت: 54

انسانی زندگی کے مراحل: انسان اپنی زندگی کے جن مختلف مراحل سے گزرتا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر فرمایا ہے کہ انسان کی اصل تخلیق مٹی سے ہے، مٹی سے نطفہ، پھر لوتھڑا، پھر بوٹی بنا دی جاتی ہے، پھر ہڈیاں پیدا کر دی جاتیں اور ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیا جاتا ہے، پھر اسی میں روح پھونک دی جاتی ہے، پھر جب وہ شکم مادر سے باہر آتا ہے تو انتہائی کمزور و نحیف اور کمزور

[1] صحيح البخاري، المغازي، باب قتل أبي جهل، حديث: 3976 عن زيد بن سهل أبي طلحة الأنصاري رضی اللہ عنہ وصحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب عرض مقعد الميت من الجنة والنار عليه......، حديث: 2874 عن أنس رضی اللہ عنہ واللفظ له، البتہ قوسین والے الفاظ صحيح البخاري، الجنائز، باب ماجاء في عذاب القبر، حديث: 1370 عن ابن عمر رضی اللہ عنہ میں ہیں۔ [2] صحيح البخاري، الجنائز، باب ماجاء في عذاب القبر، حديث: 1371 و صحيح مسلم، الجنائز، باب الميت يعذب ببكاء أهله عليه، حديث: 932. [3] صحيح البخاري، المغازي، باب قتل أبي جهل، حديث: 3976.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَلَىِٕنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ

اور بلاشبہ ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر مثال بیان کردی ہے، اور اگر آپ ان کے پاس کوئی نشانی لائیں تو جن لوگوں

الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿58﴾ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ

نے کفر کیا وہ ضرور کہیں گے: تم تو نرے جھوٹے ہو ﴿58﴾ اسی طرح اللہ ان لوگوں کے دلوں پر جو سمجھ نہیں رکھتے، مہر لگا دیتا ہے ﴿59﴾

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿59﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿60﴾ ع 6/7/9

پس آپ صبر کیجیے: بلاشبہ اللہ کا وعدہ سچا ہے، اور آپ کو وہ لوگ ہلکا (بے صبر) نہ کردیں جو یقین نہیں رکھتے ﴿60﴾

قوتوں والا ہوتا ہے، پھر آہستہ آہستہ پروان چڑھ کر بچہ بن جاتا ہے، پھر نوخیز، پھر نوجوان بن جاتا ہے اور کمزوری کے بعد طاقت کے یہی معنی ہیں، پھر انسان کمزور ہونا شروع ہو جاتا ہے اور کہولت وشیخوخت سے گزرتے ہوئے بڑھاپے کی آخری حدوں کو چھونے لگتا ہے اور طاقت کے بعد کمزوری کے یہی معنی ہیں کیونکہ بڑھاپے میں ہمت، حرکت اور گرفت میں کمزوری ہو جاتی ہے، بال سفید ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور ظاہری وباطنی صفات میں تبدیلی رونما ہونا شروع ہو جاتی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَّشَيْبَةً ؕ﴾ ”پھر طاقت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا بنا دیا۔“ یعنی وہ جو چاہتا کرتا اور اپنے بندوں میں جس طرح چاہتا تصرف فرماتا ہے، ﴿وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴿54﴾﴾ ”اور وہ خوب جاننے والا، بڑا صاحب قدرت ہے۔“

تفسیر آیات: 55-57

دنیا وآخرت میں کفار کی جہالت: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے دنیا وآخرت میں کفار کی جہالت کے بارے میں بیان فرمایا ہے، دنیا میں انھوں نے جہالت سے بتوں کی جو عبادت کی، سو کی، آخرت میں بھی ان سے بہت بڑی جہالت کا اظہار ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہیں گے کہ وہ دنیا میں ایک گھڑی ہی رہے تھے اور ان کا مقصود یہ ہوگا کہ ان پر حجت قائم نہیں ہوئی اور انھیں مہلت ہی نہیں دی گئی کہ وہ اپنا عذر پیش کر سکیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ﴿55﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ؗ﴾ ”اسی طرح وہ (رستے سے) بہکائے جاتے تھے اور جن لوگوں کو علم اور ایمان دیا گیا تھا، وہ کہیں گے کہ یقیناً اللہ کی کتاب (لوح محفوظ) کے مطابق تم اٹھائے جانے کے دن تک ٹھہرے رہے ہو۔“ یعنی مومن علماء آخرت میں ان کی تردید کریں گے جیسے وہ دنیا میں ان پر اللہ تعالیٰ کی حجت پوری کرتے رہے تھے، جب کافر قسم کھا کر کہیں گے کہ وہ تو ایک ہی گھڑی رہے تھے تو مومن ان سے کہیں گے: ﴿لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ؗ﴾ ”یقیناً اللہ کی کتاب (لوح محفوظ) کے مطابق تم اٹھائے جانے کے دن تک رہے ہو۔“ یعنی جس دن تم پیدا کیے گئے تھے، اس دن سے لے کر دوبارہ اٹھائے جانے کے دن تک، ﴿وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿56﴾﴾ ”اور لیکن تم (اس حق کو) نہیں جانتے تھے۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَيَوْمَىِٕذٍ﴾ ”تو اس روز“ یعنی روز قیامت، ﴿لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿57﴾﴾ ”ظالم لوگوں کو ان کا عذر کچھ فائدہ نہ دے گا اور نہ ان سے توبہ طلب کی جائے گی۔“ اور نہ انھیں دنیا کی

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

طرف دوبارہ لوٹایا جائے گا۔جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴾ (حٰمٓ السجدة 24:41) ’’اور اگر وہ معافی طلب کریں گے تو معاف کیے گئے لوگوں میں سے نہ ہوں گے۔‘‘

تفسیر آیات: 58-60

قرآن مجید میں بیان کی گئی مثالیں اور کافروں کا ان پر یقین نہ کرنا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ﴾ ’’اور البتہ تحقیق ہم نے لوگوں کے (سمجھانے کے) لیے اس قرآن میں ہر طرح کی مثال بیان کر دی ہے۔‘‘ یعنی ہم نے لوگوں کے لیے حق کو بیان کر کے بالکل واضح کر دیا ہے اور قرآن مجید میں لوگوں کے لیے مثالیں بیان کی ہیں تاکہ وہ حق کو معلوم کر کے اس کی اتباع شروع کر دیں۔ ﴿ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴾ ’’اور اگر آپ ان کے سامنے کوئی نشانی لائیں تو یہ کافر کہہ دیں گے کہ تم تو نرے جھوٹے ہو۔‘‘ یعنی یہ لوگ اگر کوئی بھی نشانی دیکھیں، خواہ وہ ان کے اپنے مطالبے کے مطابق ہو یا کسی اور کے مطالبے کے مطابق ہو، یہ اس پر ایمان نہیں لائیں گے بلکہ اسے سحر اور باطل خیال کریں گے جیسا کہ چاند دو ٹکڑے ہونے کے موقع پر انھوں نے کہا تھا اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝ ﴾ (یونس 97,96:10) ’’جن لوگوں کے بارے میں اللہ کا حکم (عذاب) قرار پا چکا ہے، بلاشبہ وہ ایمان نہیں لائیں گے، خواہ ان کے پاس ہر (طرح کی) نشانی آ جائے جب تک کہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔‘‘ اسی طرح یہاں فرمایا ہے: ﴿ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ﴾ ’’اسی طرح اللہ ان لوگوں کے دلوں پر جو سمجھ نہیں رکھتے مہر لگا دیتا ہے، پس صبر کریں، بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔‘‘ یعنی ان کی مخالفت اور دشمنی پر صبر کریں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے فتح و نصرت کا جو وعدہ کیا ہے وہ اسے ضرور پورا فرمائے گا اور دنیا و آخرت میں انجام آپ کا اور آپ کے پیروکاروں کا اچھا ہوگا۔ ﴿ وَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ۝ ﴾ ’’اور جو لوگ یقین نہیں رکھتے، وہ آپ کو ہلکا (متزلزل) نہ کر دیں۔‘‘ آپ اپنے اسی دین پر ثابت رہیں جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا ہے کیونکہ یہ دین بلاشک و شبہ حق ہے، آپ اس سے اعراض نہ کریں کیونکہ اس کے سوا اور کہیں ہدایت ہے ہی نہیں کہ اس کی پیروی کی جائے بلکہ سارے کا سارا حق صرف اور صرف اسی دین میں منحصر ہے۔

اس سورۂ شریفہ کو نماز فجر میں پڑھنے کا استحباب: امام احمد رحمہ اللہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں صبح کی نماز پڑھائی اس میں سورۂ روم کی تلاوت فرمائی تو آپ ایک آیت کی قراءت میں متردد ہو گئے، نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا: [إِنَّهُ يَلْبِسُ عَلَيْنَا الْقُرْآنَ أَنَّ أَقْوَامًا مِّنْكُمْ يُصَلُّونَ مَعَنَا لَا يُحْسِنُونَ الْوُضُوءَ، فَمَنْ شَهِدَ الصَّلَاةَ مَعَنَا فَلْيُحْسِنِ الْوُضُوءَ] ’’ہمیں قرآن میں اشتباہ ہونے لگتا ہے اور وہ اس لیے کہ تم میں سے کچھ لوگ ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں مگر وہ اچھی طرح وضو نہیں کرتے، لہٰذا تم میں سے جو شخص ہمارے ساتھ

’’محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ‘‘

www.KitaboSunnat.com

نماز میں حاضر ہو تو اسے اچھی طرح وضو کرنا چاہیے۔"[1] اس حدیث کی سند حسن اور متن بہت خوب ہے، اس میں عجب راز اور عجیب و غریب خبر بیان کی گئی ہے اور وہ یہ کہ مقتدیوں کے وضو کے نقص سے امام متاثر ہوتا ہے، گویا یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ مقتدی کی نماز امام کی نماز کے ساتھ وابستہ ہے۔

سورۂ روم کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

[1] مسند أحمد: 472/3 و سنن النسائی، الافتتاح، باب القراءة فی الصبح بالروم، حدیث: 948 عن الأغر ﷺ.

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تفسیر سُوْرَۃُ لُقْمٰن

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

الٓمّٓ ① تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ② هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ③ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ

الٓمّٓ ① یہ حکمت والی کتاب کی آیات ہیں ② (جو) نیکو کاروں کے لیے ہدایت اور رحمت ہیں ③ جو لوگ نماز قائم

الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ④ اُولٰٓىِٕكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ

کرتے ہیں اور زکاۃ دیتے ہیں، اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں ④ یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر

رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑤

ہیں، اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں⑤

تفسیر آیات:1-5

نیک لوگوں کے اوصاف: اس سورۂ مبارکہ کے ابتدائی حصے سے متعلق زیادہ تر بحث سورۂ بقرہ کے آغاز میں گزر چکی ہے۔ اور وہ یہ کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس قرآن مجید کو نیکو کاروں کے لیے ہدایت، شفا اور رحمت بنایا ہے اور نیکو کاروں سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے شریعت کی اتباع کرتے ہوئے نیک عمل کیے، انھوں نے فرض نمازوں کو بھی ان کے حدود و اوقات کی پابندی کے ساتھ قائم کیا، پھر مؤکدہ وغیر مؤکدہ نوافل کو بھی ادا کیا، اپنے اوپر فرض زکاۃ کو اس کے مستحق لوگوں تک پہنچایا اور اعزہ و اقارب سے صلہ رحمی کرتے ہوئے ان پر صدقہ و خیرات بھی کیا، انھوں نے یقین کیا کہ آخرت میں انھیں ان کے ان اعمال صالحہ کا اچھا بدلہ ملے گا۔ اس لیے اس اچھے بدلے اور بہترین اجر و ثواب کے حصول کے لیے انھوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کی اور انھوں نے نہ تو ریاکاری سے کام لیا اور نہ لوگوں سے کسی صلہ و ستائش کی تمنا کی۔ الغرض! یہ ہیں وہ لوگ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿اُولٰٓىِٕكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ﴾ ''یہی اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔'' یعنی یہ لوگ بصیرت، واضح دلیل، جلی اور کشادہ رستے پر ہیں، ﴿وَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑤﴾ ''اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔'' یعنی دنیا و آخرت میں۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡتَرِىۡ لَهۡوَ الۡحَدِيۡثِ لِيُضِلَّ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ ‌ۖ

اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو دلفریب (غافل کر دینے والا) کلام خریدتے ہیں تاکہ وہ علم کے بغیر اللہ کی راہ (دین) سے گمراہ کریں اور اس کا مذاق

وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ‌ؕ اُولٰٓـئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ ۞6 وَاِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسۡتَكۡبِرًا

اڑائیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کن عذاب ہے 6 اور جب ایسے شخص پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ تکبر کرتے ہوئے پلٹ جاتا ہے

كَاَنۡ لَّمۡ يَسۡمَعۡهَا كَاَنَّ فِىۡۤ اُذُنَيۡهِ وَقۡرًا‌ ۚ فَبَشِّرۡهُ بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ ۞7

جیسے اس نے وہ سنی ہی نہیں، گویا کہ اس کے دونوں کانوں میں بہرا پن ہو، چنانچہ آپ اسے دردناک عذاب کی خبر سنا دیجیے 7

تفسیر آیات: 7,6

بے ہودہ حکایتوں کا مشغلہ بدبختوں کی عادت ہے: اللہ تعالیٰ نے پہلے سعادت مند لوگوں کا حال بیان فرمایا اور سعادت مند لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ہدایت حاصل کرتے اور اسے سن کر فیض یاب ہوتے ہیں جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِىَ ‌ۖ تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ جُلُوۡدُ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ‌ ۚ ثُمَّ تَلِيۡنُ جُلُوۡدُهُمۡ وَقُلُوۡبُهُمۡ اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ‌ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهۡدِىۡ بِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ‌ ؕ وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ هَادٍ ۞ ﴾ (الزمر 23:39) ”اللہ نے بہترین کلام اتارا ہے، ایک ملتی جلتی کتاب دہرائی جاتی ہے جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اس سے ان کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، پھر ان کے بدن اور دل نرم ہو کر اللہ کی یاد کی طرف (متوجہ) ہو جاتے ہیں۔ یہی اللہ کی ہدایت ہے وہ اس کے ذریعے سے جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جس کو اللہ گمراہ کرے تو اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔“

موسیقی اور موسیقار: اب اللہ تعالیٰ نے ان بدبختوں کا حال بیان کرنا شروع فرمایا ہے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے پاک کلام کو سن کر اس سے نفع حاصل کرنے کے بجائے گانوں کے سننے اور آلاتِ موسیقی سے دل بہلانے کو ترجیح دی جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کریمہ: ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡتَرِىۡ لَهۡوَ الۡحَدِيۡثِ لِيُضِلَّ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ﴾ ”اور لوگوں میں بعض وہ ہے جو غافل کرنے والی باتیں خریدتا ہے تاکہ (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے گمراہ کرے۔“ کے بارے میں پوچھا گیا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہنے لگے: وہ ذات جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں! ﴿ لَهۡوَ الۡحَدِيۡثِ ﴾ سے مراد موسیقی ہے اور اس بات کو انھوں نے تین بار دہرایا۔[1] اور امام قتادہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ممکن ہے کہ اس نے مال کے ساتھ نہ خریدا ہو بلکہ اسے اچھا جانا ہو تو یہ بھی اس کا خریدنا ہی ہے۔ آدمی کی ضلالت و گمراہی کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ سچی اور حق باتوں کے بجائے جھوٹی حکایتوں کو ترجیح دے۔[2] یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس آیت کریمہ میں خریدنے سے مراد گانے بجانے والی لونڈیوں کو خریدنا ہے۔[3] امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ اس سے مراد ہر وہ کلام ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے رستے کی اتباع سے روکے۔[4]

---

[1] تفسیر الطبری:74/21. [2] تفسیر الطبری:74/21 . [3] تفسیر الطبری:75/21 . [4] تفسیر الطبری:77/21 .

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمۡ جَنّٰتُ النَّعِیۡمِ ۙ﴿۸﴾ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا ؕ وَعۡدَ اللّٰهِ

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، ان کے لیے پُرنعمت باغ ہیں ⑧ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، (یہ) اللہ کا سچا وعدہ

حَقًّا ؕ وَ هُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۹﴾

ہے، اور وہ نہایت غالب، خوب حکمت والا ہے ⑨

اور فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ لِیُضِلَّ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ﴾ ''تا کہ وہ (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے گمراہ کرے۔'' یعنی ایسا وہ اس لیے کرتا ہے تا کہ اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت کر سکے۔ ﴿ وَّ یَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ ﴾ ''اور اس نے اسے استہزا بنالیا۔'' امام مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ کے رستے کو مذاق بنالے اور اس سے استہزا کرے۔[1] اور فرمایا: ﴿ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِیۡنٌ ﴿۶﴾ ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا۔'' یعنی جس طرح انھوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے رستے کا مذاق اڑایا، اسی طرح انھیں بھی روز قیامت، ہمیشہ جاری رہنے والے دائمی عذاب میں مبتلا کر کے ذلیل و رسوا کیا جائے گا، پھر ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡهِ اٰیٰتُنَا وَلّٰی مُسۡتَکۡبِرًا کَاَنۡ لَّمۡ یَسۡمَعۡهَا کَاَنَّ فِیۡۤ اُذُنَیۡهِ وَقۡرًا ۚ ﴾ ''اور جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ تکبر کرتے ہوئے پھر جاتا ہے، گویا اُن کو سنا ہی نہیں جیسے اس کے دونوں کانوں میں ثقل ہے۔''

یعنی یہ شخص جو لہو و لعب اور موسیقی میں مشغول ہے اسے جب قرآنی آیات سنائی جاتی ہیں تو وہ ان سے منہ پھیر لیتا، اعراض کرتا، پشت کے بل ہو جاتا اور بہرا بن جاتا ہے، حالانکہ جسمانی طور پر وہ بہرا نہیں ہے، گویا اس نے انھیں سنا ہی نہیں کیونکہ وہ انھیں سن کر تکلیف محسوس کرتا ہے کیونکہ ان سے وہ فائدہ اٹھاتا اور نہ ان کی کوئی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ ﴿ فَبَشِّرۡهُ بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ ﴿۷﴾ ﴾ ''تو آپ اس کو درد دینے والے عذاب کی خوش خبری سنا دیں۔'' قیامت کے دن اسے دردناک عذاب ہوگا جو اس کو اسی طرح تکلیف پہنچائے گا جس طرح اللہ کی کتاب اور اس کی آیات کے سننے سے اسے تکلیف ہوتی ہے۔

تفسیر آیات:9,8

مومنوں کے اچھے انجام کا ذکر: ان آیات کریمہ میں نیکوکار اور سعادت مند لوگوں کے آخرت میں اچھے انجام کا ذکر ہے، ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لائے، اس کے پیغمبروں کی تصدیق کی اور اللہ تعالیٰ کی شریعت کے تابع نیک اعمال کیے، ﴿ لَهُمۡ جَنّٰتُ النَّعِیۡمِ ﴿۸﴾ ﴾ ''ان کے لیے نعمت کے باغ ہیں'' جن میں وہ کھانے پینے کی انواع و اقسام کی چیزوں، پہننے کی قیمتی پوشاکوں، عظیم الشان محلات، اعلیٰ سواریوں، خوب صورت عورتوں، فرحت بخش نظاروں اور سننے کی پاکیزہ چیزوں اور مسرت و لذت بخش طرح طرح کی ایسی نعمتوں سے شادکام ہوں گے جن کا کسی کے دل میں تصور بھی نہیں آ سکتا، پھر وہ نعمتوں کے ان باغات میں ہمیشہ ہمیشہ اور ابد الآباد تک مقیم رہیں گے، یہاں سے کبھی سفر نہ کریں گے اور نہ وہ یہاں سے

① تفسیر ابن أبی حاتم: 3096/9 و تفسیر الطبری: 77/21.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا

اس (اللہ) نے ستونوں کے بغیر آسمان پیدا کیے، تم انھیں دیکھتے ہو، اور اس نے زمین میں (اونچے اونچے) پہاڑ جما دیے، تاکہ زمین تمھیں ساتھ لیے

مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ⑩ هٰذَا

ہلنے جلنے (نہ) لگے، اور اس نے اس میں ہر قسم کے چوپائے پھیلائے، اور ہم نے آسمان سے پانی نازل کیا، پھر ہم نے اس (زمین) میں ہر قسم کی نفیس

خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ⑪ ع 1 11 10

اور عمدہ چیزیں اگائیں ⑩ یہ تو ہے اللہ کی مخلوق، پھر مجھے دکھاؤ کہ اوروں نے اس (اللہ) کے سوا کیا تخلیق کیا ہے (کچھ بھی نہیں) بلکہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں ⑪

نقل مکانی ہی کرنا چاہیں گے۔ ﴿ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ ﴾ ”اللہ کا وعدہ سچا ہے۔“ یعنی ایسا بہر صورت ہونے والا ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ وہ کرم فرمانے والا، احسان فرمانے والا اور جو چاہے اسے کر گزرنے والا ہے اور پھر وہ ہر چیز کے کرنے کی قدرت بھی رکھتا ہے۔ ﴿ وَهُوَ الْعَزِيْزُ ﴾ ”اور وہ نہایت غالب ہے۔“ جس نے ہر چیز کو مغلوب کر رکھا ہے اور ہر چیز جس کی اطاعت گزار ہے، ﴿ الْحَكِيْمُ ⑨ ﴾ ”حکمت والا ہے“ یعنی وہ اپنے تمام اقوال و افعال میں حکیم ہے اور اس نے اپنی حکمتِ بالغہ کے ساتھ قرآن مجید کو مومنوں کے لیے ہدایت بنا دیا ہے۔ ﴿ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ۝ ﴾ (حٰمٓ السجدة 44:41) ”آپ کہہ دیں کہ جو ایمان لاتے ہیں ان کے لیے (یہ) ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں ڈاٹ (بہرا پن) ہے اور یہ ان کے حق میں اندھا پن ہے (گرانی کے سبب) ان کو (گویا) دور جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ۝ ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 82:17) ”اور ہم قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور ظالموں کے حق میں تو بس خسارے ہی کا اضافہ کرتا ہے۔“

تفسیر آیات: 11,10

توحید کے دلائل: اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے اپنی عظیم قدرت کے ساتھ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، سب کو پیدا فرمایا ہے۔ ﴿ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ ﴾ ”اسی نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر پیدا کیا۔“ امام حسن بصری رحمہ اللہ اور امام قتادہ فرماتے ہیں کہ آسمانوں کے نظر آنے والے یا نظر نہ آنے والے کوئی ستون نہیں ہیں۔[1] ﴿ وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ ﴾ ”اور اس نے زمین میں (مضبوط) پہاڑ گاڑ دیے۔“ یعنی پہاڑوں نے زمین کو بہت بھاری اور ثقیل بنا دیا ہے تاکہ زمین تم کو لے کر پانی پر ہلنے نہ لگے، اسی لیے فرمایا: ﴿ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ ﴾ ”کہ تمھارے ساتھ ہلنے لگے۔“ پھر فرمایا: ﴿ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ ﴾ ”اور اس میں ہر طرح کے چلنے پھرنے والے جاندار پھیلا

[1] تفسیر الطبری: 79/21.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ

اور بلاشبہ ہم نے لقمان کو حکمت دی تھی کہ تو اللہ کا شکر کر، اور جو کوئی شکر کرے تو یقیناً وہ اپنی ہی ذات کے لیے شکر کرتا ہے، اور جس نے ناشکری کی

كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ⑫

تو بلاشبہ اللہ بے پرواہ ہے، تعریف کیا ہوا ہے ⑫

دیے۔'' یعنی اس میں اس نے تمام انواع و اقسام کے حیوانات پیدا فرما دیے ہیں جن کی شکلوں اور رنگوں کی تعداد کو ان کے پیدا کرنے والے کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ نے جب یہ بات بیان فرمائی کہ وہ خالق ہے تو اس نے اپنے (حسب ذیل) فرمان کی بدولت اس طرف بھی توجہ مبذول کرا دی کہ رازق بھی وہی ہے۔ ﴿ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ⑩ ﴾ ''اور ہم نے ہی آسمان سے پانی نازل کیا، پھر ہم نے ہی (اُس سے) اس میں (غلوں کی) ہر عمدہ قسم کی نفیس چیزیں اُگائیں۔'' ہر قسم کی نباتات جو خوشنما و نفیس ہے۔ امام شعبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ انسان بھی زمین کی نباتات میں سے ہے، ان میں سے جو جنت میں داخل ہو گیا وہ کریم ہے اور جو جہنم رسید ہوا وہ لئیم ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ ﴾ ''یہ تو اللہ کی تخلیق ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ اس نے آسمانوں، زمین اور ان کے مابین کی تمام اشیاء کو پیدا فرمایا ہے تو یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کا فعل، اس کی مخلوق اور اسی کی تقدیر ہے، وہ وحدہ لاشریک ہے، کائنات کے پیدا فرمانے میں اس کا کوئی شریک نہیں، اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ ﴾ ''تو مجھے دکھاؤ کہ جو لوگ اس (اللہ) کے سوا ہیں انھوں نے کیا پیدا کیا ہے؟'' یعنی جن بتوں اور شریکوں کی تم عبادت کرتے اور جنھیں تم پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ کہ انھوں نے کیا پیدا کیا ہے، ﴿ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ⑪ ﴾ ''حقیقت یہ ہے کہ یہ ظالم صریح گمراہی میں ہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے اور اس کے سوا غیر اللہ کی پوجا کرنے والے جہالت اور اندھے پن کی ایسی واضح اور صریح گمراہی میں مبتلا ہیں جو قطعاً مخفی نہیں ہے۔

تفسیر آیت:12

کیا لقمان پیغمبر تھے؟ لقمان کے بارے میں ائمۂ سلف میں اختلاف ہے کہ وہ نبی تھے یا ایک صالح انسان۔ اکثر لوگوں کا قول یہ ہے کہ وہ نبی نہیں بلکہ ایک نیک انسان تھے۔ امام سفیان ثوری نے اشعث سے، انھوں نے عکرمہ سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ لقمان ایک حبشی غلام اور نجار تھے۔[1] اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ لقمان کی بابت آپ کو کیا معلوم ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ وہ چھوٹے قد کے تھے، ان کی ناک چپٹی تھی اور ان کا نُوبہ برادری سے تعلق تھا۔[2] یحییٰ بن سعید انصاری نے سعید بن مسیّب سے روایت کیا ہے کہ لقمان کا تعلق مصر کے سیاہ رنگ کے لوگوں سے تھا اور ان کے بڑے بڑے ہونٹ تھے مگر اللہ تعالیٰ نے انھیں حکمت و دانائی

① تفسیر الطبری: 82/21. ② تفسیر ابن أبی حاتم: 3097/9.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

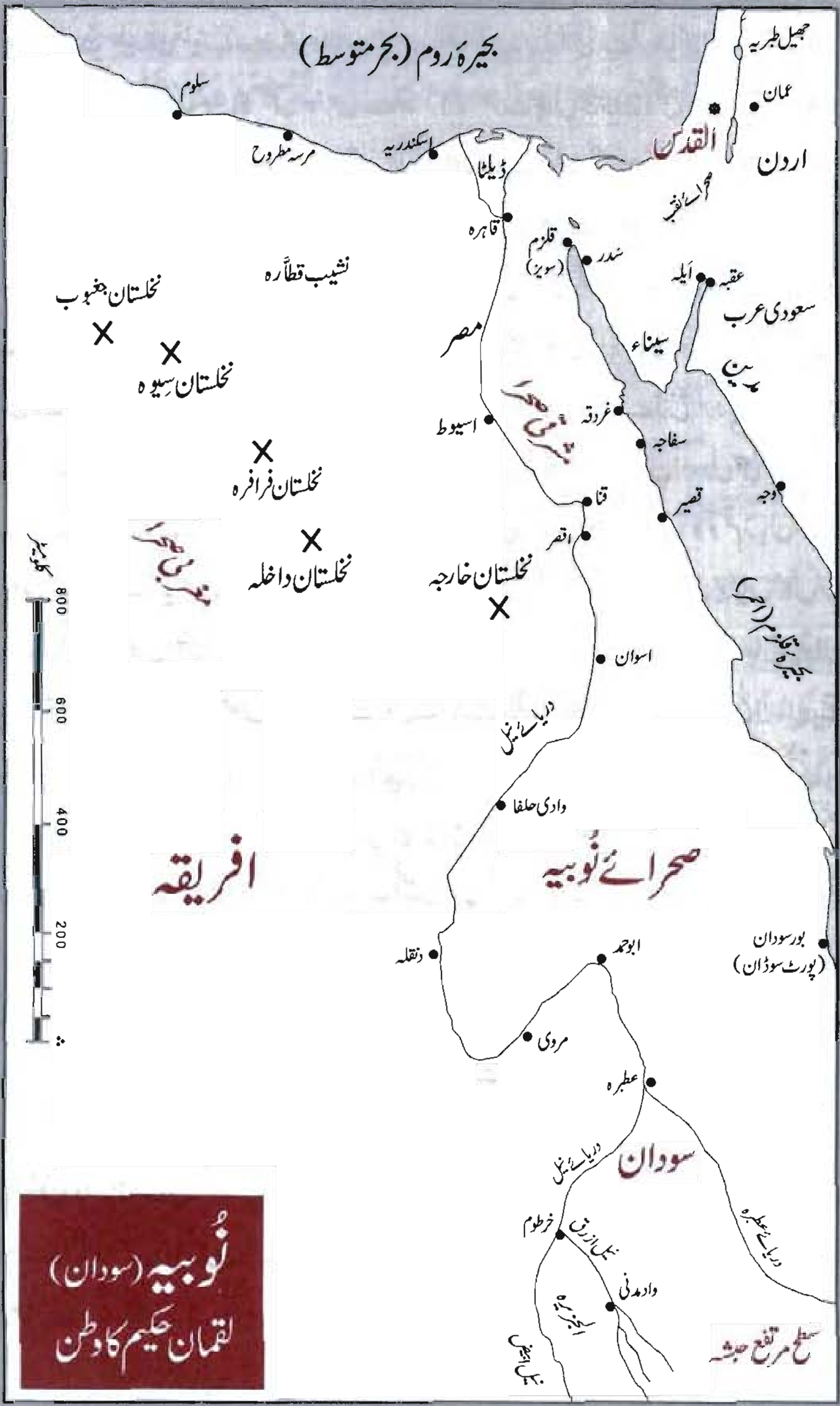

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عطا فرما رکھی تھی، البتہ وہ نبی نہیں تھے۔ [1] اور امام اوزاعی کہتے ہیں کہ مجھ سے عبدالرحمن بن حرملہ نے بیان کیا کہ ایک سیاہ رنگ کا آدمی آیا جو حضرت سعید بن مسیّب سے کچھ سوالات پوچھ رہا تھا، آپ نے اس سے فرمایا کہ اس وجہ سے غم نہ کریں کہ آپ کا رنگ سیاہ ہے، تین بہترین انسانوں کا تعلق سوڈان سے تھا: (1) حضرت بلال رضی اللہ عنہ (2) مہجع، مولیٰ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (3) اور حضرت لقمان حکیم جو سیاہ رنگ اور نوبہ کے باشندے تھے اور ان کے ہونٹ بھی بڑے بڑے تھے۔ [2]

لقمان کی دانائی: امام ابن جریر رحمہ اللہ نے خالد رَبَعی سے روایت کیا ہے کہ حضرت لقمان ایک حبشی غلام اور پیشہ کے اعتبار سے بڑھئی تھے، ان کے آقا نے ایک بار ان سے کہا کہ ہمارے لیے اس بکری کو ذبح کر دو، انھوں نے اسے ذبح کر دیا، آقا نے کہا کہ اس کے گوشت میں سے دو ایسی بوٹیاں نکال کر لے آؤ جو سب سے بہتر ہوں تو وہ زبان اور دل نکال کر لے آئے، پھر کچھ عرصہ بعد ان کے آقا نے ان سے کہا: ہمارے لیے اس بکری کو ذبح کر دو، انھوں نے اسے ذبح کر دیا تو آقا نے ان سے کہا اس کے گوشت میں سے دو ایسی بوٹیاں نکال کر لے آؤ جو سب سے بدتر ہوں تو پھر بھی وہ زبان اور دل ہی نکال کر لے آئے، ان کے آقا نے ان سے کہا: میں نے جب تمھیں یہ حکم دیا کہ اس کی دو بہترین بوٹیاں نکال کر لے آؤ تو تم زبان اور دل نکال کر لے آئے تھے اور جب میں نے یہ حکم دیا کہ اس کی دو بدترین بوٹیاں نکال کر لے آؤ تو پھر بھی تم یہی بوٹیاں نکال کر لائے۔ لقمان نے جواب دیا کہ اگر یہ دونوں اچھے ہو جائیں تو ان سے زیادہ اچھا کوئی نہیں اور اگر یہ دونوں برے ہو جائیں تو ان سے زیادہ برا کوئی نہیں۔ [3] شعبہ نے حکم سے اور انھوں نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ لقمان نبی نہیں بلکہ ایک صالح انسان تھے۔ [4]

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ ﴾ ’’اور البتہ تحقیق ہم نے لقمان کو دانائی بخشی۔‘‘ حکمت سے مراد فہم، علم اور خوابوں کی تعبیر میں مہارت ہے۔ ﴿ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ۭ ﴾ ’’کہ اللہ کا شکر کرو۔‘‘ یعنی ہم نے انھیں حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہم جنس اور ہم عصر لوگوں میں سے انھیں جس فضل و شرف سے نوازا ہے، اس پر وہ اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائیں، پھر فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ ﴾ ’’اور جو شخص شکر کرتا ہے تو اپنے ہی (فائدے کے) لیے شکر کرتا ہے۔‘‘ یعنی شکر کا نفع اور ثواب شکر کرنے والوں ہی کو حاصل ہوگا کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ۝ ﴾ (الروم 30:44) ’’اور جس نے نیک عمل کیے تو وہ اپنے نفسوں کے لیے ہی (فلاح کا راستہ) ہموار کرتے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝ ﴾ ’’اور جس نے نافرمانی کی تو یقیناً اللہ بھی بہت بے پروا (اور) سزاوار حمد (ثنا) ہے۔‘‘ یعنی وہ اپنے بندوں سے بے نیاز ہے اور اس سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا، خواہ روئے زمین کے تمام کے تمام رہنے والے ناشکرے ہو جائیں کیونکہ وہ اپنے سوا ہر چیز سے بے نیاز ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور نہ ہم اس کے سوا کسی اور کی عبادت کرتے ہیں۔

---

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 3097/9 و تفسیر الطبری: 82/21. [2] تفسیر الطبری: 82/21. [3] تفسیر الطبری: 82/21.
[4] تفسیر الطبری: 81/21.

’’محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ‘‘

www.KitaboSunnat.com

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ

اور (یاد کریں) جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا تھا، جبکہ وہ اسے نصیحت کر رہا تھا: اے میرے (پیارے) بیٹے! تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا،

عَظِيْمٌ ⑬ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰي وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ

بے شک شرک تو بہت بڑا ظلم ہے⑬ اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے متعلق (حسن سلوک کا) حکم دیا ہے، اس کی ماں نے اسے (پیٹ میں) کمزوری

فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۭ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ⑭ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓي اَنْ

پر کمزوری کے باوجود اٹھائے رکھا، اور اس کا دودھ دو سال میں چھڑانا ہوتا ہے، (اور) یہ کہ تو میرا اور اپنے والدین کا شکر کر (بالآخر) میری ہی طرف لوٹ

تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا

کر آنا ہے⑭ اور اگر وہ دونوں تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شرک کرے، جس کا تجھے علم نہیں، تو ان کی اطاعت نہ کرنا، اور دنیا میں بھلے طریقے سے

مَعْرُوْفًا ۡ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا

ان دونوں سے اچھا سلوک کر، اور اس شخص کے طریقے کی اتباع کر جو میری طرف رجوع کرتا ہے، پھر میری ہی طرف تمھاری واپسی ہے، پھر میں تمھیں

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑮

بتاؤں گا جو کچھ تم عمل کیا کرتے تھے⑮

تفسیر آیات :13-15

حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو وصیت: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس وصیت کو ذکر فرمایا ہے جو حضرت لقمان رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے کو کی تھی۔ یاد رہے حضرت لقمان کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے: لقمان بن عَنقاء بن سَدُون اور امام سُہَیلی رحمہ اللہ کے بیان کردہ قول کے مطابق آپ کے بیٹے کا نام ثاران تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان کا بہت اچھے الفاظ میں تذکرہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں حکمت و دانائی سے نوازا تھا اور انھوں نے یہ وصیت اپنے بیٹے کو کی تھی اور باپ ہی اپنے بیٹے سے سب لوگوں سے زیادہ شفقت اور محبت کا سلوک کر سکتا ہے اور بیٹا ہی اس بات کا سب سے زیادہ حق دار ہوتا ہے کہ باپ اپنے علم کے مطابق اسے سب سے بہتر چیز عطا کرے، اسی لیے حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو سب سے پہلے یہ وصیت فرمائی کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائے، پھر انھوں نے اسے شرک سے ڈراتے ہوئے فرمایا: ﴿ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ⑬ ﴾ ”بے شک شرک تو بہت بڑا ظلم ہے۔“

جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ ﴾ (الأنعام 82:6) ”جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے آلودہ نہیں کیا۔“ تو یہ رسول اللہ ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر بہت شاق گزری اور انھوں نے عرض کیا کہ ہم میں سے کون ہے جس نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ مخلوط نہ کیا ہو۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّهُ لَيْسَ بِذَاكَ، أَلَا تَسْمَعُ إِلٰى قَوْلِ لُقْمَانَ لِابْنِهِ] ”اس سے یہ مراد نہیں ہے، کیا تم نے لقمان کا اپنے بیٹے کے لیے یہ قول نہیں سنا: ﴿ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّ الشِّرْكَ

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

﴿ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴾ ’’میرے (پیارے) بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، یقیناً شرک تو بہت بڑا ظلم ہے۔‘‘[1] اسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔[2] اللہ وحدہ لاشریک نے اپنی عبادت کی وصیت کے ساتھ ہی والدین کے ساتھ حسن سلوک کی بھی وصیت کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ﴾ (بنیٓ إسرآء يل 23:17)

’’اور آپ کے پروردگار نے فیصلہ فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو۔‘‘

ماں، جہد و مشقت کی چکی میں: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے بہت سے مقامات پر ان دونوں (اللہ تعالیٰ کی عبادت اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کے حکم) کو ملا کر بیان فرمایا ہے جیسا کہ یہاں بھی فرمایا ہے: ﴿ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ ﴾ ’’اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں (حسن سلوک کا) حکم دیا ہے، اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری برداشت کرتے ہوئے اسے (پیٹ میں) اٹھائے رکھا۔‘‘ مجاہد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد بچے کی وجہ سے کمزوری کی مشقت ہے۔[3] اور امام قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ ﴾ کے معنی محنت پر محنت کے ہیں۔[4] اور عطاء خراسانی کا قول ہے کہ اس کے معنی کمزوری پر کمزوری کے ہیں۔[5]

اور فرمایا: ﴿ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ ﴾ ’’اور دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے۔‘‘ یعنی ولادت کے بعد بچے کو دو سال دودھ پلانا ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ﴾ (البقرة 233:2) ’’اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں (یہ حکم) اُس شخص کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی پوری مدت تک دودھ پلوانا چاہے۔‘‘ اور اسی سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر ائمہ نے یہ استنباط کیا ہے کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے کیونکہ دوسری آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ﴾ (الأحقاف 15:46) ’’اور اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھڑوانا تیس مہینوں میں ہوتا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے والدہ کی تربیت، محنت و مشقت اور اس کی رات دن کی بیداری کا اس لیے ذکر فرمایا ہے تاکہ اولاد کو یاد دلایا جائے کہ اس کی ماں نے اس کے ساتھ کیا کیا احسانات کیے ہیں! جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴾ (بنیٓ إسرآء يل 24:17) ’’اور کہہ دیجیے: میرے پروردگار! ان دونوں پر (اس طرح) رحم فرما جیسا کہ ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا پوسا۔‘‘ اور یہاں ارشاد فرمایا ہے: ﴿ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴾ ’’کہ تو میرا بھی شکر کرتا رہ اور اپنے ماں باپ کا بھی (کہ تم کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔‘‘ اور میں تمھیں اس کی بہترین جزا عطا کروں گا۔

[1] صحیح البخاري، التفسیر، باب: ﴿ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴾ (لقمٰن 13:31)، حدیث: 4776 عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ [2] صحیح مسلم، الإیمان، باب صدق الإیمان وإخلاصه، حدیث: 124 عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔
[3] تفسیر ابن أبي حاتم: 3098/9 و تفسیر الطبري: 84/21. [4] تفسیر الطبري: 84/21. [5] تفسیر ابن أبي حاتم: 3098/9.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي

اے میرے (پیارے) بیٹے! بے شک اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو، پھر وہ کسی چٹان میں یا آسمانوں یا زمین

الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ⑯ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ

کے اندر کہیں بھی ہو، تو اللہ اسے نکال لائے گا، بلاشبہ اللہ نہایت باریک بین، بہت باخبر ہے ⑯ اے میرے (پیارے)

وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ⑰ وَلَا تُصَعِّرْ

بیٹے! تو نماز قائم کر، اور نیکی کا حکم دے، اور برائی سے منع کر، اور جو تکلیف تجھے پہنچے اس پر صبر کر، بے شک یہ ہمت کے کاموں

خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ⑱

میں سے ہے ⑰ اور تو لوگوں سے بے رخی نہ کر، اور زمین پر اکڑ کر نہ چل، بے شک اللہ ہر مغرور، ڈینگیں مارنے والے کو

2 ع 8 11 وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ⑲

پسند نہیں کرتا ⑱ اور تو اپنی چال درمیانی رکھ، اور اپنی آواز دھیمی رکھ، بلاشبہ سب آوازوں سے بری آواز گدھوں کی آواز ہے ⑲

ارشادِ ربانی ہے: ﴿ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا ﴾ ”اور اگر وہ دونوں تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی (ایسی چیز) کو شریک کرے جس کا تجھے کچھ بھی علم نہیں تو تو ان دونوں کا کہنا نہ ماننا۔“ یعنی اگر وہ اس بات کی شدید تمنا و حرص بھی کریں کہ تو ان کے دین کی پیروی کرے تو ان کی اس بات کو قبول نہ کرنا لیکن اس بات کی وجہ سے دنیا کے کاموں میں ان کا ساتھ دینے سے نہ رکنا بلکہ ان کا اچھی طرح ساتھ دینا اور اُن سے بہت اچھا سلوک کرنا۔ ﴿ وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ﴾ ”اور جو شخص میری طرف رجوع کرے تو اس کے رستے کی پیروی کرنا۔“ یعنی مومنوں کے رستے پر چلتے رہنا۔ ﴿ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑮ ﴾ ”پھر تم کو میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے تو جو کام تم کرتے رہے ہو، میں تم کو آگاہ کر دوں گا۔“

میں اپنا مذہب ہرگز نہیں چھوڑوں گا: امام طبرانی نے کتاب العشرۃ میں روایت کیا ہے کہ حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ: ﴿ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا ﴾ میرے بارے میں نازل ہوئی ہے، میں اپنی والدہ کا بہت فرماں بردار تھا، میں جب مسلمان ہو گیا تو میری والدہ نے کہا: سعد! یہ تم نے نئی بات کیا شروع کر دی ہے، تم اپنے اس نئے دین کو چھوڑ دو ورنہ میں نہ کچھ کھاؤں گی نہ پیوں گی حتی کہ مر جاؤں گی، پھر میرے مرنے کی وجہ سے لوگ تم کو طعنہ دیا کریں گے اور تم سے کہا کریں گے کہ تم اپنی ماں کے قاتل ہو، میں نے کہا: اماں جان! ایسا نہ کریں کیونکہ میں کسی بھی وجہ سے اپنے اس دین کو ترک نہیں کروں گا، ایک دن رات گزر گئی، انھوں نے کچھ نہ کھایا اور ان کی حالت بہت خراب ہو گئی، میں نے جب یہ صورتِ حال دیکھی تو میں نے عرض کی: اماں جان! اچھی طرح جان لیں اگر آپ میں سو جان بھی ہو اور باری باری ایک ایک جان نکل جائے تو میں پھر بھی اپنے دین کو ترک نہیں کروں گا، اب آپ کی مرضی ہے کہ

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کھائیں یا نہ کھائیں! چنانچہ میری یہ بات سن کر انھوں نے کھانا شروع کر دیا۔[1]

تفسیر آیات:16-19

اولاد کے لیے نصیحتیں: یہ بہت مفید نصیحتیں ہیں جو لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو کی تھیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انھیں اس لیے بیان فرمایا ہے تاکہ سب لوگ ان کے مطابق عمل کریں، فرمایا: ﴿ يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ ﴾ ''میرے بیٹے! اگر (کوئی عمل) رائی کے دانے کے برابر بھی (چھوٹا) ہو۔'' خواہ کوئی ظلم یا کوئی گناہ اور غلطی رائی کے دانے کے برابر بھی ہو۔ بعض لوگوں نے اس بات کو بھی جائز قرار دیا ہے کہ ﴿ اِنَّهَآ ﴾ کی ضمیر شان یا قصہ کی ضمیر ہو اور اس صورت میں انھوں نے ﴿ مِثْقَالَ ﴾ کو مرفوع پڑھنا جائز ٹھہرایا ہے لیکن پہلی بات زیادہ بہتر ہے۔[2]

میزان عدل کا قیام: ﴿ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ ﴾ ''اللہ اس کو (قیامت کے دن) لے آئے گا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن اس وقت حاضر کر دے گا جب وہ انصاف کے لیے ترازو قائم فرمائے گا اور تمام اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا، اعمال اگر اچھے ہوئے تو اچھی جزا عطا فرمائے گا اور اگر برے ہوئے تو ان کی سزا دے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ۝ ﴾ (الأنبیآء 47:21) ''اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو کھڑے کریں گے، تو کسی شخص کی ذرا بھی حق تلفی نہیں کی جائے گی۔ اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی (کسی کا عمل) ہوگا تو ہم اس کو لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے کو کافی ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ ﴾ (الزلزال 99:7,8) ''تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔'' خواہ یہ ذرہ بھر عمل پتھر کی کسی گمنام چٹان میں مخفی ہو یا آسمانوں یا زمینوں کے کسی کونے گوشے میں چھپا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور حاضر کرے گا کیونکہ کوئی مخفی چیز اس سے چھپی ہوئی ہرگز نہیں رہ سکتی، آسمانوں اور زمینوں میں کوئی ذرہ اس سے چھپ نہیں سکتا، اسی لیے فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ⑯ ﴾ ''کچھ شک نہیں کہ اللہ نہایت باریک بین، خوب خبردار ہے۔'' وہ اپنے علم کے اعتبار سے

---

[1] جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب و من سورة العنكبوت، حدیث: 3189 اور تفصیل کے لیے دیکھیے صحیح مسلم، الجهاد والسير، باب الأنفال، حدیث: 1748-(34) و سنن أبي داود، الجهاد، باب في النفل، حدیث: 2740 و مسند أحمد: 186,185/1 و مسند البزار: 348,347/3، حدیث: 1149 و مسند أبي داود الطيالسي: 168/1، حدیث: 205 و تاريخ دمشق الكبير لابن عساكر، ترجمة سعد بن مالك أبي وقاص: 226/22 اور امام طبرانی کے حوالے سے یہ روایت ہمیں نہیں ملی۔ [2] تفسير القرطبي: 67/14 و تفسير الطبري: 87,86/21 . اور ﴿ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ ﴾ کی ترکیب ملاحظہ فرمائیے: ﴿ اِنَّ ﴾ حرف مشبہ بالفعل ناصبہ ﴿ هَا ﴾ ضمیر منصوب جو راجع ہے الخطيئة کی طرف وہ اس کا اسم ہے۔ ﴿ اِنْ ﴾ حرف شرط، ﴿ تَكُ ﴾ فعل مضارع مجزوم اصل میں تَكُنْ ہے ''نون'' تخفیف کی وجہ سے حذف ہوا ہے، ﴿ تَكُ ﴾ کا اسم ضمیر مستتر ہے جو الخطيئة کی طرف راجع ہے اور ﴿ مِثْقَالَ ﴾ اس کی خبر منصوب ہے۔ اور اگر ﴿ اِنَّهَآ ﴾ کی ضمیر، ضمیر شان ہو تو اس صورت میں ﴿ مِثْقَالَ ﴾، ﴿ تَكُ ﴾ کا اسم ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگا، بہر حال حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کے نزدیک پہلی صورت راجح ہے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

باریک بین ہے، اس سے اشیاء مخفی نہیں رہ سکتیں، خواہ وہ کتنی چھوٹی، کتنی باریک اور کتنی ہی چھپی ہوئی کیوں نہ ہوں اور وہ اس قدر باخبر ہے کہ سیاہ اندھیری رات میں چیونٹی کے چلنے کی آواز کو بھی جانتا ہے۔

پھر فرمایا: ﴿ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ ﴾ ”میرے بیٹے! نماز قائم کرتے رہنا۔“ یعنی نماز کے حدود، فرائض اور اس کے اوقات کا پورا پورا خیال رکھنا، ﴿ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾ ”اور (لوگوں کو) اچھے کاموں کے کرنے کا حکم اور بری باتوں سے منع کرتے رہنا۔“ یعنی اپنی طاقت اور مقدور کے مطابق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے رہنا، ﴿ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ﴾ ”اور جو (مصیبت) تجھے پہنچے اس پر صبر کرنا۔“ یعنی جو شخص نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے منع کرتا ہے اسے لوگوں کی طرف سے یقیناً ایذا پہنچائی جاتی ہے، لہٰذا انھوں نے اپنے بیٹے کو لوگوں کی طرف سے پہنچائی جانے والی ایذا پر صبر کرنے کا حکم دیا، ﴿ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴾ ”بے شک یہ (باتیں) بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہیں۔“ یعنی لوگوں کی طرف سے مصیبت پر صبر وہ کر سکے گا جس میں ہمت ہوگی، ﴿ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ ﴾ ”اور (ازراہ غرور) لوگوں سے بے رخی نہ کر۔“

ہنستے مسکراتے رہو اور تکبر نہ کرو: یعنی جب تم لوگوں سے بات کرو یا وہ تم سے بات کریں تو تکبر کرتے اور انھیں حقیر سمجھتے ہوئے ان سے منہ نہ پھیرو بلکہ ان کے ساتھ نرمی کا سلوک کرو اور کشادہ پیشانی کے ساتھ ان سے پیش آؤ جیسا کہ حدیث میں بھی آیا ہے: [وَلَوْ أَنْ تَلْقٰى أَخَاكَ وَأَنْتَ مُنْبَسِطٌ إِلَيْهِ وَجْهُكَ...... وَإِيَّاكَ وَإِسْبَالَ الْإِزَارِ، (فَإِنَّهَا) مِنَ الْمَخِيلَةِ، وَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمَخِيلَةَ] ”(کسی بھی نیکی کو حقیر نہ جان) اور خواہ تو اپنے بھائی سے خندہ پیشانی ہی سے ملے اور تیری ملاقات اس سے کشادہ روئی سے ہو...... اور اپنے کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے سے اجتناب کر کیونکہ یہ تکبر ہے اور تکبر اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔“[1] اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ﴾ ”اور زمین میں اکڑ کر نہ چلنا۔“ یعنی زمین میں چلتے ہوئے فخر، تکبر، غرور اور سرکشی کا مظاہرہ نہ کرنا ورنہ اللہ تعالیٰ تمھیں ناپسند فرمائے گا، اسی لیے فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴾ ”یقیناً اللہ کسی اترانے والے خود پسند کو پسند نہیں کرتا۔“ یعنی جو اپنے آپ پر غرور کرنے والا اور دوسروں پر فخر کرنے والا ہو، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ○ ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 37:17) ”اور زمین پر اکڑ کر (اور تن کر) مت چل کہ تو زمین کو پھاڑ تو نہیں ڈالے گا اور نہ لمبا ہو کر پہاڑوں (کی چوٹی) تک پہنچ جائے گا۔“ جیسا کہ اپنے مقام پر قبل ازیں اس کے بارے میں گفتگو ہو چکی ہے۔[2]

چال میں اعتدال کا حکم: ﴿ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ ﴾ ”اور اپنی چال میں اعتدال کیے رہنا۔“ یعنی میانہ چال چلنا، نہ بہت سست اور نہ بے حد تیز بلکہ ان دونوں کے درمیان درمیان، ﴿ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ﴾ ”اور (بولتے وقت) اپنی آواز نیچی

---

[1] مسند أحمد: 64/5 جبکہ قوسین والا لفظ اور بقیہ روایت سنن أبي داود، اللباس، باب ماجاء في إسبال الإزار، حديث: 4084 عن جابر بن سليم رضی اللہ عنہ میں بھی ہے۔ [2] دیکھیے بنیٓ إسرآء یل، آیت: 37 کے ذیل میں۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

رکھنا۔‘‘ یعنی کلام کرتے ہوئے مبالغہ نہ کرنا اور نہ بات کرتے وقت آواز بہت اونچی کرو کہ جس میں کوئی فائدہ نہ ہو کیونکہ: ﴿ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ⑲ ﴾ ’’کچھ شک نہیں کہ سب سے بری آواز گدھوں کی آواز ہے۔‘‘

مجاہد اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے کہ سب سے بری آواز گدھوں کی ہے۔[1] یعنی جو شخص بہت بلند آواز سے بات کرے گا تو آواز کی اس بلندی کی وجہ سے وہ گدھوں کے مشابہ ہو جائے گا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نہایت ناپسندیدہ بھی ہے۔ بلند آواز کے ساتھ بات کرنے کو گدھوں کی آواز کے ساتھ تشبیہ دینے کے معنی یہ ہیں کہ یہ حرام اور حد درجہ مذموم ہے (چونکہ یہ ایک مذموم اور حرام کام ہے، لہٰذا ہمیں اس بری مثال کا مصداق نہیں بننا چاہیے) اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [(لَيْسَ لَنَا مَثَلُ السَّوْءِ)، اَلْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالْكَلْبِ يَقِيءُ ثُمَّ يَعُودُ فِي قَيْئِهِ] ’’ہمارے لیے (اس) بری مثال (کو اختیار کرنا درست) نہیں کہ جو شخص اپنے ہبہ کو واپس لیتا ہے اس کی مثال اس کتے کی طرح ہے جو قے کر کے اسے چاٹ لے۔‘‘[2]

لقمان حکیم کی نصیحتیں: یہ نصیحتیں بے حد مفید ہیں، ان کی افادیت ہی کی وجہ سے لقمان حکیم کی ان وصیتوں کو قرآن عظیم میں بیان کیا گیا ہے۔ لقمان حکیم سے حکمت و نصیحت کی بہت سی باتیں مروی ہیں، ان میں سے چند ایک بطور مثال بیان کی جاتی ہیں: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہ خبر دی: [أَنَّ لُقْمَانَ الْحَكِيمَ كَانَ يَقُولُ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ إِذَا اسْتُودِعَ شَيْئًا حَفِظَهُ] ’’لقمان حکیم کہا کرتے تھے کہ جب کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے تو وہ اس کی حفاظت فرماتا ہے۔‘‘[3]

امام ابن ابو حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ: يَا بُنَيَّ! إِيَّاكَ وَالتَّقَنُّعَ فَإِنَّهَا مَخُوفَةٌ بِاللَّيْلِ مَذَلَّةٌ بِالنَّهَارِ] ’’لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: اے میرے بیٹے! تکلف کے ساتھ قناعت سے اجتناب کرو کیونکہ یہ رات کے خوف وخطر اور دن میں ذلیل ہونے کا سبب ہے۔‘‘[4] سری بن یحییٰ سے روایت ہے کہ لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا: اے میرے بیٹے! حکمت و دانش نے مسکینوں کو بادشاہوں کی مجلس میں بٹھا دیا ہے۔[5] عون بن عبداللہ سے مروی ہے کہ لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا: اے میرے بیٹے! جب تم قوم کی مجلس میں آؤ تو انھیں سلام کہو، پھر ایک کونے میں بیٹھ جاؤ، اس وقت تک بات نہ کرو جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ انھوں نے گفتگو شروع کر دی ہے، اگر وہ ذکر الٰہی میں مشغول ہو جائیں تو تم اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لو اور اگر وہ کسی اور موضوع پر گفتگو

---

① تفسیر الطبری:93,92/21. ② صحیح البخاری، الهبة، باب: لا یحل لأحد أن یرجع فی هبته......، حدیث:2622 وصحیح مسلم، الهبات، باب تحریم الرجوع فی الصدقة......، حدیث :1622 البتہ قوسین والے الفاظ صحیح بخاری کے ہیں۔ و سنن النسائی، الهبة، باب ذکر الاختلاف لخبر عبدالله بن عباس فیه، حدیث :3728 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما واللفظ له.
③ مسند أحمد :87/2. ④ تفسیر ابن أبی حاتم:3098/9 والمستدرك للحاکم، التفسیر، تفسیر سورة لقمان: 411/2 واللفظ له. ⑤ الزهد لابن حنبل، حدیث:539، ص :104 میں سُدی بن یحییٰ ہے۔

’’محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ‘‘

www.KitaboSunnat.com

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْكُمْ

کیا تم نے دیکھا نہیں کہ بے شک اللہ نے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، تمھارے مطیع و تابع فرماں کر دیا ہے اور اس نے تم پر اپنی

نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى

ظاہری اور چھپی نعمتیں پوری کر دیں ہیں، اور بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ کے بارے میں بغیر علم، بغیر ہدایت اور بغیر کسی روشن کتاب کے جھگڑا کرتے ہیں (20)

وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِیْرٍ (20) وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا

اور جب ان سے کہا جائے کہ تم اس کی اتباع کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے، تو وہ کہتے ہیں: ہم تو اسی (طریقے) کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے

عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّیْطٰنُ یَدْعُوْهُمْ اِلٰی عَذَابِ السَّعِیْرِ (21)

باپ دادا کو پایا، کیا اگرچہ شیطان انھیں عذاب جہنم کی طرف بلاتا رہا ہو تب بھی؟ (21)

کریں تو ان سے کنارہ کشی اختیار کر کے دوسرے لوگوں کی مجلس کو اختیار کر لو۔ [1]

تفسیر آیات: 21,20

نعمتوں کے ساتھ یاددہانی: ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی توجہ اپنی ان نعمتوں کی طرف مبذول فرمائی ہے جن سے وہ دنیا و آخرت میں انھیں سرفراز فرماتا ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی چیزوں کو ان کے کام میں لگا دیا ہے، ستاروں اور سیاروں سے وہ رات دن روشنی حاصل کرتے ہیں، آسمانوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لیے بادل، بارش، اولے اور برف بھی پیدا فرمائی ہے اور خود آسمانوں کو اللہ تعالیٰ نے ایک محفوظ چھت بنا دیا ہے، پھر زمین کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لیے جائے قرار بنا دیا اور اس میں انہار، اشجار، فصلیں اور اثمار پیدا فرما دیے، اللہ تعالیٰ نے ان ظاہری نعمتوں کے ساتھ ساتھ ان باطنی نعمتوں سے بھی اپنے بندوں کو نوازا ہے کہ ان کے شکوک و شبہات کے دور کرنے کے لیے اس نے رسولوں کو مبعوث فرمایا اور کتابوں کو نازل فرمایا۔

افسوس! ان ظاہری و باطنی نعمتوں کے باوجود تمام لوگ ایمان نہ لائے بلکہ ان میں سے کچھ لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسولوں کے بارے میں جھگڑا شروع کر دیا، جبکہ ان کا یہ سارا جھگڑا علم کے بغیر تھا، ان کے پاس نہ تو عقلی طور پر کوئی درست دلیل و برہان تھی اور نہ نقلی طور پر کسی آسمانی کتاب کی کوئی صحیح دلیل تھی، اسی لیے فرمایا: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِیْرٍ (20)﴾ ''اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں، نہ علم رکھتے ہیں اور نہ ہدایت اور نہ کتاب روشن۔'' کتاب منیر کے معنی واضح اور روشن کتاب کے ہیں۔

تقلید آباء چھوڑ کر شریعت کی پیروی کا حکم: ﴿وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ﴾ ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید کے بارے میں ان جھگڑا کرنے والوں سے (کہا جاتا ہے:) ﴿اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ ''جو اللہ نے نازل فرمائی ہے اس کی

[1] شعب الإيمان للبيهقي، فصل من هذا الباب مجانبة الفسقة والمبتدعة...... :58/7، حديث :9449.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ

اور جو شخص اپنی ذات کو اللہ کے سپرد کر دے اور وہ نیکوکار بھی ہو تو بلاشبہ اس نے مضبوط کڑا تھام لیا، اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے

وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿22﴾ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ؕ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ

پاس ہے﴿22﴾ اور (اے نبی!) جس کسی نے کفر کیا تو اس کا کفر آپ کو غم میں نہ ڈالے، (بالآخر) ہماری ہی طرف ان کی واپسی ہے، پھر ہم انھیں

فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿23﴾ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ

بتائیں گے جو کچھ انھوں نے کیا ہوگا، بے شک اللہ سینوں کے راز خوب جانتا ہے﴿23﴾ ہم انھیں تھوڑا سا فائدہ دیتے ہیں، پھر ہم انھیں

نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿24﴾

سخت عذاب کی طرف مجبور کر دیں گے﴿24﴾

پیروی کرو۔'' یعنی اسی شریعت مطہرہ کی پیروی کرو جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل فرمایا ہے۔ ﴿ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ ﴾ ''تو کہتے ہیں کہ ہم تو اسی کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔'' یعنی اپنے آباء و اجداد کی اتباع کے بغیر، ان کے پاس کوئی دلیل نہ تھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ۝ ﴾ (البقرة 2:170) ''بھلا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھتے ہوں اور نہ ہدایت یافتہ ہوں؟'' یعنی اپنے آباء و اجداد کے طرز عمل سے استدلال کرنے والو! اگر تمھارے اجداد گمراہی پر ہوں تو تمھارا کیا خیال ہے، تم پھر بھی ان کی پیروی کیے جاؤ گے؟ اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿21﴾ ﴾ ''بھلا اگرچہ شیطان اُن کو دہکتے ہوئے جہنم (کے عذاب) کی طرف بلاتا ہو (تب بھی؟)''

تفسیر آیات: 22-24

اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری اور اخلاص عمل: اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے بارے میں بیان فرمایا ہے جو اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار بنا دے، یعنی عمل اسی کے لیے اخلاص کے ساتھ کرے، اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دے اور اس کی شریعت کی اتباع کرے، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ وَهُوَ مُحْسِنٌ ﴾ ''اور وہ نیکوکار (بھی) ہو۔'' یعنی جس چیز کا اسے حکم دیا گیا ہے اس کی اتباع کی صورت میں نیک عمل کرے اور جس سے اسے منع کر دیا گیا ہے اسے ترک کر دے، ﴿ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ ﴾ ''تو تحقیق اس نے (دین اسلام کا) مضبوط کڑا پکڑ لیا۔'' یعنی اس نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے یہ پختہ عہد لے لیا کہ وہ اسے عذاب نہیں دے گا۔

﴿ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿22﴾ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ؕ ﴾ ''اور (سب) کاموں کا انجام اللہ ہی کی طرف ہے اور جو کفر کرے تو اس کا کفر آپ کو غمناک نہ کر دے۔'' یعنی اے محمد (ﷺ!) اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ اور آپ کے لائے ہوئے دین کے ساتھ ان کا کفر کرنا آپ کو غمگین نہ کر دے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر ان کے بارے میں نافذ ہو کر رہنے والی ہے اور بالآخر ان سب کو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس لوٹنا ہے تو وہ ان کے اعمال کے بارے میں انھیں بتائے گا، پھر ان کے مطابق

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ

اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے۔ تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ نے! آپ کہہ دیجیے: سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿25﴾ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿26﴾

لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے﴿25﴾ اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، بے شک اللہ ہی بے نیاز، تعریف کیا ہوا ہے ﴿26﴾

وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ

اور بلاشبہ اگر زمین میں جتنے درخت ہیں سب قلم بن جائیں اور سمندر کی روشنائی بن جائے اور اس کے بعد سات سمندر (اس میں مزید روشنائی شامل کریں)

مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿27﴾ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ

تو بھی اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں، بے شک اللہ نہایت غالب، بہت حکمت والا ہے ﴿27﴾ تمھیں پیدا کرنا اور تمھیں (دوبارہ) اٹھانا (اللہ کے نزدیک) ایسا ہی

وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿28﴾

ہے جیسے ایک نفس کو پیدا کرنا، بلاشبہ اللہ خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے ﴿28﴾

ہی انھیں بدلہ بھی دے گا۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿23﴾ ﴾ ''بے شک اللہ دلوں کی باتوں سے خوب واقف ہے۔'' کوئی چیز بھی اس سے مخفی نہیں ہے، پھر فرمایا: ﴿ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ﴾ ''ہم ان کو تھوڑا سا فائدہ پہنچائیں گے۔'' یعنی دنیا میں، ﴿ ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿24﴾ ﴾ ''پھر ہم انھیں عذاب شدید کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔'' یعنی ایسے عذاب کی طرف جو بہت ہولناک، خوفناک اور نفوس انسانی کو اذیت ناک مصیبتوں میں مبتلا کر دینے والا ہوگا جیسا کہ ارشاد فرمایا: اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝ (یونس 10:69,70) ''یقیناً جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے (ان کے لیے) جو فائدے ہیں، دنیا میں (ہیں) پھر ان کو ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے، اس وقت ہم ان کو سخت عذاب (کے مزے) چکھائیں گے کیونکہ کفر کیا کرتے تھے۔''

تفسیر آیات: 26,25

مشرکین کا اعتراف کہ اللہ خالق ہے: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ وہ یہ جانتے ہیں کہ اللہ وحدہ لاشریک ہی آسمانوں اور زمین کا خالق ہے، اس کے باوجود یہ ان شریکوں کی پوجا کرتے ہیں جو خود یہ اعتراف کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور مملوک ہیں، اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ ﴾ ''اور اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا، تو بول اُٹھیں گے کہ اللہ نے۔ آپ کہہ دیں کہ اللہ ہی کے لیے تعریف ہے'' کہ تمھارے اس اعتراف کی وجہ سے تم پر حجت پوری ہوگئی ہے، ﴿ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿25﴾ ﴾ ''لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔'' اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ﴾ ''جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے (سب) اللہ ہی کا ہے۔'' اللہ ہی نے اسے پیدا فرمایا اور وہ اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہے۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴾ ''بے شک اللہ بے پروا، لائقِ حمد (وثنا) ہے۔'' وہ اپنے سوا ہر چیز سے بے نیاز ہے جبکہ ہر چیز اس کی محتاج ہے، اس نے جو بھی پیدا فرمایا اس بنا پر وہ قابلِ ستائش ہے، پیدا کرنے اور ایجاد کرنے کی وجہ سے وہ آسمانوں اور زمین میں لائقِ حمد و ثنا ہے۔ الغرض! وہ اپنے تمام کاموں میں ستائش اور تحسین کا مستحق ہے۔

تفسیر آیات: 28,27

اللہ تعالیٰ کی صفات بے شمار بھی ہیں اور غیر فانی بھی: اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت و کبریائی، جلالت، اسمائے حسنی، صفاتِ عُلیا اور ان کلماتِ تامہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے جس کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا اور جن کی انتہا کا کسی بشر کو علم ہی نہیں، شمار کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔ سید البشر، خاتم الرسل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے: [لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ، أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ] ''اے اللہ! میں تیری ثناء بیان نہیں کر سکتا، تیری ذات پاک اسی طرح ہے، جیسے تو نے خود اپنی حمد و ثنا بیان فرمائی ہے۔''[1] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ﴾ ''اور اگر یوں ہو کہ زمین میں جتنے درخت ہیں (سب کے سب) قلم ہوں اور سمندر (کا تمام پانی) سیاہی ہو (اور) اس کے بعد سات سمندر اور (سیاہی ہو جائیں)، تو اللہ کی باتیں (اس کی صفتیں) ختم نہ ہوں۔''

یعنی اگر زمین کے تمام درختوں کی قلمیں بنالی جائیں اور سمندر کی سیاہی بنالی جائے، پھر سات اور سمندروں کی بھی سیاہی بنا لی جائے اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ان کلمات کو لکھنا شروع کر دیا جائے جو اس کی عظمت، صفات اور جلالت پر دلالت کرتے ہیں تو قلمیں ٹوٹ جائیں گی، سمندروں کا پانی ختم ہو جائے گا، خواہ ان کے ساتھ سات اور سمندروں کے پانی کو بھی سیاہی بنا لیا جائے اور یاد رہے کہ یہاں سات کا عدد مبالغے کے طور پر ہے، اس سے حصر مقصود نہیں ہے اور نہ ہی اس کے یہ معنی ہیں کہ سات سمندر موجود ہیں جنھوں نے دنیا کا احاطہ کر رکھا ہے جیسا کہ ان اسرائیلی روایات کے حوالے سے بیان کیا جاتا ہے جن کی تصدیق کی جاسکتی ہے اور نہ تکذیب، لہٰذا بات درحقیقت یہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴾ (الكهف 109:18) ''کہہ دیں کہ اگر سمندر میرے پروردگار کی باتوں کے (لکھنے کے) لیے سیاہی ہو تو قبل اس کے کہ میرے پروردگار کی باتیں تمام ہوں، سمندر ختم ہو جائے اگرچہ ہم ویسا ہی اور اس کی مدد کو لائیں۔''

تو یہاں ﴿ بِمِثْلِهٖ ﴾ سے مراد اس جیسا صرف ایک اور سمندر مراد نہیں ہے بلکہ اس جیسا ایک اور، پھر ایک اور، پھر بے شمار اور ان گنت سمندر مراد ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے کلمات کا کوئی شمار نہیں ہے، اس لیے انھیں کسی طرح بھی مکمل طور پر لکھنا ممکن ہی نہیں ہے، ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾ ''بے شک اللہ نہایت غالب، بڑی حکمت والا ہے۔'' وہ ذات

[1] صحيح مسلم، الصلاة، باب مايقال في الركوع والسجود، حديث :486 عن عائشة رضي الله عنها.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ز

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے، اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے، اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا

كُلٌّ يَّجْرِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿29﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ

ہے، ہر ایک مقررہ وقت تک چلتا رہے گا، اور بے شک جو تم عمل کرتے ہو، اللہ اس سے خوب باخبر ہے ﴿29﴾ یہ اس لیے کہ بے شک اللہ ہی حق ہے، اور

3 ع 11 12 وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ لا وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ع ﴿30﴾

بے شک اس کے سوا جسے وہ پکارتے ہیں باطل ہے اور بلاشبہ اللہ ہی بلند مرتبہ، بہت بڑا ہے ﴿30﴾

پاک غالب ہے کہ اس نے کائنات کی ہر چیز کو مغلوب اور مقہور کر رکھا ہے، وہ جو ارادہ فرمائے کوئی اسے اس سے روک نہیں سکتا، وہ جو فیصلہ فرمائے کوئی اس کی مخالفت نہیں کر سکتا اور نہ اس کے فیصلے کو ٹال سکتا ہے، وہ اپنی تخلیق، امر، اقوال، افعال، اپنی شریعت اور اپنے تمام احوال میں حکیم و دانا ہے۔

﴿مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ط﴾ ''(اللہ کے لیے) تمھارا پیدا کرنا اور جلا اٹھانا ایک شخص (کے پیدا کرنے اور جلا اٹھانے) کی طرح ہے۔'' یعنی اس نے جو تمام انسانوں کو پیدا فرمایا، پھر روز قیامت ان سب کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا تو اس کی قدرت کے سامنے یہ ایسے ہے جیسے اس نے ایک انسان کو پیدا فرمایا اور اسے مرنے کے بعد دوبارہ اٹھایا ہو، مقصود یہ ہے کہ اس ذات پاک کے لیے کوئی کام کرنا مشکل نہیں، سب کام اس کے لیے بہت آسان ہیں کیونکہ ﴿اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ○﴾ (یٰس 82:36) ''اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ○﴾ (القمر 50:54) ''اور ہمارا حکم تو آنکھ کے جھپکنے کی طرح ایک کلمہ ہوتا ہے۔'' یعنی وہ کسی چیز کو جب ایک ہی بار حکم دیتا ہے تو وہ فوراً ہو جاتی ہے، وہ بار بار حکم دینے اور تاکید کرنے کا محتاج نہیں ہے۔ ﴿فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۭ﴾ (النّٰزعٰت 14,13:79) ''پس وہ صرف ایک ڈانٹ ہوگی، تو اس وقت وہ (سب) میدان (حشر) میں (آ جمع) ہوں گے۔'' ﴿اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿28﴾﴾ ''بے شک اللہ خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے۔'' وہ ان سب کے اقوال کو سننے والا اور ان کے افعال کو دیکھنے والا ہے اور وہ سب کے اقوال و افعال کو اسی طرح سنتا اور دیکھتا ہے جیسے ایک شخص کے اقوال و افعال کو سننا اور دیکھنا ہو۔ یعنی اسے سب لوگوں پر اسی طرح قدرت اور دسترس حاصل ہے جیسے کسی ایک انسان پر قدرت و دسترس ہو، اسی لیے فرمایا: ﴿مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ط﴾ ''(اللہ کو) تمھارا پیدا کرنا اور جلا اٹھانا، ایک شخص (کے پیدا کرنے اور جلا اُٹھانے) کی طرح ہے۔''

تفسیر آیات: 30,29

اللہ تعالیٰ کی قدرت و عظمت: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنی قدرت سے ﴿يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ﴾ ''رات کو دن میں داخل کرتا ہے۔'' یعنی رات کا حصہ لے کر اسے دن میں داخل کر دیتا ہے جس کی وجہ سے دن بڑا اور رات چھوٹی ہونا شروع

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہو جاتی ہے اور یہ موسم گرما میں ہوتا ہے اور سب سے لمبا دن اسی موسم میں آتا ہے، پھر دن چھوٹا اور رات بڑی ہونی شروع ہو جاتی ہے اور یہ موسم سرما میں ہوتا ہے اور سب سے لمبی رات بھی اسی موسم میں ہوتی ہے۔ ﴿وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ”اور اسی نے سورج اور چاند کو (تمھارے لیے) مسخر کر رکھا ہے، ہر ایک وقت مقررہ تک چل رہا ہے۔“ اس بارے میں ایک قول تو یہ ہے کہ انھیں ایک محدود وقت تک کے لیے مسخر کر دیا گیا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ انھیں روز قیامت تک مسخر کر دیا گیا ہے اور یہ دونوں قول ہی صحیح ہیں۔ پہلے قول کی تائید حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث سے ہوتی ہے جو صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [يَا أَبَا ذَرٍّ! هَلْ تَدْرِي أَيْنَ تَذْهَبُ هٰذِهِ الشَّمْسُ؟ قَالَ: قُلْتُ: اَللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ]، [قَالَ: فَإِنَّهَا تَذْهَبُ حَتّٰى تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَسْتَأْذِنَ فَيُؤْذَنُ لَهَا، وَيُوشِكُ...... فَيُقَالُ لَهَا: اِرْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ] ”اے ابوذر! کیا تم جانتے ہو کہ یہ سورج کہاں چلا جاتا ہے۔ میں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں، آپ نے فرمایا: سورج چلا جاتا ہے اور جا کر عرشِ الٰہی کے نیچے سجدہ کرتا ہے، پھر اپنے رب سے (واپسی کے لیے) اجازت طلب کرتا ہے تو اسے اجازت دے دی جاتی ہے اور قریب ہے کہ (ایک دن)...... اس سے یہ بھی کہہ دیا جائے کہ جہاں سے آئے ہو وہاں واپس چلے جاؤ۔“[1]

اور ابن ابوحاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورج ایسی ندی کی طرح ہے جو دن کے وقت آسمان میں اپنے مدار میں چلتی ہو اور جب غروب ہو جائے تو رات کے وقت زمین کے نیچے اپنے مدار میں چلنے لگے حتی کہ پھر اپنے مشرق سے طلوع ہو جائے، چاند کی صورت حال بھی اسی طرح ہے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔[2]

﴿اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾ (الحج 22:70) ”کیا تم نہیں جانتے کہ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے، اللہ اسے جانتا ہے۔“ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی نے تمام اشیاء کو پیدا فرمایا اور وہ ان کو جانتا بھی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ۭ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ڏ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ (الطلاق 65:12) ”اللہ وہ ذات ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور زمینیں بھی اتنی ہی، اس کے درمیان اس کا حکم اترتا ہے تاکہ تم جان لو کہ بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور بلاشبہ اللہ نے (اپنے) علم سے ہر شے کا احاطہ کر رکھا ہے۔“

اور فرمایا: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ﴾ ”یہ اس لیے کہ اللہ کی ذات برحق ہے اور جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ باطل ہیں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ تمھارے لیے اپنی نشانیوں کو اس لیے ظاہر فرماتا ہے

[1] پہلا حصہ صحیح مسلم، الإيمان، باب بيان الزمن الذي لا يقبل فيه الإيمان، حديث: [401](250)-159 اور دوسرا حصہ صحیح البخاري، بدء الخلق، باب صفة الشمس والقمر......، حديث: 3199 میں ہے۔ [2] كتاب العظمة لأبي الشيخ الأصفهاني: 1151،1150/4، حديث: 631،630.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِیُرِیَكُمْ مِّنْ اٰیٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ

کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ بے شک سمندر میں اللہ کے فضل سے کشتیاں چلتی ہیں، تاکہ وہ تمھیں اپنی نشانیاں دکھائے، اس میں بلاشبہ ہر بڑے صابر

لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿31﴾ وَ اِذَا غَشِیَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ

شاکر کے لیے نشانیاں ہیں﴿31﴾ اور جب (سمندر میں) سائبانوں کے مانند کوئی موج انھیں ڈھانپ لیتی ہے تو وہ اطاعت وفرماں برداری کو اسی (اللہ) کے

الدِّیْنَ ۚ۬ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَ مَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ

لیے خالص کرتے ہوئے اللہ کو پکارتے ہیں، پھر جب وہ انھیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو ان میں سے چند میانہ رو (ہی عہد پر قائم رہتے) ہیں، اور ہر

خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿32﴾

عہد توڑنے والا ناشکرا ہی ہماری آیات کا انکار کرتا ہے﴿32﴾

تاکہ تم ان سے یہ سمجھ سکو کہ اس کی ذات پاک برحق ہے۔ یعنی وہ معبود برحق یقینی طور پر حق ہے اور اس کے سوا باقی سب کچھ لغو اور باطل ہے، وہ اپنے سوا ہر چیز سے بے نیاز ہے جبکہ ہر چیز اس کی محتاج ہے، آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اسی کی مخلوق اور مملوک ہے، اس کے اذن کے بغیر کوئی کسی ذرے کو بھی نہیں ہلا سکتا، اگر تمام اہل زمین مل کر بھی ایک مکھی بنانا چاہیں تو ہرگز نہیں بنا سکیں گے، اسی لیے تو اس نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ ﴿30﴾﴾ ”یہ اس لیے کہ اللہ کی ذات برحق ہے اور جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، وہ باطل ہیں اور یہ کہ اللہ ہی عالی رتبہ، گرامی قدر ہے۔“ اس کی ذات پاک اس قدر بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے کہ اس سے کوئی بالا نہیں بلکہ وہی سب سے بڑا ہے، اس سے کوئی بڑا نہیں، اس کی نسبت ہر چیز حقیر و فقیر ہے۔

تفسیر آیات: 32,31

ارض و سما میں قدرت الٰہی کی نشانیاں: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اسی نے دریا کو مسخر کر دیا ہے تاکہ اس کے لطف و کرم اور اس کے حکم کے ساتھ اس میں کشتیاں چلیں، اگر یہ بات نہ ہوتی تو چلتی ہوئی کشتیوں کو اٹھا لینے کی پانی میں قوت نہ ہوتی، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿لِیُرِیَكُمْ مِّنْ اٰیٰتِهٖ ؕ﴾ ”تاکہ وہ تم کو اپنی کچھ نشانیاں دکھائے۔“ یعنی اپنی قدرت کی نشانیاں دکھائے۔ ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿31﴾﴾ ”یقیناً اس میں ہر صبر کرنے والے (اور) شکر کرنے والے کے لیے نشانیاں ہیں۔“ یعنی اس کے لیے جو مشکلات میں صبر کرے اور آسودگیوں اور خوش حالیوں میں شکر کرے، پھر فرمایا: ﴿وَ اِذَا غَشِیَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ﴾ ”اور جب اُن کو (دریا کی) لہریں سائبانوں کی طرح ڈھانپ لیتی ہیں۔“ اور وہ یوں معلوم ہوتی ہیں جیسے پہاڑ یا بادل ہوں، ﴿دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ۬﴾ ”تو اللہ کو خالص اسی کی عبادت کرتے ہوئے پکارتے ہیں۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِی الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّاۤ اِیَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ○ (بنی إسرآء یل 67:17) ”اور جب تم کو دریا میں تکلیف پہنچتی ہے (ڈوبنے کا خوف ہوتا ہے) تو جن کو تم پکارا کرتے ہو، سب اُس (پروردگار) کے سوا گم ہو جاتے ہیں، پھر جب وہ تم کو (ڈوبنے سے) بچا کر خشکی کی طرف لے جاتا ہے تو تم

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۫ وَلَا مَوْلُوْدٌ

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، اور ڈرو اس دن سے جب کوئی باپ اپنی اولاد کے کام نہ آئے گا، اور نہ اولاد اپنے باپ کے

هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْـًٔا ؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ٙ وقفۃ

کچھ کام آئے گی، بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے، پس دنیاوی زندگی تمھیں دھوکے میں نہ ڈال دے، اور کوئی دھوکے باز تمھیں

وَلَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿33﴾

اللہ کے متعلق دھوکے میں نہ ڈالے ﴿33﴾

اعراض کر لیتے ہو اور انسان ہے ہی ناشکرا۔'' اور فرمایا: ﴿فَاِذَا رَكِبُوْا فِی الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ یُشْرِكُوْنَ ﴿﴾ (العنكبوت 65:29) ''پھر جب یہ (مشرکین) کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو خالص اسی کی عبادت کرتے ہوئے پکارتے ہیں لیکن جب وہ ان کو نجات دے کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو جھٹ شرک کرنے لگ جاتے ہیں۔''

﴿مُّقْتَصِدٌ ؕ﴾ اور ﴿خَتَّارٍ﴾ کا مفہوم: پھر فرمایا: ﴿فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ﴾ ''پھر جب وہ ان کو بچا کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو بعض ہی میانہ روی اختیار کرتے ہیں۔'' امام مجاہد نے ﴿مُّقْتَصِدٌ ؕ﴾ کے معنی کافر اور منکر کے بیان کیے ہیں۔[1] جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ یُشْرِكُوْنَ ﴿﴾ (العنكبوت 65:29) ''پھر جب وہ ان کو بچا کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے، تو جھٹ شرک کرنے لگتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿32﴾﴾ ''اور ہماری نشانیوں سے وہی انکار کرتے ہیں جو عہد شکن (اور) ناشکرے ہیں۔'' ﴿خَتَّارٍ﴾ کے معنی غدار کے ہیں۔ یہ امام مجاہد، حسن، قتادہ، مالک اور زید بن اسلم کا قول ہے۔[2] اور غدار وہ ہوتا ہے جو ہر دفعہ نقضِ عہد کرے اور ''ختر'' غداری کی انتہائی صورت کو کہتے ہیں اور ﴿كَفُوْرٍ ﴿32﴾﴾ اسے کہتے ہیں جو نعمتوں کا انکار کرے، ان کا شکر ادا نہ کرے بلکہ انھیں بھلا دے اور یاد نہ رکھے۔

تفسیر آیت:33

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور قیامت سے خوف کھانے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو قیامت کے دن سے ڈراتے اور تقویٰ و خشیت کے اختیار کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۫﴾ ''(کہ اس دن) نہ تو باپ اپنی اولاد کے کچھ کام آئے گا'' یعنی اگر باپ چاہے کہ اپنے آپ کو اپنی اولاد کے فدیے میں دے دے تو اس کی اس بات کو قبول نہیں کیا جائے گا اور اسی طرح اگر کوئی اولاد چاہے کہ وہ اپنے آپ کو اپنے باپ کے فدیے میں دے دے اور اس کے باپ کو جہنم سے نجات مل جائے تو اس سے اس فدیے کو بھی قبول نہیں کیا جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ نے مزید وعظ و نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ٙ وقفۃ﴾ ''پس دنیا کی زندگی تم کو دھوکے میں نہ ڈال دے۔'' یعنی دنیا کی زندگی پر مطمئن ہو کر

[1] تفسیر الطبری: 102/21 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3101/9. [2] تفسیر الطبری: 103,102/21.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ

بے شک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے، اور وہی بارش نازل کرتا ہے اور وہی جانتا ہے جو (ماؤں کے) پیٹوں میں

وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ

ہے، اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کام کرے گا، اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا، بے شک

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿34﴾ ع 4/4 13

اللہ خوب جاننے والا، خوب باخبر ہے ﴿34﴾

تم آخرت سے غافل نہ ہو جاؤ، ﴿ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿33﴾ ﴾ ”اور نہ فریب دینے والا تمھیں اللہ کے بارے میں (کسی طرح کا) فریب دے۔“ ﴿ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿33﴾ ﴾ میں ﴿ الْغَرُوْرُ ﴿33﴾ ﴾ سے مراد شیطان ہے۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، ضحاک اور قتادہ کا قول ہے۔[1]

شیطان انسان کو فریب دیتا، اس سے وعدے کرتا اور اسے ایسی اُمیدیں دلاتا ہے جن کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ ﴾ (النسآء 4:120) ”وہ ان کو وعدے دیتا ہے اور اُمیدیں دلاتا ہے اور جو کچھ شیطان انھیں وعدے دیتا ہے، وہ دھوکا ہی دھوکا ہے۔“

کوئی کسی کا پرسان حال نہیں ہوگا: وہب بن منبہ کا قول ہے کہ عزیر علیہ السلام نے کہا کہ میں نے جب اپنی قوم کی آزمائش کو دیکھا تو اس سے مجھے اس قدر شدید حزن اور غم لاحق ہوا کہ میری نیند اُڑ گئی تو میں نے اپنے رب تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کی، نماز پڑھی اور روزے رکھنے شروع کر دیے، اسی الحاح وزاری کے عالم میں میں رو رہا تھا کہ میرے پاس ایک فرشتہ آیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ مجھے یہ بتائیں کہ کیا صدیقین کی روحیں ظالموں کے لیے اور باپ اپنے بیٹوں کے لیے شفاعت کریں گے۔ فرشتے نے جواب دیا: قیامت کا دن فیصلوں کا دن ہوگا، وہ ایسی زبردست بادشاہت کا دن ہوگا جس میں کسی کے لیے کوئی رخصت نہیں ہوگی، اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی بات نہ کر سکے گا، اس دن اولاد کا باپ سے اور باپ کا اولاد سے مؤاخذہ نہیں ہوگا، نہ بھائی کے بارے میں بھائی سے اور آقا کے بارے میں غلام سے باز پرس ہوگی، کسی کے بارے میں کسی کو خیال نہیں ہوگا، کسی کو کسی کا غم نہ ہوگا، کوئی کسی پر رحم نہیں کھائے گا، ہر ایک اپنے بارے میں تھر تھر کانپ رہا ہوگا، کسی انسان کا کسی دوسرے انسان سے قطعی مؤاخذہ نہیں ہوگا، ہر شخص اپنے غم میں مبتلا ہوگا، ہر انسان اپنے انجام کے خوف سے رو رہا اور اپنے بوجھ کو اُٹھائے ہوئے ہوگا، بوجھ اٹھانے میں کوئی اس کے ساتھ شامل نہ ہوگا۔

تفسیر آیت: 34

عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے: اس آیت کریمہ میں غیب کی ان کنجیوں کا ذکر ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ نے

[1] تفسیر الطبری: 104/21.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

صرف اپنے ہی پاس رکھا ہے، اللہ تعالیٰ کے بتانے کے بغیر کسی کو ان کا علم نہیں ہوسکتا، مثلاً: قیامت کے وقت کا علم نہ کسی نبی مرسل کو اور نہ کسی ملک مقرب کو معلوم ہے۔ ﴿ لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَآ إِلَّا هُوَ ﴾ (الأعراف 187:7) ''وہی اسے اس کے وقت ہی پر ظاہر کرے گا۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب نازل ہوگی لیکن جب اس کے بارے میں حکم دے دیا جاتا ہے تو ان فرشتوں کو معلوم ہوجاتا ہے جن کی بارش کے نظام کے بارے میں ڈیوٹی لگائی گئی ہے یا اسے معلوم ہوجاتا ہے اپنی مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ جسے بتانا چاہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ وہ حاملہ کے پیٹ میں کیا پیدا کرنا چاہتا ہے لیکن وہ اس کے نر یا مادہ، بدبخت یا خوش بخت ہونے کے بارے میں حکم دے دیتا ہے تو ان فرشتوں کو علم ہوجاتا ہے جو اسی نظام کے ساتھ متعین ہیں یا اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہے معلوم کروادے۔ اسی طرح کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل اپنی دنیا یا آخرت میں کیا کام کرے گا، ﴿ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌۢ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ﴾ ''اور کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کس سرزمین میں وہ مرے گا۔'' اپنے شہر میں مرے گا یا اللہ تعالیٰ کی زمین کے کسی دوسرے شہر میں اسے موت آئے گی، کسی کو بھی اس کا علم نہیں ہے۔ یہ آیت کریمہ اس آیت سے مشابہ ہے: ﴿ وَعِندَهُۥ مَفَاتِحُ ٱلْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ إِلَّا هُوَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِى ٱلْبَرِّ وَٱلْبَحْرِ ۚ وَمَا تَسْقُطُ مِن وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِى ظُلُمَٰتِ ٱلْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِى كِتَٰبٍ مُّبِينٍ ○ ﴾ (الأنعام 59:6) ''اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اسے جنگلوں اور دریاؤں کی سب چیزوں کا علم ہے اور کوئی پتا نہیں جھڑتا مگر وہ اس کو جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی گیلی یا سوکھی چیز نہیں ہے مگر واضح کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے۔'' حدیث میں مذکورہ بالا پانچ چیزوں کو مفاتیح الغیب (غیب کی کنجیوں) کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

غیب کی کنجیاں: امام احمد رحمہ اللہ نے بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [خَمْسٌ لَّا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللّٰهُ: ﴿ إِنَّ ٱللَّهَ عِندَهُۥ عِلْمُ ٱلسَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ ٱلْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِى ٱلْأَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِى نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِى نَفْسٌۢ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌۢ ﴿34﴾ ﴾] ''پانچ چیزیں ایسی ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا: ''یقیناً اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور وہی جانتا ہے جو رحموں (ماؤں کے پیٹوں) میں ہے (کہ نر ہے یا مادہ) اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کام کرے گا اور کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کس سرزمین میں وہ مرے گا، بے شک اللہ ہی بڑا جاننے والا، خوب خبردار ہے۔''[1] حدیث کی سند صحیح ہے مگر دیگر ائمہ نے اسے بیان نہیں کیا۔

حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما: امام احمد رحمہ اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو بھی بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ لَّا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللّٰهُ: ﴿ إِنَّ ٱللَّهَ عِندَهُۥ عِلْمُ ٱلسَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ ٱلْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِى ٱلْأَرْحَامِ ۖ

---

① مسند أحمد: 353/5.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴾]

''غیب کی کنجیاں پانچ ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا: ''بے شک اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور وہی جانتا ہے جو پیٹوں میں ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کس سرزمین میں وہ مرے گا، بے شک اللہ ہی بڑا جاننے والا، خوب خبردار ہے۔''[1] اس حدیث کو امام مسلم نے تو نہیں، البتہ امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری کی کتاب الاستسقاء میں روایت کیا ہے۔[2] اور انھوں نے کتاب التفسیر میں اسے ایک دوسرے طریق سے بیان کیا ہے اور وہ یہ کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا: [مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ ﴾] ''غیب کی کنجیاں پانچ ہیں: پھر آپ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ''بلاشبہ اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے۔''[3] اس حدیث کو بیان کرنے میں (کتب ستہ کے مصنفین میں سے) امام بخاری رحمہ اللہ اکیلے ہیں۔

حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ایمان کی تعریف: امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ لوگوں کے سامنے (باہر بیٹھے ہوئے) تھے کہ ایک آدمی چلتا ہوا آیا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

[اَلْإِيمَانُ:أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَلِقَائِهِ، وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ الْآخِرِ، قَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ! مَا الْإِسْلَامُ؟ قَالَ: اَلْإِسْلَامُ: أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا، وَّتُقِيمَ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ، قَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ! مَا الْإِحْسَانُ؟ قَالَ : اَلْإِحْسَانُ : أَنْ تَعْبُدَاللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ: مَا الْمَسْؤُلُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، وَلٰكِنْ سَأُحَدِّثُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا: إِذَا وَلَدَتِ الْمَرْأَةُ رَبَّتَهَا، فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا، وَإِذَا كَانَ الْحُفَاةُ الْعُرَاةُ رُؤُسَ النَّاسِ، فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا، فِي خَمْسٍ لَّا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللّٰهُ : ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ ﴾ ...... فَقَالَ : رُدُّوهُ عَلَيَّ...... هٰذَا جِبْرِيلُ جَاءَ لِيُعَلِّمَ النَّاسَ دِينَهُمْ]

''ایمان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر اور اس کی ملاقات پر ایمان لاؤ اور آخرت میں (دوبارہ جی) اُٹھنے پر بھی ایمان لاؤ، اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اسلام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور نماز قائم کرو، فرض زکاۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو، اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! احسان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی اس طرح

[1] مسند أحمد: 24/2. [2] صحيح البخاري، الاستسقاء، باب: لا يدري متى يجيء المطر......، حديث: 1039 .
[3] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ ﴾ (لقمٰن 31:34)، حديث: 4778 .

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

عبادت کرو، گویا اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے دیکھ نہیں رہے تو وہ تمھیں ضرور دیکھ رہا ہے، اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا: جس سے یہ سوال پوچھا گیا ہے، اسے اس کے بارے میں سوال پوچھنے والے سے زیادہ علم نہیں ہے لیکن میں تم سے کچھ علامات قیامت ضرور بیان کر دیتا ہوں (مثلاً) جب لونڈی اپنی مالکہ کو جنم دینے لگے تو یہ قیامت کی علامات میں سے ہے، اور جب برہنہ پاؤں اور عریاں جسم والے، لوگوں کے سردار ہوں گے تو یہ بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔ قیامت کا علم تو ان پانچ باتوں میں سے ہے جنھیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْاَرْحَامِ ؕ...... ﴾ الآیة (پھر وہ شخص چلا گیا تو) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسے میرے پاس واپس بلاؤ، (صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے جب اسے واپس بلانا چاہا تو دیکھا کہ وہاں کوئی شخص بھی نہیں ہے، آپ نے فرمایا:) یہ جبریل علیہ السلام تھے اور اس لیے آئے تھے تاکہ لوگوں کو ان کا دین سکھائیں۔''[1] اور اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الإیمان میں بھی روایت کیا ہے، نیز امام مسلم نے اسے کئی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔[2] ہم نے اس حدیث کے بارے میں صحیح بخاری کی شرح کے آغاز میں گفتگو کی ہے اور وہاں اس سلسلے میں امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی وہ مفصل روایت بھی بیان کی ہے جسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔[3]

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا تَدْرِىْ نَفْسٌۢ بِاَىِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ ﴾ ''اور کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کس سرزمین میں وہ مرے گا۔'' امام قتادہ فرماتے ہیں کہ کچھ ایسی اشیاء ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی پاس رکھا ہے اور کسی بھی ملک مقرب یا نبی مرسل کو ان کے بارے میں مطلع نہیں فرمایا، ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ ﴾ ''یقیناً اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے۔'' کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کس سال کے کس مہینے میں آئے گی، رات کو آئے گی یا دن کو،[4] ﴿ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ ﴾ ''اور وہی مینہ برساتا ہے۔'' کسی کو علم نہیں کہ بارش کب آئے گی، رات کو آئے گی یا دن کو، ﴿ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْاَرْحَامِ ؕ ﴾ ''اور وہی جانتا ہے جو رحموں میں ہے'' اس کے سوا حاملہ کے پیٹ کی چیزوں کو کوئی نہیں جانتا کہ وہ نر ہے یا مادہ، سرخ ہے یا سیاہ یا وہ کیا ہے، ﴿ وَمَا تَدْرِىْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ ﴾ ''اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کام کرے گا۔'' وہ نہیں جانتا کہ اچھا کام کرے گا یا برا۔ اے ابن آدم! تجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ تو کب مرے گا، شاید تو کل ہی مر جائے، شاید تجھے کل کوئی تکلیف پہنچے، تجھے ان باتوں کا قطعاً کوئی علم نہیں ہے، ﴿ وَمَا تَدْرِىْ نَفْسٌۢ بِاَىِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ ﴾ ''اور کوئی متنفس نہیں جانتا کہ وہ کس سرزمین میں مرے گا۔'' کوئی انسان نہیں جانتا کہ اسے کہاں موت آئے گی، زمین میں اس کی قبر کہاں بنے گی،

---

[1] صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ ﴾ (لقمٰن 31:34)، حدیث:4777. [2] صحیح البخاری، الإیمان، باب سؤال جبریل النبی ﷺ عن الإیمان والإسلام......، حدیث: 50 و صحیح مسلم، الإیمان، باب بیان الإیمان والإسلام والإحسان......، حدیث: 8. [3] صحیح مسلم، الإیمان، باب بیان الإیمان......، حدیث: 8. [4] البتہ حدیث میں جمعے کے دن قیامت واقع ہونے کا تذکرہ ملتا ہے، دیکھیے صحیح مسلم، الجمعة، باب فضل یوم الجمعة، حدیث:(18)-854 عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بحر میں یا بر میں، کسی میدانی علاقے میں یا پہاڑی علاقے میں۔[1]

انسان جائے وفات تک کیسے پہنچتا ہے؟ اور حدیث میں آیا ہے:[إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ قَبْضَ عَبْدٍ بِأَرْضٍ جَعَلَ لَهُ إِلَيْهَا حَاجَةً] ''اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کی کسی سرزمین میں روح قبض کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس علاقے سے اس کی کوئی ضرورت وحاجت وابستہ کر دیتا ہے۔''[2] اور حافظ ابو القاسم طبرانی نے اپنی معجم کبیر میں، مسند اُسامہ بن زید میں بیان کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا ہے:[(مَا جَعَلَ اللّٰهُ) مِيتَةَ عَبْدٍ بِأَرْضٍ (إِلَّا) جَعَلَ لَهُ بِهَا حَاجَةً] ''اللہ تعالیٰ جس زمین میں بھی اپنے کسی بندے کی موت کو مقرر کر دیتا ہے تو اس زمین میں اس کی کوئی حاجت وضرورت متعین فرما دیتا ہے۔''[3]

سورۂ لقمان کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ.

---

① تفسیر الطبری:105/21 . ② المستدرك للحاكم، الإيمان:42/1، حديث:127 وصحيح ابن حبان، التاريخ، ذكر الإخبار بأن الله جل وعلا......:19/14، حديث:6151. ③ المعجم الكبير للطبراني:344/20، حديث: 808 جبکہ دونوں قوسوں والے الفاظ کے لیے دیکھیے المصنف لعبدالرزاق:457/11، حديث:20996 ومسند أحمد:227/5 عن مَطَر بن عُكامِس رضی اللہ عنہ .

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تفسیر سُوْرَۂ سَجْدَہ

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

الٓمّٓ ① تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ② اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ

الٓمّٓ ① اس میں کوئی شک نہیں کہ (اس) کتاب کا نزول رب العالمین کی طرف سے ہے ② کیا وہ کہتے ہیں کہ اس (نبی) نے اسے خود گھڑ لیا ہے، (نہیں)

هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ③

بلکہ وہ آپ کے رب کی طرف سے حق ہے، تاکہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، شاید کہ وہ ہدایت پائیں ③

سورۂ سجدہ کی فضیلت: امام بخاری رحمہ اللہ نے الجامع الصحیح کی کتاب الجمعة میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے، انھوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن نماز فجر میں الٓمّٓ، تَنْزِيلُ السجدة اور ﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ﴾ (الدھر 1:76) کی قراءت فرمایا کرتے تھے۔[1] اور امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔[2] اور امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے، انھوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم الٓمّٓ، تنزِيلُ السجدة اور ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾ (الملک 1:67) پڑھے بغیر نہیں سویا کرتے تھے۔[3] اس حدیث کو صرف امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔

تفسیر آیات:1-3

قرآن کے کتاب اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں: حروف مقطعات کے بارے میں سورۂ بقرہ کے آغاز میں بحث ہو چکی ہے لہٰذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔ ﴿تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ②﴾ ”اس میں کچھ شک نہیں کہ اس کتاب کا نازل کیا جانا جہانوں کے پروردگار کی طرف سے ہے۔“ یعنی اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ③﴾ ”کیا لوگ کہتے ہیں کہ

① صحيح البخاري، الجمعة، باب مايقرأ في صلاة الفجر يوم الجمعة، حديث: 891. ② صحيح مسلم، الجمعة، باب مايقرأ في يوم الجمعة، حديث: 880. ③ مسند أحمد: 340/3 .

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى

اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر مستوی ہوا، اس کے سوا نہ تمھارا

الْعَرْشِ ۭ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ④ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ

کوئی دوست ہے اور نہ کوئی سفارشی، کیا پھر تم نصیحت نہیں پکڑتے؟ ④ وہی آسمان سے زمین تک (سارے) معاملے کی تدبیر کرتا ہے، پھر

السَّمَاۗءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ⑤

ایک دن میں، جس کی مقدار تمھارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال ہے، وہ (معاملہ) اسی کی طرف چڑھتا ہے ⑤ وہ (مدبر ہی) چھپے اور ظاہر

ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ⑥

کا جاننے والا، نہایت غالب، خوب رحم کرنے والا ہے ⑥

پیغمبر نے اس کو از خود بنا لیا ہے (نہیں) بلکہ وہ آپ کے پروردگار کی طرف سے برحق ہے تاکہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ (سیدھی) راہ پر آجائیں۔'' یعنی حق کی اتباع کریں۔

تفسیر آیات: 4-6

اللہ تعالیٰ ہی خالق اور کائنات کا منتظم ہے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ تمام اشیاء کا خالق ہے۔ اس نے آسمانوں، زمینوں اور ان کے درمیان کی تمام اشیاء کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا، پھر وہ عرش پر قائم ہوا، اس کی تفسیر پہلے بیان کی جا چکی ہے۔[1]

﴿مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ ۭ﴾ ''اس کے سوا تمھارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی سفارش کرنے والا۔'' بلکہ تمام امور کا وہی مالک ہے، تمام اشیاء کا وہی خالق ہے، تمام اشیاء کا وہی منتظم ہے، تمام اشیاء پر وہی قادر ہے، اس کے سوا مخلوق کا کوئی کارساز نہیں اور اس کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش کرنے والا بھی نہیں۔ ﴿اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ④﴾ ''کیا پھر تم نصیحت نہیں پکڑتے؟'' یعنی اس کے سوا غیروں کی پوجا کرنے والو اور اس کے سوا دوسروں پر بھروسا کرنے والو! سن لو وہ ذات پاک اور منزہ ہے کہ اس کا کوئی نظیر یا شریک یا وزیر یا ہمسر یا عدیل ہو، اس کے سوا نہ کوئی معبود ہے اور نہ کوئی پروردگار۔

ارشاد باری ہے: ﴿يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَاۗءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ﴾ ''وہی آسمان سے زمین تک (کے) ہر کام کا انتظام کرتا ہے، پھر وہ (کام کا معاملہ) اس کی طرف چڑھتا ہے۔'' یعنی اس کا امر آسمانوں کی بلندیوں سے، ساتویں زمین کی انتہائی پستیوں تک نازل ہوتا ہے جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ۭ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ڏ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝﴾ (الطلاق 12:65) ''اللہ ہی تو ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور ویسی ہی زمینیں، ان میں (اللہ کے) حکم اترتے رہتے ہیں تاکہ تم لوگ جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور یہ کہ اللہ اپنے علم سے یقیناً ہر چیز پر احاطہ کیے ہوئے ہے۔'' اعمال آسمانِ دنیا سے اوپر اس کے دیوان تک پہنچائے جاتے ہیں، زمین سے لے کر آسمان دنیا تک کی مسافت پانچ سو

[1] دیکھیے الأعراف، آیت:54 کے ذیل میں عنوان: ''کائنات کی چھ دن میں تخلیق''

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

الَّذِیْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ⑦ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ

جس نے ہر چیز کو اچھے طریقے سے پیدا کیا، اور اس نے تخلیقِ انسان کی ابتدا مٹی سے کی ⑦ پھر اس کی نسل ایک حقیر پانی کے

سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ⑧ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ

جو ہر (نطفے) سے چلائی⑧ پھر اس (کے اعضاء) کو درست کیا اور اس میں اپنی روح پھونکی، اور اس نے تمھارے کان، آنکھیں اور دل

وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ⑨

بنائے، تم کم ہی شکر کرتے ہو⑨

سال کی ہے جبکہ آسمان کی اپنی موٹائی بھی پانچ سو سال کی ہے۔ مجاہد، قتادہ اور ضحاک کہتے ہیں کہ فرشتہ نزول کے وقت پانچ سو سال کی مسافت طے کرتا ہے اور چڑھنے کے وقت بھی پانچ سو سال کی مسافت طے کرتا ہے لیکن یہ طویل مسافت وہ چشم زدن میں طے کرلیتا ہے۔[1] اسی لیے فرمایا: ﴿فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ⑤ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ⑥﴾ ''ایک دن میں جس کی مقدار تمھارے شمار کے مطابق ہزار برس ہوگی، یہی تو پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا، نہایت غالب، بڑا رحم والا (اللہ) ہے۔'' یعنی وہی ان تمام امور کا منتظم ہے، وہ اپنے بندوں کے اعمال سے آگاہ ہے، جلیل وحقیر اور صغیر وکبیر تمام اعمال اس کی طرف پہنچائے جاتے ہیں، وہ ذات پاک غالب ہے اور اس نے ہر چیز کو مغلوب و مقہور کررکھا ہے، بندے اور گردنیں اس کے آگے جھکی ہوئی ہیں اور وہ اپنے مومن بندوں کے ساتھ بہت مہربان ہے۔ وہ اپنی رحمت میں غالب ہے اور اپنے غلبہ وعزت میں رحم فرمانے والا ہے اور یہی اس ذات پاک کا کمال ہے کہ وہ رحمت کے ساتھ غالب ہے اور عزت و غلبے کے ساتھ وہ رحیم ہے اور اس کی رحمت کسی کمزوری وناتوانی کے سبب بھی نہیں۔

تفسیر آیات:7-9

تخلیق انسان کے مراحل: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس کی ذات گرامی وہ ہے جس نے ہر چیز کو بے حد خوب صورت انداز میں پیدا فرمایا ہے اور ہر چیز کو نہایت مضبوط و مستحکم بنایا ہے۔ امام مالک نے زید بن اسلم سے ﴿الَّذِیْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ﴾ ''جس نے ہر چیز کو بہت اچھا بنایا جسے اس نے پیدا کیا'' کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس کا مطلب ہے: ''ہر چیز کی تخلیق کو بہت اچھا بنایا'' گویا انھوں نے اسے مقدم ومؤخر کے قبیل سے بنایا (﴿خَلَقَهٗ﴾ کا مقام ﴿كُلَّ﴾ سے پہلے) ہے۔

آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ⑦﴾ ''اور انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا۔'' یعنی اس نے ابوالبشر آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا۔ ﴿ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ⑧﴾ ''پھر اس کی نسل خلاصے سے (یعنی) حقیر پانی سے پیدا کی۔''

[1] تفسیر الطبری:111,110/21.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَ قَالُوْۤا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ؕ۬ بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ⑩

اوران لوگوں (کافروں) نے کہا: کیا جب ہم زمین میں گم ہو جائیں گے تو کیا ضرور ہم نئی پیدائش میں (ظاہر) ہوں گے؟ (نہیں!) بلکہ وہ تو اپنے رب کی

قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ⑪ ع 1/11 14

ملاقات ہی کے منکر ہیں ⑩ کہہ دیجیے: تمھیں موت کا فرشتہ فوت کرتا ہے، جو تم پر مقرر کیا گیا ہے، پھر تم اپنے رب ہی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ⑪

پھر انسانوں میں توالد وتناسل کا سلسلہ اسی نطفے سے جاری ہے جو مرد کی پشت سے اور عورت کے سینے سے خارج ہوتا ہے۔ ﴿ثُمَّ سَوّٰىهُ﴾ ”پھر اس کو درست کیا۔“ یعنی اس نے جب آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا تو انھیں نہایت توازن اور اعتدال کے ساتھ بنایا۔ ﴿وَ نَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ﴾ ”اور اس میں اپنی (طرف سے) روح پھونکی اور تمھارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے۔“ یعنی عقلیں پیدا فرما دیں۔ ﴿قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ⑨﴾ ”مگر تم بہت کم شکر کرتے ہو۔“ ان قوتوں کی وجہ سے جن سے اللہ تعالیٰ نے تمھیں سرفراز فرمایا ہے۔ وہ انتہائی سعادت مند اور خوش بخت انسان ہے جو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ان قوتوں کو اس کی طاعت و بندگی کے لیے استعمال کرے۔

تفسیر آیات: 11,10

منکرین بعث کی تردید: اللہ تعالیٰ نے مرنے کے بعد زندہ ہونے کے منکر مشرکین کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ کہتے ہیں: ﴿ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ﴾ ”کیا جب ہم زمین میں ملیامیٹ ہو جائیں گے؟“ یعنی جب ہمارے جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے اور ہمارے جسموں کے ذرے خاک میں بکھر جائیں گے۔ ﴿ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ؕ۬﴾ ”تو کیا بلاشبہ ہم از سر نو پیدا ہوں گے؟“ یعنی کیا اس حال کے بعد ہم دوبارہ پیدا ہوں گے؟ وہ اسے بہت بعید سمجھتے تھے، حالانکہ یہ بات ان کی عاجزی و ناتوانی کے حوالے سے تو بعید ہو سکتی ہے مگر اس ذات پاک کے لیے کچھ بعید نہیں جس نے انھیں پیدا کیا اور عدم سے وجود بخشا اور جس کی شان یہ ہے کہ وہ جب کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اسے فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ⑩﴾ ”حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے پروردگار کے سامنے جانے ہی کے قائل نہیں۔“ پھر فرمایا: ﴿قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ﴾ ”کہہ دیں کہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تمھیں فوت کر لیتا ہے۔“ اس آیت کریمہ سے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ملک الموت ایک معین فرشتہ ہے جیسا کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے جسے سورۂ ابراہیم کی تفسیر میں بیان کیا جا چکا ہے۔[1] بعض آثار میں اس معین فرشتے کا نام عزرائیل بیان کیا گیا ہے اور مشہور بات بھی یہی ہے کہ اس فرشتے کا نام عزرائیل ہے۔[2] امام قتادہ اور دیگر کئی

[1] دیکھیے ابراہیم، آیت : 27 کے ذیل میں، عنوان: ”مومن کی دنیا و آخرت میں قول ثابت کے ساتھ مضبوطی“ [2] كتاب العظمة للأصفهاني، صفة ملك الموت......:909,908/3، حديث:443 والديباج على صحيح مسلم، الفضائل، باب من فضائل موسى ﷺ، تحت الحديث:(157)-2372 لیکن مرفوع صحیح حدیثوں میں اس فرشتے کو ملک الموت ہی کہا گیا ہے جبکہ عزرائیل کسی صحیح حدیث میں نہیں آیا۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا

اور کاش! آپ دیکھیں جب مجرم اپنے رب کے حضور سر جھکائے (پیش) ہوں گے، (وہ کہیں گے:) اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور ہم نے سن

فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ⑫ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ

لیا، لہٰذا ہمیں واپس بھیج کہ ہم نیک عمل کریں، بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں⑫ اور اگر ہم چاہتے تو ہم ہر شخص کو اس کی ہدایت دے دیتے، اور

الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ⑬ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ

لیکن میری طرف سے بات ثابت ہوگئی کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں، سب سے ضرور بھروں گا⑬ پس تم (عذاب) چکھو اس لیے کہ تم نے اپنے

لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑭

اس دن کی ملاقات بھلائے رکھی، بے شک (آج) ہم نے بھی تمھیں بھلا دیا، اور جو (برے) عمل تم کرتے تھے، ان کی وجہ سے تم ہمیشہ کا عذاب چکھو⑭

ائمۂ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔ اس فرشتے کے بہت سے معاون فرشتے بھی ہیں۔ ① حدیث میں بھی اسی طرح آیا ہے کہ ملک الموت کے معاونین سارے جسم سے روحوں کو کھینچ لیتے ہیں حتی کہ روح جب گلے میں آجاتی ہے تو ملک الموت اسے پکڑ لیتا ہے۔ ② امام مجاہد کہتے ہیں کہ ملک الموت کے لیے زمین کو اس طرح سمیٹا گیا ہے جیسے وہ ایک تھال ہو اور وہ جب چاہے اس میں سے روح کو قبض کر لیتا ہے۔ ③ ﴿ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ⑪﴾ ''پھر تم اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔'' یعنی قیامت کے دن جب تمھیں قبروں سے اٹھایا جائے گا تاکہ تمھیں تمھارے اعمال کا بدلہ دیا جائے۔

تفسیر آیات:12-14

روز قیامت مشرکین کا برا حال: اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن مشرکین کے حال و قال کو بیان فرمایا ہے کہ جب وہ دوبارہ زندہ کیے جانے کو دیکھیں گے اور اللہ عزوجل کے سامنے حقیر و فقیر، ذلیل و رسوا اور خجالت و شرمندگی کی وجہ سے سر جھکا کر کھڑے ہوں گے تو کہیں گے: ﴿رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا﴾ ''اے ہمارے پروردگار! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا۔'' یعنی ہم اب آپ کی بات سنیں گے اور آپ کے حکم کی اطاعت کریں گے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا﴾ (مریم 38:19) ''وہ جس دن ہمارے سامنے آئیں گے کیسے سننے والے اور کیسے دیکھنے والے ہوں گے!'' اسی طرح جب وہ جہنم رسید ہوں گے تو اپنے آپ کو ملامت کرتے ہوئے کہیں گے: ﴿لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ○﴾ (الملك 10:67) ''(اور کہیں گے) اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو دوزخیوں میں نہ ہوتے۔'' اسی طرح یہ لوگ بھی کہیں گے: ﴿رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا﴾ ''اے ہمارے پروردگار! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا، پس تو ہم کو (دنیا میں) واپس بھیج دے۔'' یعنی دنیا میں۔ ﴿نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ⑫﴾ ''(تاکہ) ہم نیک عمل کریں، بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں۔'' یعنی ہم نے دیکھ لیا اور ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ تیرا وعدہ سچا ہے، تیری ملاقات برحق ہے اور رب تعالیٰ کو تو معلوم ہوگا کہ اگر

① تفسیر الطبری:21/117,118. ② حسب ذیل حوالے میں اس کا کچھ اشارہ ملتا ہے المصنف لعبد الرزاق:3/581، حدیث:6737. ③ کتاب العظمة للأصفهانی:3/893، حدیث:433 وتفسیر الطبری:21/118.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ

ہماری آیتوں پر تو صرف وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب انھیں ان کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں، اور وہ اپنے رب کی

لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۩ ⑮ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ز

السجدۃ ۹

حمد کے ساتھ پاکیزگی بیان کرتے ہیں، اور وہ تکبر نہیں کرتے ⑮ ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں (اور) وہ اپنے رب کو خوف اور امید سے

وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ⑯ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ

پکارتے ہیں، اور جو ہم نے انھیں رزق دیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں ⑯ پھر کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے اعمال کے بدلے میں ان کے لیے

بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑰

آنکھوں کی ٹھنڈک کی کون کون سی چیزیں پوشیدہ رکھی گئی ہیں ⑰

وہ انھیں دوبارہ دنیا میں لوٹا بھی دے تو وہ اسی طرح کافر ہوں گے جیسے پہلے کافر تھے، اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب اور اس کے پیغمبروں کی مخالفت کریں گے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○﴾ (الأنعام 27:6) ''اور اگر آپ (ان کو اس وقت) دیکھیں جب یہ آتش (دوزخ کے کنارے) پر کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے کہ اے کاش! ہم پھر (دنیا میں) لوٹا دیے جائیں اور اپنے پروردگار کی آیتوں کی تکذیب نہ کریں اور مومنوں میں سے ہو جائیں۔'' اور یہاں فرمایا: ﴿ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا ﴾ ''اور اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو اس کی ہدایت دے دیتے۔'' جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ط﴾ (یونس 99:10) ''اور اگر آپ کا پروردگار چاہتا تو جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کے سب ایمان لے آتے۔'' ﴿ وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ⑬﴾ ''اور لیکن میری طرف سے یہ بات قرار پا چکی ہے کہ میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں سب سے ضرور بھروں گا۔'' یعنی جنوں اور انسانوں کی دونوں جماعتوں سے کچھ لوگ جہنم رسید ہوں گے اور جہنم میں جانے سے کوئی انھیں بچا نہ سکے گا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اس کی صفات کاملہ کے واسطے سے جہنم سے پناہ چاہتے ہیں۔ ﴿ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ﴾ ''سو (اب آگ کے مزے) چکھو، اس لیے کہ تم نے اپنے اس دن کی ملاقات کو بھلا رکھا تھا۔'' یعنی دوزخیوں کو سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر کہا جائے گا کہ اس عذاب کا مزا چکھو کیونکہ تم اس دن کی تکذیب کرتے تھے، اس کے وقوع پذیر ہونے کو بعید سمجھتے تھے اور تم نے اس دن کو بھلا رکھا تھا۔ ﴿ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ ﴾ ''بے شک (آج) ہم نے تمھیں بھلا دیا ہے۔'' یعنی تم سے اس طرح معاملہ کریں گے جیسے کسی بھول جانے والے کا معاملہ ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی تو بھولنے سے پاک ہے، کوئی چیز اس سے مخفی نہیں رہ سکتی، لہٰذا یہ مقابلہ کے قبیل سے ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلْيَوْمَ نَنْسٰكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ﴾ (الجاثیة 34:45) ''جس طرح تم نے اپنے اس دن کی ملاقات کو بھلا رکھا تھا، اسی طرح آج ہم تمھیں بھلا دیں گے۔''

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑭﴾ ''اور جو کام تم کرتے تھے اس کی وجہ سے ہمیشہ کے عذاب (کے مزے) چکھتے رہو۔'' یعنی اپنے کفر و تکذیب کے سبب اب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کے عذاب کے مزے چکھو، جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر بھی فرمایا ہے: ﴿ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ۝ اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ۝ جَزَآءً وِّفَاقًا ۝ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ۝ وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ۝ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ۝ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ۝﴾ (النبا 78:24-30) ''وہاں نہ ٹھنڈک (کا مزہ) چکھیں گے نہ کوئی مشروب مگر گرم پانی اور بہتی پیپ (یہ) بدلہ ہے پورا پورا، یہ لوگ حساب (آخرت) کی امید ہی نہیں رکھتے تھے اور ہماری آیتوں کو ہر طرح جھٹلاتے رہتے تھے اور ہم نے ہر چیز کو لکھ کر ضبط کر رکھا ہے، پس (اب مزہ) چکھو، سو ہم تم پر عذاب ہی بڑھاتے جائیں گے۔''

تفسیر آیات:15-17

اہل ایمان کا حال اور ان کی جزا: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے: ﴿ اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا ﴾ ''ہماری آیتوں پر تو بس وہی لوگ ایمان لاتے ہیں۔'' یعنی ان کی تصدیق کرتے ہیں۔ ﴿ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا ﴾ ''جب ان کو ان آیات سے نصیحت کی جاتی ہے تو سجدے میں گر پڑتے ہیں۔'' یعنی انھیں سنتے اور قولی و عملی طور پر ان کی اطاعت کرتے ہیں۔ ﴿ وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ⑮﴾ ''اور اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور غرور نہیں کرتے۔'' یعنی آیات کی اتباع و اطاعت سے تکبر نہیں کرتے جیسا کہ جاہل، کافر اور فاجر لوگ کرتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝﴾ (المؤمن 40:60) ''جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔'' پھر فرمایا: ﴿ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ ﴾ ''ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں۔'' یعنی وہ رات کو نیند ترک کر کے قیام کرتے ہیں۔ امام مجاہد اور حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد رات کا قیام ہے۔[1] امام ضحاک فرماتے ہیں کہ اس سے نماز عشا اور نماز فجر باجماعت ادا کرنا مراد ہے۔ ﴿ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ز ﴾ ''وہ اپنے پروردگار کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے اور اجر و ثواب کی امید سے۔ ﴿ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ⑯﴾ ''اور جو مال ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔'' یعنی وہ اپنے تک محدود اور دوسروں سے متعلق ہر طرح کے اعمال صالحہ بجالاتے ہیں، ان پاکباز و پاک نہاد لوگوں میں سب سے مقدم دنیا و آخرت میں ان کے سید اور قابل فخر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، راستے میں چلتے چلتے ایک دن میں آپ کے بہت قریب ہو گیا، میں نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! مجھے ایک ایسا عمل بتا دیں جو جنت میں داخل کر دے اور جہنم سے دور کر دے، آپ نے فرمایا:

[لَقَدْ سَأَلْتَ عَنْ عَظِيمٍ، وَّإِنَّهُ لَيَسِيرٌ عَلٰى مَنْ يَّسَّرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ، تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَّتُقِيمُ

[1] تفسير الطبري: 21/122.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَتَصُومُ رَمَضَانَ، وَتَحُجُّ الْبَيْتَ، ثُمَّ قَالَ: أَلَا أَدُلُّكَ عَلٰى أَبْوَابِ الْخَيْرِ؟ اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ، وَّالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ، وَصَلَاةُ الرَّجُلِ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ﴾ حَتّٰى بَلَغَ ﴿جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ثُمَّ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكَ بِرَأْسِ الْأَمْرِ، وَعَمُودِهٖ، وَذِرْوَةِ سَنَامِهٖ؟ فَقُلْتُ: بَلٰى، يَارَسُولَ اللّٰهِ! قَالَ: رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ، وَعَمُودُهُ الصَّلَاةُ، وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ، ثُمَّ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكَ بِمَلَاكِ ذٰلِكَ كُلِّهٖ؟ فَقُلْتُ لَهٗ: بَلٰى ، يَانَبِيَّ اللّٰهِ! فَأَخَذَ بِلِسَانِهٖ، فَقَالَ: كُفَّ عَلَيْكَ هٰذَا، فَقُلْتُ: يَارَسُولَ اللّٰهِ! وَإِنَّا لَمُؤَاخَذُونَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهٖ؟ فَقَالَ: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَامُعَاذُ! وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوهِهِمْ۔ أَوْقَالَ: عَلٰى مَنَاخِرِهِمْ۔ إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ]

”تم نے ایک بہت بڑی بات پوچھی ہے لیکن اس کے لیے بہت آسان ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ اسے آسان بنادے اور وہ یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ بناؤ اور نماز قائم کرو اور زکاۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو، پھر آپ نے فرمایا: کیا میں تجھے نیکی کے دروازوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ روزہ ڈھال ہے، صدقہ گناہ کو مٹا دیتا ہے اور رات کو آدمی کا نماز ادا کرنا، پھر آپ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؗ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾ ”ان کے پہلو بچھونوں سے الگ رہتے ہیں، وہ اپنے پروردگار کو خوف اور امید کرتے ہوئے پکارتے ہیں اور جو ہم نے انھیں رزق دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں، پس کوئی نفس اسے نہیں جانتا جو (بطور) ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے یہ ان اعمال کا صلہ ہے جو وہ کرتے تھے“ پھر فرمایا: کیا میں تجھے اصل معاملہ، اس کے ستونوں اور اس کے کوہان کی بلندی کے بارے میں نہ بتاؤں؟

میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ضرور ارشاد فرمائیں، آپ نے فرمایا: اصل معاملہ تو اسلام ہے، اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی بلندی جہاد فی سبیل اللہ ہے، پھر فرمایا: کیا میں تجھے ان سب کے قِوام و بنیاد کے بارے میں نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ضرور ارشاد فرمائیں، آپ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ لیا، پھر فرمایا: اپنی اس زبان کو قابو میں رکھ، میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم جو گفتگو کرتے ہیں کیا اس پر بھی ہمارا مؤاخذہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: معاذ! تیری ماں تجھے گم پائے، یہ زبانوں کی لغو اور لایعنی باتیں ہی تو ہوں گی جو لوگوں کو اوندھے منہ جہنم میں گرا دیں گی۔“[1] اسے امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے بھی اپنی اپنی سنن میں بیان کیا اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔[2]

---

[1] مسند أحمد:231/5. [2] جامع الترمذي، الإيمان، باب ماجاء في حرمة الصلاة، حديث:2616 والسنن الكبرٰى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالٰى: ﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ ......﴾ :428/6، حديث:11394 وسنن ابن ماجه، الفتن، باب كف اللسان في الفتنة، حديث:3973.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿17﴾﴾ ”پس کوئی متنفس اسے نہیں جانتا جو ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے، یہ ان اعمال کا صلہ ہے جو وہ کرتے ہیں۔“ یعنی کوئی شخص ان چیزوں کی عظمت کو نہیں جانتا جو بہشتوں میں ان کے لیے ابدی وسرمدی نعمتوں کی صورت میں چھپا کر رکھی گئی ہیں اور ان زبردست لذتوں کی شکل میں جن سے کوئی مطلع نہیں ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس طرح ان لوگوں نے نیک اعمال چھپ چھپ کر کیے تھے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے لیے ایسی نعمتوں کو چھپا رکھا ہے جنھیں کسی آنکھ نے دیکھا نہیں اور کسی انسان کے دل میں ان کا تصور تک نہیں آیا۔[1]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ۚ﴾ کی تفسیر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی: أَعْدَدْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِینَ مَا لَا عَیْنٌ رَّأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ] ”اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے (ایسی ایسی) نعمتیں تیار کی ہیں جنھیں کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، کسی کان نے سنا نہیں اور کسی انسان کے دل میں ان کا تصور تک نہیں آیا۔“ یہ حدیث بیان کرنے کے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو یہ آیت کریمہ پڑھ لو: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ۚ﴾ ”پس کوئی متنفس اسے نہیں جانتا جو ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے۔“[2] اسے امام مسلم و ترمذی نے بھی روایت کیا اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔[3]

اور بخاری کی ایک روایت میں ہے: [وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ ذُخْرًا مِّنْ بَلْهِ مَا أُطْلِعْتُمْ عَلَیْهِ] ”اور جو تمھیں معلوم کروایا گیا ہے اس کے علاوہ ذخیرہ (نعمت) کے متعلق کسی دل میں تصور تک نہیں آیا۔“[4] اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّةَ یَنْعَمُ لَا یَبْأَسُ، لَا تَبْلٰی ثِیَابُهٗ وَلَا یَفْنٰی شَبَابُهٗ، فِي الْجَنَّةِ مَا لَا عَیْنٌ رَّأَتْ، وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ] ”جو شخص جنت میں داخل ہوگا وہ ناز ونعم میں ہوگا اور کبھی بدحال نہ ہوگا، اس کے کپڑے کبھی بوسیدہ نہ ہوں گے، اس کا شباب کبھی ختم نہ ہوگا، جنت میں ایسی ایسی نعمتیں ہوں گی جنھیں کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا ہوگا اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال آیا ہوگا۔“[5] اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

---

[1] تفسیر ابن أبی حاتم: 3107/9. [2] صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ۚ﴾ (السجدة 32:17)، حدیث: 4779. [3] صحیح مسلم، الجنة وصفة نعیمها وأهلها، باب صفة الجنة، حدیث: 2824 وجامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة السجدة، حدیث: 3197. [4] صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ۚ﴾ (السجدة 32:17)، حدیث: 4780 وصحیح مسلم، الجنة وصفة......، باب صفة الجنة، حدیث: 2824. [5] صحیح مسلم، الجنة وصفة نعیمها......، باب فی دوام نعیم أهل الجنة......، حدیث: 2836 ومسند أحمد: 370/2 واللفظ له.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوٗنَ ﴿18﴾ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

کیا پھر مومن ایسے ہوسکتا ہے جیسے فاسق، وہ (کبھی) برابر نہیں ہو سکتے ﴿18﴾ لیکن جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، تو ان کے

فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۟ نُزُلًا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿19﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ

لیے رہنے کے باغات ہیں، ان اعمال کے بدلے میں مہمانی ہے جو وہ کیا کرتے تھے ﴿19﴾ اور لیکن جن لوگوں نے نافرمانی کی تو ان کا ٹھکانا

كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَاۤ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ

آگ ہے، جب بھی وہ ارادہ کریں گے کہ وہ اس سے نکلیں تو انھیں اسی میں لوٹا دیا جائے گا، اور ان سے کہا جائے گا کہ اس آگ کا عذاب

بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿20﴾ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ

چکھو جسے تم جھٹلاتے تھے ﴿20﴾ اور ہم (آخرت کے) بڑے عذاب سے پہلے انھیں (دنیا کا) چھوٹا عذاب ضرور چکھائیں گے شاید وہ (ہماری

يَرْجِعُوْنَ ﴿21﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ اِنَّا مِنَ

طرف) رجوع کریں ﴿21﴾ اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جسے اس کے رب کی آیات کے ساتھ نصیحت کی گئی، پھر اس نے ان سے

الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴿22﴾ ع 2 ع 11 15

اعراض کیا، یقیناً ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں ﴿22﴾

تفسیر آیات:18-22

مومن اور فاسق برابر نہیں ہوسکتے: اللہ تعالیٰ نے اپنے عدل و کرم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ روز قیامت فیصلہ فرماتے ہوئے اس شخص کو جو اس کی آیات پر ایمان رکھتا اور اس کے رسولوں کی اتباع کرتا تھا، اس کے برابر قرار نہیں دے گا جو فاسق، یعنی اپنے رب کی اطاعت سے خارج اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو جھٹلاتا تھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ ﴾ (الجاثیة 45:21) ”جو لوگ برے کام کرتے ہیں کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کردیں گے جو ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے اور ان کی زندگی اور موت یکساں ہوگی؟ یہ جو فیصلے کرتے ہیں برے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۫ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ۝ ﴾ (ص 38:28) ”جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کیا انھیں ہم ان کی طرح کردیں گے جو ملک میں فساد کرتے ہیں یا پرہیزگاروں کو بدکاروں کی طرح کردیں گے؟“

اور فرمایا: ﴿ لَا يَسْتَوِيْۤ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآىِٕزُوْنَ ۝ ﴾ (الحشر 59:20) ”اہل دوزخ اور اہل بہشت برابر نہیں، اہل بہشت ہی تو کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔“ اور اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوٗنَ ﴿18﴾ ﴾ ”سو بھلا جو مومن ہو وہ اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو نافرمان ہو؟ وہ برابر نہیں ہوسکتے۔“ یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ دونوں برابر نہیں ہوسکتے۔ عطاء بن یسار اور سدی وغیرہ سے روایت

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ یہ آیت حضرت علی بن ابوطالب اور عقبہ بن ابومُعَیط کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[1] اسی لیے ان دونوں کے بارے میں الگ الگ فیصلہ فرمایا: ﴿اَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ”لیکن جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے۔“ یعنی ان کے دلوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تصدیق کی، پھر ان کے تقاضوں کے مطابق انھوں نے عمل بھی کیے۔ ﴿فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰی ز﴾ ”تو ان (کے رہنے) کے لیے باغ ہیں۔“ ان میں ان کی رہائش گاہیں، محلات اور بلند و بالا کمرے ہیں، یعنی ضیافت و کرامت ﴿بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑲﴾ ”ان کے کاموں کی جزا ہے جو وہ کرتے ہیں۔“

﴿وَاَمَّا الَّذِیْنَ فَسَقُوْا﴾ ”اور لیکن جنھوں نے نافرمانی کی۔“ یعنی جنھوں نے اپنے رب تعالیٰ کی اطاعت ترک کردی تو ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، جب چاہیں گے کہ اس میں سے نکل جائیں تو اسی میں لوٹا دیے جائیں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۗ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ○﴾ (الحج 22:22) ”جب وہ چاہیں گے کہ اس رنج (و تکلیف کی وجہ سے دوزخ) سے نکل جائیں تو پھر اسی میں لوٹا دیے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ جلنے کے عذاب (کے مزے) کو چکھتے رہو۔“ فضیل بن عیاض فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! ہاتھ بندھے ہوں گے، پاؤں میں بیڑیاں ہوں گی، اوپر جہنم کی آگ کے شعلے ہوں گے، فرشتے انھیں ہتھوڑے مار رہے ہوں گے۔[2] ﴿وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ⑳﴾ ”اور ان سے کہا جائے گا کہ جس آتش (دوزخ) کے عذاب کو تم جھوٹ سمجھتے تھے (اسے) چکھو۔“ یعنی زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر یہ کہا جائے گا۔ اور فرمایا: ﴿وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ﴾ ”اور ہم ان کو ضرور قیامت کے بڑے عذاب سے پہلے چھوٹے عذاب (کا بھی مزہ) چکھائیں گے۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عذاب دنیا سے مراد دنیا کے مصائب، بیماریاں، آفتیں اور وہ آزمائشیں مراد ہیں جن میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مبتلا کرتا رہتا ہے تاکہ وہ اس کے حضور توبہ کرلیں۔[3] اُبی بن کعب، ابوالعالیہ، حسن، ابراہیم نخعی، ضحاک، علقمہ، عطیہ، مجاہد، قتادہ، عبدالکریم جزری اور خُصیف سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[4]

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ط﴾ ”اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جس کو اس کے پروردگار کی آیتوں سے نصیحت کی جائے، پھر وہ اس سے اعراض کرے!“ یعنی اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوسکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات کے ساتھ نصیحت کی ہو اور انھیں اس کے سامنے واضح طور پر بیان فرمادیا ہو لیکن اس نے انھیں ترک کردیا، ان کا انکار کردیا، اس سے اعراض کیا اور انھیں بھلا دیا ہو، گویا وہ انھیں جانتا ہی نہ ہو۔ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اعراض نہ کرو کیونکہ جو اس کے ذکر سے اعراض کرتا ہے وہ بہت زیادہ دھوکے میں مبتلا ہوجاتا ہے، شدید محتاجی کو اختیار کرلیتا ہے اور بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کرتا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے والوں کو

[1] تفسیر الطبری: 129/21. [2] تفسیر ابن أبی حاتم: 2482/8. [3] تفسیر الطبری: 130/21. [4] تفسیر الطبری: 131,130/21.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ

اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی، پس (اے نبی!) آپ اس کی ملاقات کے متعلق شک میں نہ رہیں، اور ہم نے اس (تورات) کو بنی اسرائیل

اِسْرَآءِيْلَ ﴿23﴾ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ؕ۟ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا

کے لیے ہدایت بنایا﴿23﴾ اور جب انھوں نے صبر کیا تو ہم نے ان میں کچھ ایسے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے اور وہ ہماری

يُوْقِنُوْنَ ﴿24﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿25﴾

آیات پر یقین رکھتے تھے﴿24﴾ بلاشبہ آپ کا رب ہی روز قیامت ان کے مابین اس کا فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے﴿25﴾

سرزنش کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴿22﴾ ﴾ ”یقیناً ہم مجرموں سے ضرور بدلہ لینے والے ہیں۔“ یعنی جو لوگ ایسا کریں گے ہم ان سے شدید انتقام لیں گے۔

تفسیر آیات: 23-25

موسیٰ کی کتاب اور بنی اسرائیل کی امامت: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے اپنے بندے اور رسول موسیٰ علیہ السلام کو کتاب، یعنی تورات عطا فرمائی تھی۔ ﴿ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ ﴾ ”تو تم ان کے ملنے سے شک میں نہ ہونا“ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد شب معراج کی ملاقات ہے۔[1] پھر انھوں نے ابو العالیہ ریاحی سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ مجھ سے تمھارے نبی کے برادر عم زاد، یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [رَأَيْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي مُوسَى رَجُلًا آدَمَ طُوَالًا جَعْدًا كَأَنَّهُ مِنْ رِّجَالِ شَنُوءَةَ، وَرَأَيْتُ عِيسَى رَجُلًا مَّرْبُوعًا مَّرْبُوعَ الْخَلْقِ إِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ سَبْطَ الرَّأْسِ، وَرَأَيْتُ مَالِكًا خَازِنَ النَّارِ وَالدَّجَّالَ فِي آيَاتٍ أَرَاهُنَّ اللّٰهُ إِيَّاهُ ﴿ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ ﴾] ”معراج کی رات میں نے موسیٰ علیہ السلام کو بھی دیکھا وہ گندمی رنگ، طویل القامت اور گھنگریالے بالوں والے شخص تھے، گویا ان کا تعلق شنوءہ کے لوگوں سے ہے اور میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، وہ میانے قد، سرخ وسفید رنگت اور لمبے بالوں والے تھے اور میں نے جہنم کے داروغے اور دجال کو بھی دیکھا“ اسی طرح آپ نے اور بھی بہت سی نشانیوں کا ذکر فرمایا جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے دکھائی تھیں۔ ﴿ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ ﴾ ”تو ان کے ملنے سے شک میں نہ ہونا۔“[2] بے شک آپ نے موسیٰ کو دیکھا اور معراج کی رات آپ نے موسیٰ سے ملاقات کی تھی۔[3]

اور فرمایا: ﴿ وَجَعَلْنٰهُ ﴾ ”اور ہم نے اس کو بنایا۔“ یعنی اس کتاب کو جو ہم نے موسیٰ کو عطا فرمائی تھی۔ ﴿ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿23﴾ ﴾ ”بنی اسرائیل کے لیے ذریعہ ہدایت۔“ جیسا کہ اللہ نے سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿ وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ﴿2﴾ ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 17:2) ”اور ہم نے موسیٰ کو کتاب عنایت کی تھی اور اس کو بنی اسرائیل کے لیے رہنما مقرر کیا تھا یہ کہ میرے سوا کسی کو کارساز نہ ٹھہرانا۔“

[1] تفسیر الطبری :21/135. [2] صحیح البخاری، بدء الخلق، باب: إذا قال أحدكم: آمين والملائكة......، حديث: 3239 وصحیح مسلم، الإيمان، باب الإسراء برسول اللهﷺ، حديث: 165. [3] تفسیر الطبری :21/135.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اَوَ لَمْ یَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ یَمْشُوْنَ فِیْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ

کیا ان پر واضح نہیں ہوا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی امتیں ہلاک کر دیں جن کے گھروں میں (اب) وہ چلتے پھرتے ہیں۔ بے شک اس میں عظیم

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ ؕ اَفَلَا یَسْمَعُوْنَ ﴿26﴾ اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ

نشانیاں ہیں، کیا پھر وہ سنتے نہیں ﴿26﴾ کیا انھوں نے دیکھا نہیں کہ بے شک ہم پانی کو بنجر زمین کی طرف بہا لے جاتے ہیں، پھر ہم اس کے ذریعے سے

فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ؕ اَفَلَا یُبْصِرُوْنَ ﴿27﴾

کھیتی نکالتے ہیں، اس سے ان کے چوپائے اور وہ خود بھی کھاتے ہیں، کیا پھر وہ دیکھتے نہیں ﴿27﴾

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىِٕمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ؕ وَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یُوْقِنُوْنَ ﴿24﴾﴾ ''اور ان میں سے ہم نے پیشوا بنائے تھے جو ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے جب انھوں نے صبر کیا اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔'' یعنی جب وہ صبر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتے، اس کے حرام کردہ امور سے اجتناب کرتے، اس کے رسولوں کی تصدیق کرتے اور پیغمبر جس دین و شریعت کو لائے تھے اس کی اتباع کرتے رہے تو ان میں سے پیشوا بھی بنا دیے گئے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے حق کی ہدایت کرتے، خیر و بھلائی کی دعوت دیتے، نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے تھے، پھر جب انھوں نے دین میں تبدیلی کر دی، اس میں تحریف کر دی اور اس میں تاویل شروع کر دی تو ان سے یہ مقام سلب ہو گیا، ان کے دل سخت ہو گئے اور وہ کلمات کو اپنی جگہ سے بدلنے لگے۔ پس نہ ان کا عمل صالح رہا اور نہ عقیدہ صحیح، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىِٕمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ؕ﴾ ''اور ان میں سے ہم نے پیشوا بنائے تھے جو ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے، جب انھوں نے صبر کیا۔'' امام قتادہ اور سفیان فرماتے ہیں کہ یہ اس لیے کہ انھوں نے دنیا سے صبر کر لیا تھا۔[1]

اسی طرح حسن بن صالح کا بھی یہی قول ہے۔ امام سفیان کا قول ہے کہ یہ لوگ اسی طرح تھے اور کوئی شخص اس وقت تک امام اور مقتدا بن نہیں سکتا جب تک وہ دنیا سے صرفِ نظر نہ کر لے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ۚ وَاٰتَیْنٰهُمْ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ۝﴾ (الجاثیة 45:16,17) ''اور البتہ تحقیق ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب (ہدایت) اور حکومت اور نبوت بخشی اور پاکیزہ چیزیں عطا فرمائیں اور اہل عالم پر فضیلت دی اور ان کو دین کے بارے میں دلیلیں عطا کیں، پس انھوں نے جو بھی اختلاف کیا علم آ جانے کے بعد آپس کی ضد سے کیا، بے شک آپ کا پروردگار قیامت کے دن ان میں ان باتوں کا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے فیصلہ فرمائے گا۔'' جیسا کہ یہاں فرمایا ہے: ﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ یَفْصِلُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ

[1] تفسیر الطبری: 136/21.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿25﴾ ”بلاشبہ آپ کا پروردگار جن باتوں میں وہ اختلاف کرتے تھے ان میں قیامت کے روز فیصلہ فرمائے گا۔“ یعنی جن اعتقادات واعمال میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

تفسیر آیات: 27,26

سابقہ لوگوں سے عبرت حاصل کرو: اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے: کیا انبیائے کرام علیہم السلام کی تکذیب کرنے والے لوگوں کو اس سے ہدایت نہیں ہوئی کہ اس نے انبیائے کرام کی تکذیب کرنے والوں، ان کے پیش کردہ سیدھے رستوں کی مخالفت کرنے والوں کو ہلاک کر دیا تھا، ان میں سے کوئی باقی نہیں رہا بلکہ ان لوگوں کا کوئی نام ونشان تک باقی نہیں رہا۔ ﴿هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴾ (مریم 98:19) ”بھلا آپ ان میں سے کسی کو دیکھتے ہیں یا (کہیں) ان کی بھنک سنتے ہیں؟“ اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿یَمْشُوْنَ فِیْ مَسٰكِنِهِمْ﴾ ”جن کی رہائش گاہوں میں یہ چلتے پھرتے ہیں۔“ یعنی یہ تکذیب کرنے والے ان لوگوں کے مقامات سکونت میں چلتے پھرتے ہیں جنھوں نے تکذیب کی تھی مگر وہ ان مقامات میں رہنے والوں میں سے اب کسی کو نہیں دیکھتے، وہ یہاں سے چل بسے ہیں۔ ﴿كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا﴾ (الأعراف 92:7) ”گویا وہ ان میں کبھی آباد ہی نہیں ہوئے تھے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿فَتِلْكَ بُیُوْتُهُمْ خَاوِیَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا﴾ (النمل 52:27) ”تو یہ ان کے گھر ان کے ظلم کے سبب خالی پڑے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿فَكَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِیَ ظَالِمَةٌ فَهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِیْدٍ ۝ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ یَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ یَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَی الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ ۝﴾ (الحج 46,45:22) ”پس بہت سی بستیاں ہیں جنھیں ہم نے تباہ کر ڈالا کیونکہ وہ نافرمان تھیں، سو وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں اور بہت سے کنویں بے کار اور بہت سے محل ویران پڑے ہیں، تو کیا وہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں تاکہ ان کے دل (ایسے) ہوتے کہ ان سے سمجھ سکتے اور کان (ایسے) ہوتے کہ ان سے سن سکتے۔ پس بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں (وہ) اندھے ہوتے ہیں۔“

اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ﴾ ”بے شک اس میں البتہ نشانیاں ہیں۔“ یعنی ان لوگوں کے چل بسنے، ان کے تباہ وبرباد ہو جانے اور انبیاء کی تکذیب کے سبب ان پر نازل ہونے والے عذابوں میں اور حضرات انبیائے کرام پر ایمان لانے والوں میں نشانیاں ہیں، عبرتیں، نصیحتیں اور بہت قوی دلائل ہیں۔ ﴿اَفَلَا یَسْمَعُوْنَ ﴿26﴾﴾ ”تو کیا یہ سنتے نہیں؟“ یعنی سابقہ لوگوں کے حالات اور یہ بات کہ ان پر کیا گزری تھی!

مردہ زمین کی شادابی بعث بعد الموت کی دلیل ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَی الْاَرْضِ الْجُرُزِ﴾ ”کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم بنجر زمین کی طرف پانی رواں کرتے ہیں۔“ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے ساتھ اپنے اس لطف واحسان کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ آسمان یا بادل سے پانی نازل فرماتا ہے۔ یہی پانی نہروں میں ہوتا ہے اور یہی پانی

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

وَ يَقُوۡلُوۡنَ مَتٰى هٰذَا الۡفَتۡحُ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿28﴾ قُلۡ يَوۡمَ الۡفَتۡحِ لَا يَنۡفَعُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا

اور وہ کہتے ہیں: اگر تم سچے ہو تو (بتاؤ) یہ فیصلہ کب ہوگا؟ ﴿28﴾ کہہ دیجیے: فیصلے کے دن کافروں کو ان کا ایمان لانا نفع نہیں دے گا

ع 3/8 16 اِيۡمَانُهُمۡ وَلَا هُمۡ يُنۡظَرُوۡنَ ﴿29﴾ فَاَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ وَانۡتَظِرۡ اِنَّهُمۡ مُّنۡتَظِرُوۡنَ ﴿30﴾ ع

اور نہ انھیں مہلت ہی دی جائے گی ﴿29﴾ چنانچہ آپ ان سے اعراض کریں، اور انتظار کریں، بے شک وہ بھی انتظار کر رہے ہیں ﴿30﴾

پہاڑوں سے میدانی علاقوں میں پہنچ جاتا ہے، پھر اس سے بوقت ضرورت زمینوں کو سیراب کیا جاتا ہے، اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ اِلَى الۡاَرۡضِ الۡجُرُزِ ﴾ ''بنجر زمین کی طرف۔'' یعنی وہ زمین جس میں کوئی نباتات نہ ہو جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاِنَّا لَجٰعِلُوۡنَ مَا عَلَيۡهَا صَعِيۡدًا جُرُزًا ﴾ (الکہف 8:18) ''اور بلاشبہ یقیناً ہم جو چیز زمین پر ہے، اس کو (نابود کر کے) بنجر میدان کر دیں گے۔'' یعنی ایسا خشک میدان جس میں کوئی چیز نہ اگے، اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿ اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّا نَسُوۡقُ الۡمَآءَ اِلَى الۡاَرۡضِ الۡجُرُزِ فَنُخۡرِجُ بِهٖ زَرۡعًا تَاۡكُلُ مِنۡهُ اَنۡعَامُهُمۡ وَاَنۡفُسُهُمۡ ۗ اَفَلَا يُبۡصِرُوۡنَ ﴿27﴾ ﴾ ''کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم بنجر زمین کی طرف پانی رواں کرتے ہیں، پھر اس سے کھیتی پیدا کرتے ہیں جس میں سے ان کے چوپائے بھی کھاتے ہیں اور وہ بھی (کھاتے ہیں) تو یہ دیکھتے کیوں نہیں؟'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَلۡيَنۡظُرِ الۡاِنۡسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖۤ ۝ اَنَّا صَبَبۡنَا الۡمَآءَ صَبًّا ۝ ﴾ (عبس 25,24:80) ''تو انسان کو چاہیے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے، بے شک ہم ہی نے پانی برسایا۔'' اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿ اَفَلَا يُبۡصِرُوۡنَ ﴿27﴾ ﴾ ''تو کیا یہ دیکھتے نہیں؟''

تفسیر آیات:28-30

کفار کا عذاب کے لیے جلدی کرنا اور ان کا جواب: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ کفار چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ان پر جلد واقع ہو جائے اور وہ جلد غضب وعقاب الٰہی میں مبتلا ہو جائیں، یہ اس لیے کہ دراصل وہ عذاب الٰہی کے منکر تھے اور ازراہ تکذیب ومخالفت ﴿ وَيَقُوۡلُوۡنَ مَتٰى هٰذَا الۡفَتۡحُ ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں کہ یہ فیصلہ کب ہوگا۔'' یعنی اے محمد (ﷺ!) آپ ہمارے خلاف کب فتح پائیں گے؟ جیسا کہ آپ خیال کرتے ہیں کہ ایک وقت آئے گا کہ آپ ہم پر غلبہ حاصل کر لیں گے اور اللہ تعالیٰ ہم سے آپ کا انتقام لے گا تو یہ بتائیں کہ ایسا کب ہوگا۔ ہم تو آپ کو اور آپ کے صحابہ کو دیکھتے ہیں کہ عاجزی و درماندگی کے ساتھ چھپ چھپ کر رہ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ قُلۡ يَوۡمَ الۡفَتۡحِ ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ فیصلے کے دن۔'' یعنی جب دنیا وآخرت میں اللہ تعالیٰ کا عذاب اور غضب تم پر نازل ہوگا۔ ﴿ لَا يَنۡفَعُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اِيۡمَانُهُمۡ وَلَا هُمۡ يُنۡظَرُوۡنَ ﴿29﴾ ﴾ ''کافروں کو ان کا ایمان لانا کچھ بھی فائدہ نہ دے گا اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَلَمَّا جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ فَرِحُوۡا بِمَا عِنۡدَهُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ وَحَاقَ بِهِمۡ مَّا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ۝ فَلَمَّا رَاَوۡا بَاۡسَنَا قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحۡدَهٗ وَكَفَرۡنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشۡرِكِيۡنَ ۝ ﴾ (المؤمن 84,83:40) ''پھر جب ان کے پیغمبر ان کے پاس کھلی نشانیاں

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

لے کر آئے تو جو علم (اپنے خیال میں) ان کے پاس تھا اس پر اترانے لگے اور جس چیز سے تمسخر کیا کرتے تھے اس نے ان کو آ گھیرا، سو جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو کہنے لگے: ہم اللہ واحد پر ایمان لائے اور جس چیز کو اس کے ساتھ شریک بناتے تھے اس سے ہم نے انکار کیا۔''

جو شخص یہ کہے کہ اس فتح سے مراد فتح مکہ ہے تو وہ بہت دور کی کوڑی لاتا اور فاش غلطی کا ارتکاب کرتا ہے کیونکہ فتح مکہ کے دن تو رسول اللہ ﷺ نے آزاد کردہ لوگوں کے اسلام کو قبول فرما لیا تھا جن کی تعداد دو ہزار کے قریب تھی، اگر اس آیت سے فتح مکہ مراد ہوتی تو آپ ان کے اسلام کو قبول نہ فرماتے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ فیصلے کے دن کافروں کو ان کا ایمان لانا کچھ بھی فائدہ نہ دے گا اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔'' یہاں فتح کا لفظ فیصلہ کے معنی میں ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (الشعرآء 26:118) ''تو میرے اور ان کے درمیان ایک کھلا فیصلہ کر دے اور مجھے اور جو مومن میرے ساتھ ہیں ان کو بچا لے۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ۭ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴾ (سبا 34:26) ''کہہ دیں کہ ہمارا پروردگار ہم کو جمع کرے گا، پھر ہمارے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دے گا اور وہ خوب فیصلہ کرنے والا، بڑے علم والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴾ (إبراهيم 14:15) ''اور انھوں نے (اللہ سے اپنی) فتح چاہی اور ہر سرکش، ضدی نامراد رہ گیا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَي الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ (البقرة 2:89) ''اور وہ پہلے (ہمیشہ) کافروں پر فتح مانگا کرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَاۗءَكُمُ الْفَتْحُ ﴾ (الأنفال 8:19) ''(کافرو) اگر تم فتح چاہتے ہو تو یقیناً تمھارے پاس فتح آ چکی۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ﴾ ''تو آپ ان سے اعراض کریں اور انتظار فرمائیں، یہ بھی انتظار کر رہے ہیں۔'' یعنی آپ ان مشرکین سے منہ پھیر لیں اور آپ کے رب کی طرف سے آپ پر جو نازل کیا گیا اسے پہنچا دیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ (الأنعام 6:106) ''جو حکم آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ کے پاس آتا ہے اسی کی پیروی کریں، اس (پروردگار) کے سوا کوئی معبود نہیں اور مشرکوں سے کنارہ کشی کریں۔'' یعنی انتظار کریں، اللہ تعالیٰ نے آپ سے جو وعدہ فرمایا ہے اسے بہرصورت پورا فرمائے گا اور مخالفین کے مقابلے میں آپ کو فتح و نصرت سے نوازے گا کیونکہ وہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ ﴿ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ﴾ ''بے شک یہ بھی انتظار کر رہے ہیں۔'' یعنی آپ انتظار کر رہے ہیں اور وہ بھی انتظار کر رہے ہیں اور آپ کے حق میں مصیبتوں کے منتظر ہیں۔ ﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ﴾ (الطور 52:30) ''کیا کافر کہتے ہیں: (یہ) شاعر؟ ہم اس کے حق میں زمانے کے حوادث کا انتظار کر رہے ہیں۔'' ان کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں اور اللہ تعالیٰ کے پیغام کے پہنچانے کے لیے اٹھائی گئی مشقتوں پر صبر کے صلے میں آپ نصرت و تائید باری تعالیٰ سے شادکام ہوں گے اور آپ کے صحابۂ

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کرام کے بارے میں یہ لوگ جس چیز کے منتظر ہیں عذاب الٰہی کی صورت میں یہ خود اس سے دوچار ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر تباہی و بربادی آ کر رہے گی۔ وَحَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ.

سورۂ سجدہ کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تفسیر سُوْرَۃُ اَحْزَاب

یہ سورت مدنی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ①

اے نبی! اللہ سے ڈرتے رہیے، اور کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کیجیے، بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، خوب حکمت والا ہے ① اور اس کی

وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۙ② وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ

اتباع کیجیے جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر وحی کی جاتی ہے، بے شک تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے خوب باخبر ہے ② اور آپ اللہ پر توکل

وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ③

کیجیے، اور اللہ بطور کارساز کافی ہے ③

تفسیر آیات:1-3

اللہ تعالیٰ پر توکل اور کفار کے مقابلے میں ڈٹ جانے کا حکم: یہ اعلیٰ کے ذریعے سے ادنیٰ کو تنبیہ ہے، اللہ تعالیٰ نے جب اپنے عبد ورسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم دیا ہے تو دوسروں کے لیے، جو یقیناً آپ سے ادنیٰ ہیں، اس حکم کی پابندی بطریق اولیٰ لازم ہوگی، طلق بن حبیب کا قول ہے کہ تقویٰ یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ روشنی کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں، اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھیں، اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ نور کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اس کی نافرمانی کو ترک کردیں۔ ①

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ۭ﴾ ''اور کافروں اور منافقوں کا کہا نہ ماننا۔'' کا مفہوم یہ ہے کہ آپ کافروں اور منافقوں کی نہ بات سنیں اور نہ ان سے مشورہ کریں۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ①﴾ ''بے شک اللہ جاننے والا، بڑا حکمت والا ہے۔'' یعنی وہ ذات پاک ہی مستحق ہے کہ آپ اس کی اطاعت کریں اور اس کے احکام کے مطابق عمل کریں۔ وہ ذات پاک تمام امور کے انجام سے خوب باخبر ہے اور اپنے تمام اقوال وافعال میں حکیم و دانا ہے، اسی لیے اس

① تفسیر ابن أبي حاتم: 98/1.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ

اللہ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں رکھے۔ اور تم اپنی جن بیویوں کو ماں کہہ بیٹھتے ہو، انھیں اس (اللہ) نے تمھاری مائیں نہیں بنایا، اور نہ اس نے

اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ

تمھارے لے پالکوں (منہ بولے بیٹوں) کو تمھارے (حقیقی) بیٹے بنایا ہے، یہ تو تمھارے اپنے مونہوں کی باتیں ہیں، اور اللہ حق (بات) کہتا ہے، اور وہی

وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ④ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ

(سیدھے) راستے کی ہدایت دیتا ہے④ ان (لے پالکوں) کو ان کے (حقیقی) باپوں کی نسبت سے پکارو، اللہ کے نزدیک یہ بہت انصاف کی بات ہے، پھر

فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ؕ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا

اگر تمھیں ان کے باپوں کا علم نہ ہو تو وہ تمھارے دینی بھائی اور تمھارے دوست ہیں، اور اس معاملے میں تم بھول چوک جاؤ تو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں

تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ⑤

اور لیکن تمھارے دل جس بات کا عزم کر لیں (تو وہ گناہ ہے)، اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے⑤

نے فرمایا ہے: ﴿ وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ ﴾ ''اور جو (کتاب) آپ کو آپ کے پروردگار کی طرف سے وحی کی جاتی ہے، اس کی پیروی کیے جانا۔'' یعنی قرآن وسنت کی پیروی کرنا، ﴿ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ② ﴾ ''بے شک اللہ تمھارے سب عملوں سے خوب خبردار ہے۔'' اس سے کوئی چیز مخفی نہیں، لہٰذا اپنے تمام معاملات اور تمام حالات میں اس کی ذات پاک پر بھروسا کریں۔ ﴿ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ③ ﴾ ''اور اللہ ہی کارساز کافی ہے۔'' یعنی جو اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرے اور اس کی طرف رجوع کرے تو وہ اس کے لیے کارساز کافی ہے۔

تفسیر آیات:5,4

منہ بولے بیٹے کی رسم کا ابطال: اللہ تعالیٰ نے ان آیات کریمہ میں معنوی مقصود بیان فرمانے سے قبل تمہید باندھتے ہوئے ایک معروف اور حسی چیز کے بارے میں فرمایا ہے کہ جس طرح ایک شخص کے سینے میں دو دل نہیں ہو سکتے، اسی طرح کسی کی بیوی جسے وہ ظہار کے طور پر أَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي ''تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہے'' کہہ دے، اس کی ماں نہیں ہو سکتی اور اسی طرح لے پالک جسے وہ بیٹا بنا لے، اس کا بیٹا نہیں ہو سکتا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ ﴾ ''اللہ نے کسی آدمی کے پہلو میں دو دل نہیں بنائے اور نہ تمھاری بیویوں کو جن سے تم ظہار کرتے ہو، تمھاری مائیں بنایا ہے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ؕ ﴾ (المجادلة 2:58) ''وہ ان کی مائیں نہیں (ہو جاتیں) ان کی مائیں تو وہی ہیں جنھوں نے انھیں جنا ہے۔'' ﴿ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ؕ ﴾ ''اور نہ تمھارے لے پالکوں کو تمھارے بیٹے بنایا۔'' نفی سے یہی بات مقصود ہے۔ یہ آیت کریمہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی، نبیٔ کریم ﷺ نے انھیں نبوت سے پہلے اپنا متبنّٰی بنا لیا تھا جس کی وجہ سے انھیں زید بن محمد کہا جاتا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہ اس الحاق اور اس نسبت کو ختم کر دیا جائے، اسی وجہ سے فرمایا: ﴿ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ﴾ ''اور نہ تمھارے لے پالکوں کو تمھارے بیٹے بنایا۔'' جیسا کہ اس سورۂ مبارکہ کے درمیان میں فرمایا: ﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ ﴾ (الأحزاب 40:33) ''محمد (ﷺ) تمھارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز سے خوب واقف ہے۔'' اور یہاں فرمایا: ﴿ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ﴾ ''یہ (سب) تمھارے مونہوں کی باتیں ہیں۔'' یعنی تمھارا اپنے لے پالک کو بیٹا قرار دینا اس بات کا تقاضا نہیں کرتا کہ وہ حقیقی بیٹا ہو کیونکہ وہ تو کسی دوسرے شخص کی پشت سے پیدا ہوا ہے اور یہ ممکن نہیں کہ اس کے دو باپ ہوں جیسا کہ یہ ممکن نہیں کہ کسی انسان کے دو دل ہوں۔ ﴿ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝ ﴾ ''اور اللہ تو سچی بات فرماتا ہے اور وہی (سیدھے) رستے کی رہنمائی کرتا ہے۔'' سعید بن جبیر کا قول ہے کہ سچی بات سے مراد عدل وانصاف پر مبنی بات ہے۔ اور قتادہ کا قول ہے کہ سیدھے رستے سے مراد صراط مستقیم ہے۔

اور امام احمد رحمہ اللہ نے حسن اور زہیر کے واسطے سے قابوس بن ابوظبیان سے روایت کیا ہے کہ ان کے والد نے ان سے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ ﴿ مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ﴾ کے کیا معنی ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ نے ایک بات کو محسوس فرمالیا، منافقوں نے کہا: کیا تم دیکھتے نہیں کہ آپ کے دو دل ہیں ایک دل تمھارے ساتھ ہے اور ایک دل ان کے ساتھ ہے تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تھی: ﴿ مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ﴾ ''اللہ نے کسی آدمی کے پہلو میں دو دل نہیں بنائے۔''[1] اور اسی طرح امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا اور حسن قرار دیا ہے۔[2] ابن جریر اور ابن ابوحاتم نے بھی اسے بروایت زہیر اسی طرح بیان کیا ہے۔[3]

متبنّٰی کو اپنے حقیقی باپ کی طرف منسوب کیا جائے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ ''(مومنو!) لے پالکوں کو ان کے باپوں کی طرف نسبت کر کے پکارا کرو کہ اللہ کے نزدیک یہی بات درست ہے۔'' ابتدائے اسلام میں لے پالکوں کی بطور بیٹا اجنبی کی طرف نسبت کرنے کا جواز تھا، اس آیت کریمہ میں اسے منسوخ کر دیا گیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ لے پالکوں کے نسب کو ان کے اپنے حقیقی باپوں کی طرف منسوب کیا جائے، یہی بات عدل و انصاف اور نیکی وتقوٰی پر مبنی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ہم زید بن محمد (ﷺ) کہہ کر پکارا کرتے تھے حتی کہ قرآن مجید میں یہ آیت کریمہ نازل ہوگئی: ﴿ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ

---

① مسند أحمد: 267/1، 268، اس کی سند ضعیف ہے۔ ② جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة الأحزاب، حدیث: 3199. ③ تفسیر الطبری: 142/21 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3112/9.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ ﴾ ''(مومنو!) لے پالکوں کو ان کے باپوں کی طرف نسبت کر کے پکارا کرو کہ اللہ کے نزدیک یہی بات درست ہے۔''[1] اور اسے امام مسلم، ترمذی اور نسائی نے بھی بیان کیا ہے۔[2] محرمات کے ساتھ خلوت اور دیگر تمام امور میں وہ ان کے ساتھ بیٹوں جیسا معاملہ ہی کیا کرتے تھے اسی وجہ سے سہلہ بنت سہیل زوجۂ حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم سالم کو بیٹا کہہ کر بلایا کرتے تھے مگر اب اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرما دیا ہے اور اب جب وہ میرے پاس آتا ہے تو میں دیکھتی ہوں کہ ابوحذیفہ اسے ناگوار محسوس کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَرْضِعِيهِ تَحْرُمِي عَلَيْهِ] ''تم اسے دودھ پلا دو، اس سے تم اس کے لیے حرام ہو جاؤ گی۔''[3]

اور اللہ تعالیٰ نے جب متبنّٰی کے حکم کو منسوخ کر دیا تو متبنّٰی کی بیوی سے نکاح کو بھی جائز قرار دے دیا اور یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی مطلقہ بیوی زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح فرما لیا تھا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۭ ﴾ (الأحزاب 37:33) ''تاکہ مومنوں پر ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں (کے ساتھ نکاح کرنے) کے بارے میں جب وہ (لے پالک) ان سے اپنی حاجت پوری کر لیں (اور پھر طلاق دے دیں) کچھ تنگی نہ رہے۔'' اور آیت تحریم میں ارشاد فرمایا: ﴿ وَحَلَاۗىِٕلُ اَبْنَاۗىِٕكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۙ ﴾ (النساء 23:4) ''اور تمھارے صلبی بیٹوں کی بیویاں بھی (تم پر حرام کر دی گئی ہیں۔)'' یہ وضاحت کر کے کہ تمھارے صلبی بیٹوں کی بیویاں تم پر حرام ہیں، اس بات سے احتراز کیا ہے کہ منہ بولے بیٹے کی مطلقہ یا بیوہ سے نکاح کر سکتے ہو کیونکہ وہ تمھاری صلب سے نہیں ہے جبکہ رضاعی بیٹے کو شرعاً صلبی بیٹے کے قائم مقام قرار دیا گیا ہے۔[4] صحیحین میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: [حَرِّمُوا مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ] ''ان رضاعی رشتوں کو بھی حرام قرار دو جو نسب کی وجہ سے حرام ہو جاتے ہیں۔''[5]

یاد رہے! کسی دوسرے کے بچے کو عزت اور پیار سے بیٹا کہنے کی اس آیت میں ممانعت نہیں ہے، اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام احمد اور ترمذی کے سوا دیگر اہل سنن نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہمیں، یعنی بنی

---

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَاۗىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ ﴾ (الأحزاب 5:33)، حديث: 4782.

[2] صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل زيد بن حارثة......، حديث: 2425 وجامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة الأحزاب، حديث: 3209 والسنن الكبرٰى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَاۗىِٕهِمْ ﴾ : 429/6، حديث: 11397. [3] صحيح البخاري، النكاح، باب الأكفاء في الدين......، حديث :5088 وصحيح مسلم، الرضاع، باب رضاعة الكبير، حديث:(27)-1453عن عائشة رضي الله عنها واللفظ له. [4] یہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان نہیں بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کلام ہے، البتہ نبیٔ اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی یوں ہے: [اَلرَّضَاعَةُ تُحَرِّمُ مَا تُحَرِّمُ الْوِلَادَةُ] ''رضاعت کی وجہ سے بھی وہ رشتے حرام ہیں جنھیں ولادت نے حرام قرار دیا ہے۔'' دیکھیے صحيح البخاري، حديث: 5099 وصحيح مسلم، حديث: 1444 عن عائشة رضي الله عنها. [5] صحيح البخاري، النكاح، باب لا تنكح المرأة على عمتها، حديث :5111 وصحيح مسلم، الرضاع، باب تحريم الرضاعة من ماء الفحل، حديث: (4)-1445عن عائشة رضي الله عنها.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

عبدالمطلب کے کچھ لڑکوں کو رسول اللہ ﷺ نے مزدلفہ کی رات اپنی گدھیوں پر سوار کر کے پہلے بھیج دیا، بھیجتے وقت آپ ہماری رانوں پر آہستہ آہستہ ہتھیلیاں مار رہے تھے اور فرما رہے تھے: [أُبَيْنِيَّ !لَا تَرْمُوا الْجَمْرَةَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ] ''اے میرے چھوٹے بیٹو! جب تک سورج طلوع نہ ہو جائے جمرات کو کنکریاں نہ مارنا۔''[1] ابو عبید وغیرہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں جو لفظ [أُبَيْنِيَّ] آیا ہے، یہ بَنِیَّ کی تصغیر ہے۔[2] اور یہ مذکورہ مسئلے پر واضح دلیل ہے، اس لیے کہ یہ واقعہ حجۃ الوداع 10 ہجری کا ہے اور ﴿ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ ﴾ ''(مومنو!) لے پالکوں کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کرو۔'' یہ آیت کریمہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جو غزوۂ موتہ میں 8 ہجری میں شہید ہوئے تھے۔ صحیح مسلم میں بھی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے [یَا بُنَیَّ] ''اے میرے بیٹے!''[3] کہہ کر مخاطب فرمایا۔ اسے امام ابوداود اور امام ترمذی نے بھی بیان کیا ہے۔[4]

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْۤا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ﴾ ''پس اگر تم کو ان کے باپ معلوم نہ ہوں تو دین میں وہ تمھارے بھائی اور دوست ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ لے پالکوں کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کرو بشرطیکہ وہ معلوم ہوں اور اگر وہ معلوم نہ ہوں تو دین میں وہ تمھارے بھائی اور دوست ہیں۔ یعنی اگر ان کا نسب معلوم نہ ہو تو اس کے بجائے وہ تمھارے دینی بھائی اور دوست ہیں، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ کو فرمایا: [أَنْتَ أَخُونَا وَمَوْلَانَا] ''آپ ہمارے بھائی اور دوست ہیں'' آپ نے یہ بات اس دن فرمائی جب آپ عمرۃ القضاء کے سال مکہ سے نکلے تھے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی نے آپ کو پیچھے سے اے چچا جان! اے چچا جان! کہہ کر آواز دی تھی اور اس بچی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لے لیا تھا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اپنے چچا کی بیٹی کو لے لو تو آپ نے بچی کو اٹھا لیا اور اسی بچی کا کفیل بننے کے بارے میں حضرت علی، زید اور جعفر رضی اللہ عنہم نے جھگڑا کیا اور ہر ایک نے اپنے کفیل بننے کی دلیل دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس بچی کا میں زیادہ حق دار ہوں کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے اور حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ، یعنی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا میری بیوی ہے۔ یہ دلائل سننے کے بعد نبی ﷺ نے اس بچی کا فیصلہ اس کی خالہ کے حق میں کر دیا اور فرمایا: [اَلْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّ] ''خالہ ماں کے درجے میں ہوتی ہے۔'' حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: [أَشْبَهْتَ خَلْقِي وَخُلُقِي] ''شکل وصورت اور اخلاق

[1] مسند أحمد: 234/1 وسنن أبي داود، المناسك، باب التعجيل من جمع، حديث: 1940 وسنن النسائي، مناسك الحج، باب النهي عن جمرة العقبة قبل طلوع الشمس، حديث: 3066 وسنن ابن ماجه، المناسك، باب من تقدم من جمع......، حديث: 3025. [2] دیکھیے لسان العرب: 91/14. ابو عبیدہ کہتے ہیں: هُوَ تَصْغِيرُ بَنِيَّ جَمْعُ ابْنٍ مُضَافًا إِلَى النَّفْسِ. ''أُبَيْنِيَّ بَنِيَّ کی تصغیر ہے جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہے اور ابن کی جمع ہے۔'' [3] صحيح مسلم، الآداب، باب جواز قوله لغير ابنه: يا بني!......، حديث: 2151. [4] سنن أبي داود، الأدب، باب في الرجل يقول لابن غيره: يا بني! حديث: 4964 وجامع الترمذي، الأدب، باب ماجاء في يا بني! حديث: 2831.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

میں تم میرے مشابہ ہو۔‘‘ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: [أَنْتَ أَخُونَا وَمَوْلَانَا] ’’تم ہمارے بھائی اور دوست ہو۔‘‘ ①

اس حدیث سے بہت سے احکام معلوم ہوتے ہیں جن میں سب سے احسن حکم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمایا، پھر ان جھگڑا کرنے والوں میں سے ہر ایک کو خوش بھی کر دیا اور زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: [أَنْتَ أَخُونَا وَمَوْلَانَا] ’’تم ہمارے بھائی اور دوست ہو۔‘‘ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ﴾ ’’تو دین میں وہ تمھارے بھائی اور دوست ہیں۔‘‘

پھر فرمایا: ﴿ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ﴾ ’’اور جو بات تم سے غلطی سے ہوگئی ہو، اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں۔‘‘ یعنی جب پوری کوشش کرنے کے باوجود غلطی سے بعض کو غیر حقیقی باپ کی طرف منسوب کر دو تو اللہ تعالیٰ نے اس طرح کی غلطیوں کو معاف کر دیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی رہنمائی فرمائی ہے کہ جب کوئی غلطی یا بھول چوک ہو جائے تو اس طرح دعا کر لیا کرو: ﴿ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ﴾ (البقرة 2:286) ’’اے ہمارے پروردگار! اگر ہم سے بھول یا چوک ہوگئی ہو تو ہمارا مؤاخذہ نہ کرنا۔‘‘ صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب بندہ ایسے کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: [قَدْ فَعَلْتُ] ’’یقیناً میں نے ایسا کر دیا۔‘‘ یعنی معاف کر دیا۔ ②

اور صحیح بخاری میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ] ’’جب کوئی حاکم فیصلہ کرنے میں خوب کوشش واجتہاد کرے، پھر وہ حق کو پہنچے تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور جب وہ فیصلہ کرنے میں کوشش کرے، پھر اسے غلطی لگے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔‘‘ ③ اور دوسری حدیث میں ہے: [إِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ عَنْ أُمَّتِيَ الْخَطَأَ وَالنِّسْيَانَ وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ] ’’بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت کی خطا، نسیان اور اس بات کو معاف فرما دیا ہے جس پر انھیں مجبور کر دیا گیا ہو۔‘‘ ④ اور یہاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ⑤ ﴾ ’’اور جو بات تم سے غلطی سے ہوگئی ہو اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں اور البتہ تمھارے دلوں نے جس بات کا عزم کر لیا اس پر مؤاخذہ ہے اور اللہ بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘ یعنی گناہ اسے ہوگا جو باطل بات کو قصد وارادہ سے کرے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ ...... ﴾ الآية (المائدة 5:89) ’’اللہ تمھاری لغو قسموں پر تمھارا مؤاخذہ نہیں کرے گا......‘‘

① صحيح البخاري، الصلح، باب: كيف يكتب: هذا ما صالح فلان بن فلان و فلان بن فلان......، حديث:2699 اور صحیح مسلم، الجهاد، باب صلح الحديبية، حديث:1783 میں مختصراً ہے۔ ② صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان تجاوز الله تعالى عن حديث النفس والخواطر بالقلب......، حديث: 126 عن ابن عباس رضی اللہ عنہ. ③ صحيح البخاري، الاعتصام ......، باب أجر الحاكم إذا اجتهد......، حديث:7352 ملحوظہ: حافظ ابن کثیر کے ذکر کردہ الفاظ المنتقى لابن الجارود، ص :331، حديث: 996 میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں، مزید دیکھیے مسند أبي عوانة :168/4، حديث: 6397. ④ سنن ابن ماجه، الطلاق، باب طلاق المكره والناسي، حديث : 2045 عن ابن عباس رضی اللہ عنہ.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ

نبی مومنوں پر ان کی (اپنی) جانوں سے زیادہ حق رکھتے ہیں، اور نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں، اور رشتے دار اللہ کی کتاب کی رو سے

اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى

(دوسرے) مومنین اور مہاجرین کی نسبت آپس میں (ترکے کے) زیادہ حقدار ہیں، مگر تم اپنے دوستوں سے کوئی بھلائی کرنا چاہو (تو کرسکتے

اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ⑥

ہو)، یہ کتاب (الٰہی) میں لکھا ہوا ہے ⑥

امام احمد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ پر کتاب کو نازل فرمایا، آپ پر جو وحی نازل کی گئی اس میں آیت رجم بھی تھی (جس کے مطابق) رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا اور آپ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم یہ آیت بھی پڑھا کرتے تھے کہ اپنے باپوں سے اعراض نہ کرو کیونکہ یہ کفر ہے کہ تم اپنے باپوں سے اپنی نسبت کو توڑ لو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تُطْرُونِي كَمَا أُطْرِيَ ابْنُ مَرْيَمَ وَإِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ، فَقُولُوا: عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔ وَرُبَّمَا قَالَ مَعْمَرٌ۔ كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ] ”تم میری تعریف میں اس طرح مبالغہ آرائی سے کام نہ لینا جس طرح عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے بارے میں غلو سے کام لیا گیا، پس میں بندہ ہوں، لہٰذا تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہو۔“ معمر۔ اس حدیث کی سند کے ایک راوی۔ نے بسا اوقات یہ الفاظ استعمال کیے کہ جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے بارے میں غلو کیا تھا۔ [1]

مسند احمد کی ایک اور حدیث میں ہے: [اِثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ: اَلطَّعْنُ فِي النَّسَبِ وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ] ”لوگوں میں دو خصلتیں کفار کی عادات و اطوار میں سے ہیں: (1) نسب میں طعن (2) میت پر نوحہ کرنا۔“ [2]

تفسیر آیت:6

پیغمبر مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی امت پر کس قدر شفیق

① مسند أحمد: 47/1 و صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب قول اللّٰه تعالى: ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا﴾ (مريم 16:19)، حديث: 3445. ② صحيح مسلم، الإيمان، باب إطلاق اسم الكفر على الطعن في النسب والنياحة، حديث: 67 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ و مسند أحمد: 496/2. ملحوظ: مسند احمد میں ابن کثیر کے الفاظ سے حدیث: [ثَلَاثٌ فِي النَّاسِ كُفْرٌ: اَلطَّعْنُ فِي النَّسَبِ، وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ، وَالْاِسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُومِ] ہمیں نہیں ملی، البتہ اس سے ملتے جلتے الفاظ مسند أحمد: 262/2 میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ جبکہ مسند أحمد: 343/5 و صحيح مسلم، الجنائز، باب التشديد في النياحة، حديث: 934 میں ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [أَرْبَعٌ فِي أُمَّتِي مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ لَا يَتْرُكُونَهُنَّ: اَلْفَخْرُ فِي الْأَحْسَابِ، وَالطَّعْنُ فِي الْأَنْسَابِ، وَالْاِسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُومِ، وَالنِّيَاحَةُ] ”چار باتیں میری امت میں امور جاہلیت میں سے ہیں جن کو یہ لوگ نہیں چھوڑیں گے: (1) حسب پر فخر کرنا (2) نسب میں طعن کرنا (3) ستاروں کے ذریعے سے بارش طلب کرنا (4) اور نوحہ کرنا۔“ واللفظ لمسلم.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اور ہمدرد و خیر خواہ ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرار دیا کہ پیغمبر مومنوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں، لہٰذا وہ جو فیصلہ فرمائیں، وہ ان کے لیے اپنے اختیار سے مقدم ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴾ (النسآء 4:65) ''سو آپ کے پروردگار کی قسم! یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں آپ کو منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ آپ کر دیں اس سے اپنے نفسوں میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے۔'' اور صحیح بخاری میں ہے: [وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ (مِنْ نَّفْسِهِ)، (وَمَالِهِ)]، [(وَالِدِهِ) وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ] ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کی جان، مال، اس کے والد، اولاد اور سب لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔''[1]

صحیح بخاری ہی میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول، اللہ کی قسم! اپنی جان کے سوا آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سن کر) فرمایا: [لَا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَّفْسِكَ] ''نہیں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! (اس وقت تک تو کامل مومن نہیں) جب تک میں تجھے تیری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔'' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کی: اللہ کی قسم! اب آپ مجھے ہر چیز سے حتی کہ اپنی جان سے بھی عزیز تر ہیں، پھر آپ نے فرمایا: ''اب اے عمر! (تیرا ایمان کامل ہے۔)''[2] اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿ اَلنَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ ﴾ ''پیغمبر مومنوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں۔''

اور امام بخاری نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَا مِنْ مُّؤْمِنٍ إِلَّا وَأَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، اقْرَءُوا، إِنْ شِئْتُمْ: ﴿ اَلنَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ ﴾ فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ تَرَكَ مَالًا فَلْيَرِثْهُ عَصَبَتُهُ مَنْ كَانُوا، فَإِنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيَاعًا فَلْيَأْتِنِي وَأَنَا مَوْلَاهُ] ''ہر مومن پر دنیا و آخرت میں سب سے زیادہ حق میں رکھتا ہوں، اگر چاہو تو یہ آیت کریمہ پڑھ لو: ﴿ اَلنَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ ﴾ ''پیغمبر مومنوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں۔'' پس جو مومن مال چھوڑ جائے تو وہ اس کے وارثوں کا ہے، خواہ وہ جو بھی ہوں اور اگر وہ قرض یا چھوٹے بچے چھوڑ جائے تو میرے پاس آئے، میں اس کا ولی ہوں۔''[3]

---

[1] پہلا حصہ صحیح البخاری، الإیمان، باب حب الرسول من الإیمان، حدیث: 14 عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ، پہلی اور دوسری قوسین والے الفاظ دیکھیے صحیح مسلم، الإیمان، باب وجوب محبة رسول اللہ أكثرمن ......، حدیث: (70)-44 عن أنس و مسند أحمد: 336/4 اور المعجم الکبیر للطبرانی: 75/7، حدیث: 6416 عن أبی لیلی الأنصاری میں جبکہ دوسرا حصہ صحیح البخاری، الإیمان، باب حب الرسول من الإیمان، حدیث: 15 عن أنس رضی اللہ عنہ میں ہے اور [وَالِدِهِ] تفسیر ابن کثیر میں نہیں ہے۔ [2] صحیح البخاری، الأیمان والنذور، باب: کیف کانت یمین النبی ﷺ؟ حدیث: 6632 عن عبداللہ بن هشام رضی اللہ عنہ. [3] صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ اَلنَّبِيُّ أَوْلَىٰ ﴾...... (الأحزاب 33:6)، حدیث: 4781 .

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى

اور (اے نبی! یاد کریں) جب ہم نے تمام نبیوں سے ان کا عہد لیا، اور آپ سے بھی اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ

ابْنِ مَرْيَمَ ۠ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ⑦ لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ

ابن مریم سے بھی، اور ان سے ہم نے پختہ عہد لیا⑦ تاکہ اللہ سچوں سے ان کی سچائی کے متعلق پوچھے، اور اس نے کافروں

1 ع 8 17 وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ⑧ ع

کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے⑧

اس حدیث کو (ان الفاظ کے ساتھ) امام بخاری نے روایت کیا ہے (جبکہ صحیح مسلم میں ان سے ملتے جلتے الفاظ ہیں۔)[1] نیز انھوں نے اسے کتاب التفسیر کے علاوہ کتاب الاستقراض میں بھی بیان فرمایا ہے۔[2]

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن امت کی مائیں ہیں: اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ﴾ ''اور پیغمبر کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔'' یعنی حرمت واحترام، عزت واکرام اور تعظیم کے اعتبار سے لیکن ان کے ساتھ خلوت جائز نہیں ہے اور اس بات پر بھی اجماعِ امت ہے کہ ازواج مطہرات کے مائیں ہونے کے باوجود ان کی بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح کرنا حرام نہیں ہے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ﴾ ''اور رشتے دار آپس میں کتاب اللہ کی رو سے ایک دوسرے (کے ترکے) کے زیادہ حق دار ہیں۔'' کتاب اللہ سے یہاں اللہ تعالیٰ کا حکم مراد ہے۔ ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ ﴾ ''مومنوں اور مہاجرین سے۔'' یعنی مہاجرین وانصار کی نسبت رشتے دار وراثت کے زیادہ حق دار ہیں۔ پہلے حلف اور مواخات کی صورت میں وراثت کا جو حق حاصل تھا، اس آیت کریمہ نے اسے منسوخ کر دیا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر ائمہ تفسیر نے بیان فرمایا ہے کہ اس اخوت کی وجہ سے جو رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین و انصار کے مابین قائم فرمادی تھی، مہاجر اپنے انصاری بھائی کا وارث قرار پاتا تھا اور قریبی رشتے داروں کو وارث نہیں سمجھا جاتا تھا۔ سعید بن جبیر اور دیگر بہت سے ائمہ سلف وخلف کا بھی یہی قول ہے۔[3]

اور اس کا فرمان ہے: ﴿ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ ﴾ ''مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں سے احسان کرنا چاہو۔'' یعنی وراثت تو ختم ہوگئی۔ ہاں، البتہ دوستوں کی مدد، ان سے نیکی، میل ملاپ، احسان اور ان کے حق میں وصیت اب بھی کی جاسکتی ہے۔ ﴿ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ⑥ ﴾ ''یہ (حکم) کتاب (قرآن) میں لکھ دیا گیا ہے۔'' یعنی یہ حکم کہ رشتے دار ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا حکم ہے جو مقدر ہے اور اس کتاب اول میں لکھا ہوا ہے جس میں کوئی

① صحيح مسلم، الفرائض، باب من ترك مالا فلورثته، حديث:1619 عن أبي هريرة رضي الله عنه. ② صحيح البخاري، الاستقراض، باب الصلاة على من ترك دينا، حديث:2399 عن أبي هريرة رضي الله عنه. ③ صحيح البخاري، الكفالة، باب قول الله عزوجل: [وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ]، حديث :2292 و المنتقى لابن الجارود، باب ماجاء في المواريث، ص:318، حديث:953.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا، یہ امام مجاہد اور دیگر کئی ایک ائمہ تفسیر کا قول ہے۔[1] گو اللہ تعالیٰ نے حکمت بالغہ کے تحت ایک وقت اس کے برعکس حکم کو بھی مشروع کر دیا تھا اور اسے معلوم تھا کہ وہ ایک وقت اس حکم کو منسوخ قرار دے کر اسے اپنی ازلی تقدیر اور قدری وشرعی قضا کے مطابق کر دے گا۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات:8,7

انبیائے کرام سے عہد وپیمان: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے پانچوں اولوالعزم اور دیگر تمام انبیائے کرام سے بھی یہ پختہ عہد وپیمان لیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کو قائم کریں گے، اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچا دیں گے اور اس کے آخری پیغمبر کی نصرت وحمایت کریں گے اور ان کے ساتھ تعاون کریں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ۝ ﴾ (آل عمرٰن 3:81) ”اور جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور دانائی عطا کروں، پھر تمھارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو تمھاری کتاب کی تصدیق کرے تو تمھیں ضرور اس پر ایمان لانا ہوگا، اور ضرور اس کی مدد کرنی ہوگی اور (عہد لینے کے بعد) پوچھا کہ بھلا تم نے اقرار کیا اور اس اقرار پر میرا ذمہ لیا۔ انھوں نے کہا: (ہاں) ہم نے اقرار کیا، اللہ نے فرمایا کہ تم اس عہد وپیمان کے گواہ رہو اور میں بھی تمھارے ساتھ گواہ ہوں۔“ رسولوں کو مبعوث فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ عہد ومیثاق لیا تھا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ عہد بھی لیا ہے جس کا اس آیت کریمہ میں ذکر ہے اور ان میں سے ان پانچ اولوالعزم پیغمبروں کا بطور خاص ذکر فرمایا ہے اور یہ عطف خاص علی العام کے قبیل سے ہے، ان اولوالعزم پیغمبروں کا درج ذیل آیت کریمہ میں بھی ذکر ہے: ﴿ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ وَ مَا وَصَّيْنَا بِهٖۤ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰۤى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ ﴾ (الشوریٰ 42:13) ”اس نے تمھارے لیے دین کا وہی رستہ مقرر کیا جس کے اختیار کرنے کا نوح کو حکم دیا تھا اور جس کی (اے محمد!) ہم نے تمھاری طرف وحی بھیجی ہے اور جس کا ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا (اور وہ یہ) کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔“ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے طرفین اور وسط کا ذکر فرمایا، یعنی سلسلۂ رسالت کے فاتح نوح (جن سے رسالت کی ابتدا ہوئی) کا اور سلسلۂ رسالت کے خاتم محمد ﷺ اور ان کا جو ان دونوں کے درمیان بالترتیب گزرے ہیں (ابراہیم، پھر ان کے بعد موسیٰ اور پھر ان کے بعد عیسیٰ) اور یہ وہ وصیت تھی جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ان انبیائے کرام سے عہد ومیثاق لیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ﴾ ”اور جب ہم نے تمام پیغمبروں سے ان کا عہد لیا اور تم سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور مریم کے بیٹے عیسیٰ سے۔“ اس آیت کریمہ کا آغاز خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کے ذکر سے فرمایا کیونکہ آپ کو دیگر

[1] تفسیر الطبری: 151,150/21.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ

اے ایمان والو! تم اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو، جب تمھیں (کفار کے) لشکروں نے آلیا تھا، پھر ہم نے ان پر آندھی اور (فرشتوں کے) ایسے لشکر

رِیْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا ⑨ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ

بھیجے جنھیں تم نے دیکھا نہیں، اور تم جو عمل کرتے ہو، اللہ اسے خوب دیکھ رہا ہے⑨ جب دشمن تم پر تمھارے اوپر (کی طرف) سے اور تمھارے نیچے

وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ

(کی طرف) سے چڑھ آئے، اور جب آنکھیں (خوف و ہراس کی وجہ سے اصل جگہ سے) ہٹ گئیں، اور کلیجے حلقوں کو پہنچ گئے، اور تم اللہ کے بارے میں

الظُّنُوْنَا ⑩

طرح طرح کے گمان کرنے لگے⑩

تمام انبیائے کرام پر شرف وفضل حاصل ہے، پھر باقی انبیائے کرام کا ان کی ترتیب وجودی کے مطابق ذکر فرمایا صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْهِمْ. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میثاق کے معنی پختہ عہد و پیمان کے ہیں۔[1]

﴿ لِّیَسْـَٔلَ الصّٰدِقِیْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ﴾ ''تاکہ سچ کہنے والوں سے ان کی سچائی کے بارے میں دریافت کرے۔'' مجاہد فرماتے ہیں: ان لوگوں سے جو رسولوں کی طرف سے آگے پہنچانے والے ہیں۔[2] اور فرمایا: ﴿ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِیْنَ ﴾ ''اور اس نے کافروں کے لیے تیار کر رکھا ہے۔'' یعنی مختلف امتوں کے کافروں کے لیے، ﴿ عَذَابًا اَلِیْمًا ⑧ ﴾ یعنی دردناک عذاب، مگر ہم یہ گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے رسولوں نے اپنے رب کے پیغامات کو پہنچا دیا تھا، اپنی امتوں کی ہمدردی و خیر خواہی کی تھی اور انھوں نے ان کے سامنے اس واضح اور روشن حق کو کھول کھول کر بیان فرما دیا تھا جس میں کوئی شک و شبہ نہ تھا۔ گو جاہلوں، دشمنوں، دین سے خارج ہو جانے والوں اور ظالموں نے ان کی تکذیب کی تھی لیکن اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے جس دین کو پیش فرمایا وہ حق تھا اور جنھوں نے ان کی مخالفت کی وہ گمراہی و ضلالت پر تھے جیسا کہ اہل جنت کہیں گے: ﴿ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ ﴾ (الأعراف 43:7) ''البتہ تحقیق ہمارے پروردگار کے رسول حق سچ لے کر آئے تھے۔''

تفسیر آیات: 10,9

غزوۂ احزاب: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں پر اپنی نعمت اور اپنے فضل و کرم کا ذکر فرمایا ہے کہ اس نے ان کے ان دشمنوں کو دور ہٹا کر انھیں شکست فاش دی جو مختلف جماعتوں کی صورت میں ان پر حملہ آور ہوئے تھے اور یہ غزوۂ خندق کی بات ہے اور صحیح اور مشہور قول کے مطابق یہ غزوہ شوال 5 ہجری میں ہوا تھا۔ موسیٰ بن عقبہ وغیرہ کا قول ہے کہ یہ 4 ہجری میں ہوا تھا۔[3] ان سب جماعتوں کا مل کر مدینے پر حملہ آور ہونے کا سبب یہ تھا کہ یہودی قبیلے بنونضیر کے وہ سردار جنھیں رسول اللہ ﷺ نے مدینہ سے خیبر کی طرف جلاوطن کر دیا تھا، ان میں سے سلّام بن ابی الحُقَیق، سلّام بن مِشْکَم اور کنانہ بن ربیع مکہ جا کر سردارانِ

① تفسیر الطبری: 152/21. ② تفسیر الطبری: 152/21. ③ صحیح البخاری، المغازی، باب غزوۃ الخندق وھی الأحزاب......، قبل الحدیث: 4097.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

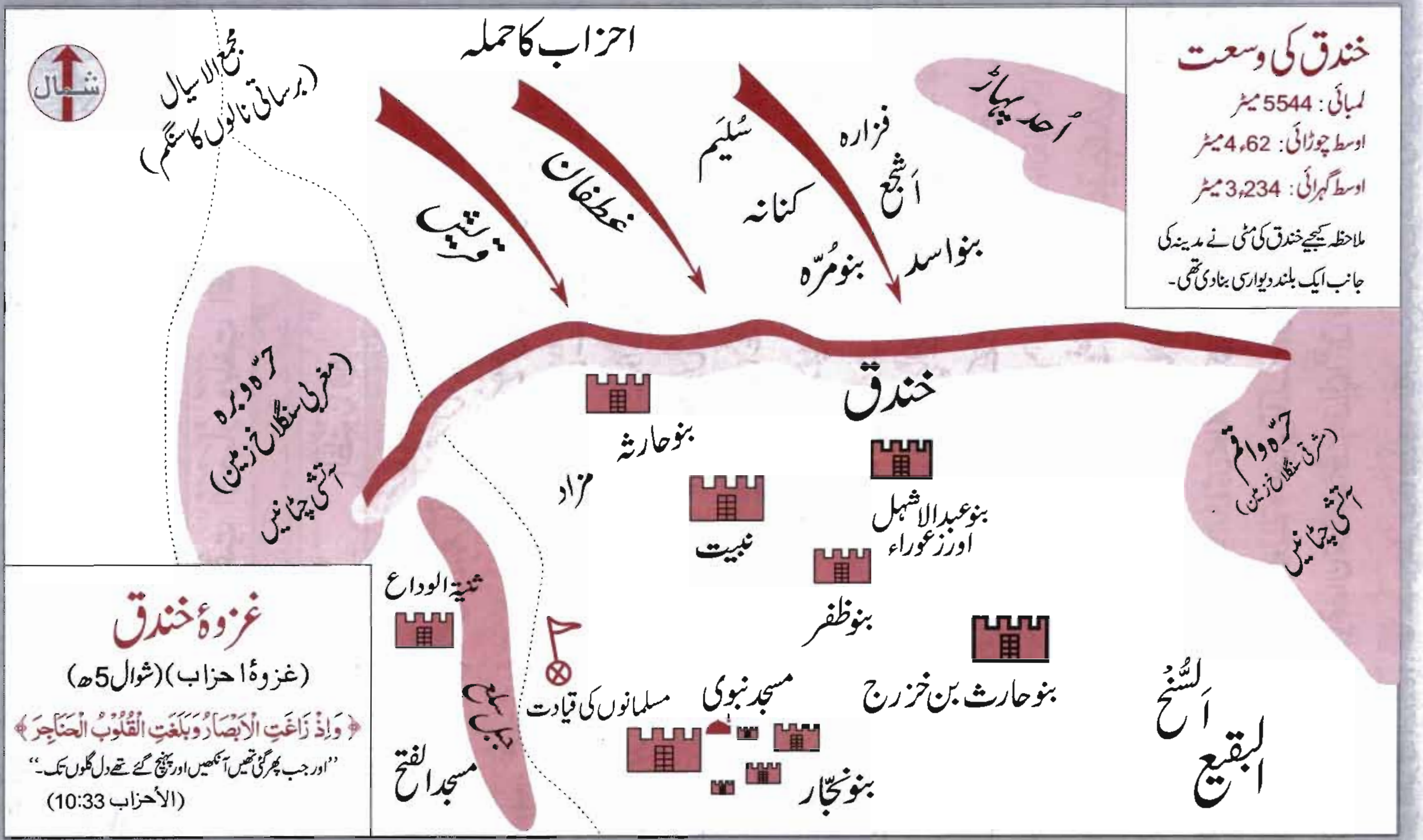

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قریش سے ملے اور انھیں نبی ٔ اکرم ﷺ سے جنگ کرنے پر اکسایا اور اپنی طرف سے نصرت و اعانت کا پورا پورا وعدہ کیا، سردارانِ قریش نے ان کی بات کو قبول کر لیا، پھر وہ لوگ بنو غطفان کی طرف گئے، ان سے بھی یہی بات کہی اور وہ بھی مان گئے، سب نے مدینہ پر چڑھائی کا پروگرام بنالیا، قریش اپنے لاؤ لشکر سمیت نکلے، اس وقت ابوسفیان صخر بن حرب ان کا قائد تھا اور بنو غطفان کا سربراہ عیینہ بن حصن بن بدر تھا۔ [1] اور مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے والے ان تمام لوگوں کی تعداد دس ہزار کے قریب تھی، رسول اللہ ﷺ کو جب ان کی آمد کے بارے میں معلوم ہوا، تو آپ نے مدینہ کے گرد مشرقی جانب خندق کھودنے کا حکم دے دیا، جس کا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا تھا، مسلمانوں نے خوب محنت و کوشش کے ساتھ خندق کھودی، خندق کھودنے اور اس کی مٹی منتقل کرنے میں رسول اللہ ﷺ بھی صحابۂ کرام کے ساتھ شامل تھے، خندق کھودنے کے دوران میں بھی بہت سی روشن نشانیوں اور واضح معجزات کا ظہور ہوا۔

مشرکین نے آ کر احد پہاڑ کے قریب مدینہ کی مشرقی جانب پڑاؤ ڈال دیا اور ان میں سے کچھ جماعتوں نے مدینہ کے بالائی جانب بھی ڈیرے ڈال دیے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے: ﴿ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ﴾ ''جب وہ تمھارے اوپر سے اور تمھارے نیچے کی طرف سے تم پر (چڑھ) آئے۔'' رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھ جو مسلمان تھے وہ ان لوگوں کے مقابلے کے لیے نکلے، اسلامی لشکر کی تعداد تین ہزار اور دوسرے قول کے مطابق تین ہزار سات سو تھی، انھوں نے اپنی پشت کوہِ سَلع کی طرف کی اور چہرے دشمن کی طرف تھے، خندق کھودی ہوئی تھی لیکن اس میں پانی نہ تھا، البتہ پیادہ اور سوار لوگوں کے لیے رکاوٹ تھی۔ عورتوں اور بچوں کو مدینہ میں قلعوں اور بلند گھروں میں رکھا گیا تھا۔ یہود کے ایک قبیلے بنو قریظہ کا قلعہ مدینہ کی مشرقی جانب تھا اور انھوں نے نبی ٔ اکرم ﷺ سے معاہدہ کر رکھا تھا اور اس قبیلے میں آٹھ سو کے قریب جنگجو تھے، بنو نضیر کا سربراہ حُیَی بن اخطب ان کے پاس گیا اور وہ انھیں مسلسل اکساتا رہا حتی کہ انھوں نے معاہدہ توڑ دیا اور یہ بھی رسول ﷺ کے خلاف لڑائی کے لیے آنے والی جماعتوں میں شامل ہو گئے جس کی وجہ سے مصیبت میں اضافہ ہو گیا، معاملہ شدید ہو گیا اور صورت حال بہت سنگین ہو گئی جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی بیان فرمایا ہے: ﴿ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝۱۱ ﴾ ''وہاں مومن آزمائے گئے اور سخت طور پر ہلائے گئے۔''

ان جماعتوں نے قریباً ایک ماہ تک نبی ٔ اکرم ﷺ اور صحابۂ کرام کا محاصرہ کیے رکھا لیکن مسلمانوں تک پہنچ نہ سکے اور نہ ہی لڑائی ہوئی، البتہ عمرو بن عبدودّ العامری، جو زمانۂ جاہلیت کے بہت بہادروں اور شہسواروں میں سے تھا، چند گھڑ سواروں کے ساتھ خندق عبور کر کے مسلمانوں کی ایک طرف پہنچنے میں کامیاب ہو گیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے ان کے مقابلے کے لیے مسلمانوں کے گھڑ سواروں کو پکارا، کہا جاتا ہے کہ کوئی بھی مبارزت کے لیے نہ نکلا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو وہ اس کے مقابلے میں نکلے، دونوں نے کچھ وقت تک ایک دوسرے کا مقابلہ کیا اور بالآخر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عبدودّ

[1] دیکھیے عون المعبود، الخراج والفيء والإمارة، باب في خبر النضير، تحت الحديث: 3005,3004 .

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کو قتل کر دیا اور اس کا قتل ہونا مسلمانوں کی فتح و نصرت کی علامت تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے کافروں کی ان جماعتوں پر بہت زبردست اور تیز آندھی بھیج دی حتی کہ ان کا خیمہ بچا نہ کوئی اور چیز، آگ جلا سکتے تھے اور نہ قرار ہی پکڑ سکتے تھے اور بالآخر خائب و خاسر ہو کر بھاگ جانے پر مجبور ہو گئے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا ﴾ ''مومنو! اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو (جو اس نے تم پر اس وقت کی) جب فوجیں تم پر (حملہ کرنے کو چڑھ) آئیں تو ہم نے ان پر ہوا بھیجی۔'' مجاہد کہتے ہیں کہ یہ باد صبا تھی۔ [1] اور اس کی تائید دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ نے فرمایا: [نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَاُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ] ''میری باد صبا کے ساتھ مدد کی گئی ہے اور عاد کو دبور (مغربی ہوا) کے ذریعے سے ہلاک کر دیا گیا تھا۔'' [2]

اور فرمایا: ﴿ وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ﴾ ''اور (ایسے) لشکر (نازل کیے) جن کو تم نے نہیں دیکھا۔'' ان سے مراد فرشتے ہیں جنھوں نے کافروں کے پاؤں کو ڈگمگا دیا اور ان کے دلوں میں رعب اور خوف ڈال دیا، ہر قبیلے کا سردار چلانے لگا: اے بنی فلاں! میری طرف آؤ، وہ اس کے پاس جمع ہوتے تو وہ کہتا کہ بھاگ چلو، بھاگ چلو، اور یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا تھا۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ابراہیم تیمی سے روایت کیا ہے، وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما کے پاس تھے کہ ان سے ایک شخص نے کہا کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پالیتا تو آپ کے ساتھ مل کر خوب جہاد کرتا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ تم ایسا کرتے۔ ہم احزاب کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، ہمیں بہت تیز آندھی اور سخت سردی نے آلیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَلَا رَجُلٌ يَّأْتِينِي بِخَبَرِ الْقَوْمِ، جَعَلَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مَعِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟] ''کیا کوئی شخص ہے جو دشمن کی خبر میرے پاس لائے (اور اس قربانی کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ اسے روز قیامت میرا ساتھ نصیب فرمائے گا؟'' تو ہم خاموش رہے ہم میں سے کسی نے آپ کو جواب نہ دیا، آپ نے پھر فرمایا: [أَلَا رَجُلٌ يَّأْتِينِي بِخَبَرِ الْقَوْمِ، جَعَلَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مَعِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟] ''کیا کوئی شخص ہے جو دشمن کی خبر میرے پاس لائے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو میرا ساتھ نصیب فرمائے گا۔'' تو ہم خاموش رہے، ہم میں سے کسی نے آپ کو جواب نہ دیا، آپ نے پھر فرمایا: [أَلَا رَجُلٌ يَّأْتِينِي بِخَبَرِ الْقَوْمِ، جَعَلَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مَعِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟] ''کیا کوئی شخص ہے جو دشمن کی خبر ہمارے پاس لائے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو میرا ساتھ نصیب فرمائے گا۔'' پس ہم خاموش رہے ہم میں سے کسی نے آپ کو جواب نہ دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [قُمْ يَا حُذَيْفَةُ! فَأْتِنَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ] ''اے حذیفہ! اٹھو اور ہمارے پاس

---

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 3117، 3116/9. [2] صحیح البخاری، بدء الخلق، باب ماجاء فی قوله:[وهو الذی یرسل الریاح نشرا بین یدی رحمته]، حدیث: 3205 وصحیح مسلم، صلاة الاستسقاء، باب فی ریح الصبا والدبور، حدیث: 900 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما. یاد رہے کہ [نُشُرًا] ابو عبیدہ، ابو عمرو اور اہل حرمین کی قراءت میں ہے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

دشمن کی خبر لاؤ۔'' جب آپ نے میرا نام لے کر مجھے حکم دیا تو اب اٹھنے کے سوا چارہ نہ تھا، آپ نے فرمایا: [اِذْهَبْ، فَأْتِنِي بِخَبَرِ الْقَوْمِ وَلَا تَذْعَرْهُمْ عَلَيَّ] ''جاؤ میرے پاس دشمن کی خبر لاؤ لیکن انھیں مجھ سے نہ ڈراؤ۔'' حضرت حذیفہ نے بیان کیا کہ پھر جب میں اس حکم کے بعد روانہ ہو گیا اور اس طرح جا رہا تھا گویا میں حمام میں چل رہا ہوں حتی کہ میں ان کے پاس پہنچ گیا تو میں نے دیکھا کہ ابوسفیان آگ کی طرف پشت کر کے آگ تاپ رہا ہے، میں نے کمان میں تیر کسا، پھر میں نے ارادہ کیا کہ اسے تیر ماردوں مگر مجھے رسول اللہ ﷺ کا فرمان یاد آ گیا: [لَا تَذْعَرْهُمْ عَلَيَّ] ''کہ انھیں مجھ سے نہ ڈراؤ۔'' اگر میں تیر مار دیتا تو تیر نشانے پر لگتا مگر میں اسی طرح چلتے ہوئے واپس آ گیا گویا میں حمام میں چل رہا ہوں اور اس طرح میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا مگر جب میں اپنے کام سے فارغ ہو کر اپنے ٹھکانے پر واپس آیا تو مجھے بہت سردی لگنے لگ گئی، میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے اپنی اس مبارک عبا کا کچھ حصہ مجھے بھی اوڑھا دیا جسے آپ نے زیب تن فرما رکھا تھا اور جس میں آپ نماز ادا فرمایا کرتے تھے، میں اسے اوڑھے ہوئے صبح تک سویا رہا اور جب صبح ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [قُمْ، يَا نَوْمَانُ!] ''اے بہت سونے والے! اٹھو۔''[1]

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ ﴾ ''جب وہ تمھارے اوپر سے آئے۔'' یعنی ان جماعتوں کے لوگ۔ ﴿ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ﴾ ''اور تمھارے نیچے کی طرف سے (تم پر چڑھ آئے۔)'' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے کہ اس سے مراد بنوقریظہ ہیں۔ ﴿ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ ﴾ ''اور جب آنکھیں پھر گئیں اور دل (مارے دہشت کے) گلوں تک پہنچ گئے۔'' یعنی خوف اور گھبراہٹ کی شدت کی وجہ سے، ﴿ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ﴾ ''اور تم اللہ کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔'' ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کے بعض لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ مومن گردشِ زمانہ میں آ گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ ضرور ایسا کرے گا۔ امام محمد بن اسحاق نے اس آیت کریمہ کے تحت کہا ہے کہ مومن ہر طرح کے گمان میں مبتلا ہو گئے اور نفاق پھوٹ پڑا تھا حتی کہ بنوعمرو بن عوف کے ایک شخص مُعَتِّب بن قُشَیر نے یہاں تک کہہ دیا کہ محمد ﷺ ہم سے وعدہ کیا کرتے تھے کہ ہم کسریٰ و قیصر کے خزانوں کو کھائیں گے مگر اب صورت حال یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی رفع حاجت کے لیے بھی باہر نہیں جا سکتا۔[2]

امام حسن بصری نے ﴿ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ﴾ کے بارے میں بیان کیا ہے کہ لوگ مختلف گمانوں میں مبتلا ہو گئے۔ منافقوں نے گمان کیا کہ اب محمد ﷺ اور صحابۂ کرام کا نام ونشان مٹ جائے گا جبکہ مومنوں کو یہ یقین کامل تھا کہ اللہ اور اس کے رسول کے وعدے سچے ہیں، اللہ تعالیٰ اسلام کو تمام ادیان پر ضرور غلبہ عطا فرمائے گا، خواہ مشرکین اسے پسند نہ کریں۔[3]

امام ابن ابوحاتم نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم نے خندق کے دن کہا: اے اللہ کے رسول! کیا کوئی دعا ہے

---

① صحيح مسلم، الجهاد والسير، باب غزوة الأحزاب، حديث: 1788. ② السيرة النبوية لابن هشام، من اجتمع إلى يهود من منافقي الأنصار: 522/2. ③ تفسير الطبري: 159/21 وتفسير ابن أبي حاتم: 3119/9.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ⑪ وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ

وہاں مومن آزمائے گئے اور شدت سے ہلا مارے گئے ⑪ اور جب منافق اور جن لوگوں کے دلوں میں مرض تھا، کہہ رہے تھے: اللہ اور اس کے رسول

قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ⑫ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ

نے ہم سے نہیں وعدہ کیا مگر دھوکے فریب کا ⑫ اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا تھا: اے اہل یثرب! (آج) تمھارے لیے (لشکر کے ساتھ) کوئی

يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ

قیام گاہ نہیں، لہٰذا تم لوٹ چلو، اور ان میں سے ایک گروہ نبی سے اجازت مانگ رہا تھا، وہ کہتے تھے: بے شک ہمارے گھر کھلے پڑے (غیر محفوظ) ہیں،

اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ⑬

حالانکہ وہ کھلے (غیر محفوظ) نہیں تھے، وہ تو صرف (جنگ سے) فرار چاہتے تھے ⑬

جسے ہم مانگیں، یقیناً دل گلوں تک پہنچ گئے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں، یہ دعا کرو: [اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَآمِنْ رَّوْعَاتِنَا] ''اے اللہ! تو ہماری کمزوریوں کی پردہ پوشی فرما اور ہمارے ڈر اور خوف کو امن سے بدل دے۔''[1] راوی کا بیان ہے کہ اس دعا کے بعد آپ کے دشمنوں کے چہروں پر ہوا کے تھپیڑے لگنے لگے اور انھیں زنّاٹے کی آندھی سے شکست دے دی گئی۔ اور اسی طرح اس روایت کو امام احمد بن حنبل نے ابو عامر عقدی سے بھی بیان کیا ہے۔[2]

تفسیر آیات: 11-13

غزوۂ احزاب میں مومنوں کی آزمائش اور منافقوں کی باتیں: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس حالت کو بیان فرمایا ہے جب بہت سی جماعتوں نے مدینہ کے گرد پڑاؤ ڈال دیا تھا جس کی وجہ سے مسلمان حد درجہ مشکل اور تنگی میں گھر گئے تھے اور رسول اللہ ﷺ بھی انھی کے ساتھ تھے۔ بہر حال مسلمانوں کی بہت سخت آزمائش ہوئی اور وہ سخت طور پر ہلائے گئے، اس وقت نفاق بھی ظاہر ہو گیا اور جن لوگوں میں نفاق کا مرض تھا ان کے دل کی باتیں ان کی زبانوں پر آ گئیں: ﴿وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ⑫﴾ ''اور جب منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے، کہنے لگے کہ اللہ اور اس کے رسول نے تو ہم سے محض دھوکے کا وعدہ کیا تھا۔'' اس وقت منافق کا نفاق ظاہر ہو گیا اور جس کے دل میں شک و شبہ تھا اس کا حال پتلا ہو گیا اور ایمان کی کمزوری اور صورت حال کی تنگی اور شدت کے باعث ان کے دلوں میں آنے والے وسوسے زبانوں پر آ گئے، ان کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی تھے جن کا ذکر کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا:

﴿وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ﴾ ''اور جب ان میں سے ایک جماعت کہتی تھی کہ اے اہل یثرب۔''

یثرب سے مدینہ مراد ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: [قَدْ أُرِيتُ (فِي الْمَنَامِ) دَارَ هِجْرَتِكُمْ رَأَيْتُ سَبْخَةً ذَاتَ نَخْلٍ بَيْنَ لَابَتَيْنِ]، [فَذَهَبَ وَهْلِي ...... أَنَّهَا ...... هَجَرُ فَإِذَا هِيَ ...... يَثْرِبُ] ''تحقیق خواب میں مجھے تمھارا دار ہجرت

[1] تفسير ابن أبي حاتم: 3117,3116/9 یہ حدیث شواہد کی بنا پر صحیح ہے، دیکھیے السلسلة الصحيحة: 30,29/5، حدیث: 2018. [2] مسند أحمد: 3/3 عن أبي سعيد رضي الله عنه.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ

اور اگر اس (مدینہ) کے اطراف سے ان پر (کفار کے) لشکر داخل کیے جاتے، پھر ان سے فتنہ وفساد (خانہ جنگی یا شرک) کے بارے میں پوچھا جاتا تو وہ

اِلَّا يَسِيْرًا ⑭ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ؕ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ

(فوراً) اس میں کود پڑتے، اور اس (شرکتِ فتنہ) میں بس تھوڑا ہی توقف کرتے ⑭ اور بلاشبہ اس سے پہلے انھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ وہ پیٹھ نہیں

مَسْـُٔوْلًا ⑮ قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ

پھیریں گے، اور اللہ کے عہد کی پوچھ گچھ تو ہونی ہے ⑮ آپ کہہ دیجیے: اگر تم موت سے یا قتل ہونے سے بھاگو تو تمھارا بھاگنا تمھیں ہرگز نفع نہیں دے

اِلَّا قَلِيْلًا ⑯ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ

گا، اور تب تم بہت کم فائدہ اٹھاؤ گے ⑯ کہہ دیجیے: کون ہے جو تمھیں اللہ سے بچا سکے اگر وہ تمھارے ساتھ کسی سختی کا ارادہ کرے یا وہ تم پر رحمت کا ارادہ

رَحْمَةً ؕ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ⑰

کرے؟ اور وہ اللہ کے سوا اپنے لیے نہ کوئی حمایتی پائیں گے اور نہ کوئی مددگار ⑰

دکھایا گیا، میں نے دو سیاہ پتھریلی زمینوں کے درمیان کھجوروں والی شوریلی زمین دیکھی تو مجھے خیال ہوا...... کہ یہ......ہجر کی زمین ہے، سو یہ تو یثرب تھا۔''[1] اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ [فَإِذَا هِيَ الْمَدِينَةُ] ''سو یہ تو مدینہ تھا۔''[2]

یثرب کی وجہ تسمیہ اور مختلف نام: بیان کیا جاتا ہے کہ یثرب کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ نام عمالقہ کے ایک ایسے شخص کی وجہ سے ہے جس نے یہاں پڑاؤ ڈالا تھا اور اس کا نام یثرب بن عَبِیل بن مَہلا ئیل بن عَوص بن عِملاق بن لاوذ بن ارم بن سام بن نوح بیان کیا جاتا ہے۔ یہ سہیلی کا قول ہے۔ اور بعض اہل علم سے مروی ہے کہ اس شہر کے تورات میں گیارہ نام مذکور ہیں: (1) مدینہ (2) طابہ (3) طیبہ (4) مسکینہ (5) جابِرہ (6) محبہ (7) مُحبُوبہ (8) قاصِمہ (9) مُجبُورہ (10) عذراء (11) مَرحومہ۔

اور فرمایا: ﴿لَا مُقَامَ لَكُمْ﴾ ''یہاں تمھارے ٹھہرنے کا مقام نہیں۔'' یعنی نبی ﷺ کے پاس مورچوں میں تمھارے ٹھہرنے کا مقام نہیں ہے۔ ﴿فَارْجِعُوْا﴾ ''تو لوٹ چلو۔'' اپنے گھروں اور مقامات کی طرف۔ ﴿وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ﴾ ''اور ایک گروہ ان میں سے پیغمبر سے اجازت مانگنے لگا۔'' عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد بنو حارثہ ہیں جنھوں نے کہا کہ ہمیں اپنے گھروں کے بارے میں چوروں کا ڈر ہے۔[3] دیگر کئی ایک اہل علم نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ یہ بات اوس بن قیظی (اور اس کی قوم) نے کہی تھی۔[4] یعنی انھوں نے اپنے گھروں کو واپس جانے کے لیے یہ عذر پیش کیا کہ ان کے گھر کھلے پڑے ہیں، وہاں کوئی نہیں جو دشمن سے ان کی حفاظت کر سکے، لہٰذا انھیں

[1] پہلا حصہ صحیح البخاري، الكفالة، باب جوار أبي بكر في عهد رسول اللهﷺ وعقده، حديث: 2297 عن عائشةؓ جبکہ تو سین والا لفظ السنن الكبرى للنسائي، التعبير: 390,389/4، حديث: 7650 عن أبي موسىؓ میں ہے اور دوسرا حصہ السنن الكبرى للنسائي، التعبير: 390,389/4 عن أبي موسىؓ کے مطابق ہے۔ [2] السنن الكبرى للنسائي، التعبير: 390/4، حديث: 7650 عن أبي موسىؓ. [3] تفسير الطبري: 164/21. [4] تفسير الطبري: 164/21.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ

بے شک اللہ انھیں جانتا ہے جو تم میں سے (جہاد میں) رکاوٹیں ڈالنے والے ہیں اور انھیں بھی جو اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں: ہمارے پاس آ جاؤ، اور وہ

الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ ⑱ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚۖ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ

جنگ میں کم ہی آتے ہیں ⑱ اس حال میں کہ وہ تمھارا ساتھ دینے میں سخت بخیل ہیں، چنانچہ جب خوف (کا وقت) آئے تو آپ انھیں دیکھتے ہیں کہ وہ

تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ

آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں، ان کی آنکھیں (اس طرح) گھومتی ہیں جیسے وہ شخص جس پر موت کی غشی طاری ہو، پھر جب خطرہ دور ہو جائے تو مال

بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۭ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ۭ

(غنیمت) کے انتہائی حریص بن کر تیز زبانوں کے ساتھ تمھارے بارے میں زبان درازی کرنے لگتے ہیں، یہ لوگ ایمان لائے ہی نہیں، تو اللہ نے ان

وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ⑲

کے اعمال ضائع کر دیے، اور یہ اللہ کے لیے نہایت آسان ہے ⑲

دشمنوں کا ڈر ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ﴾ ''حالانکہ وہ کھلے نہیں تھے۔'' جس طرح یہ کہتے تھے، ﴿اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ⑬﴾ ''وہ تو صرف بھاگنا چاہتے تھے۔'' یعنی میدان جنگ سے بھاگنا چاہتے تھے۔

تفسیر آیات: 14-17

منافقوں کی بہانے خوریاں: اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا جو یہ کہتے تھے کہ ﴿اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۭ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا﴾ (الأحزاب 33:13) ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں، حالانکہ وہ کھلے نہیں تھے، وہ تو صرف بھاگنا چاہتے تھے کہ اگر دشمن ان پر مدینہ کی ہر جانب اور ہر علاقے سے آ داخل ہوں، پھر ان سے فتنے کے لیے کہا جائے، یعنی کفر میں داخل ہونے کے لیے تو وہ بہت جلد کفر میں داخل ہو جائیں گے کیونکہ یہ ایمان کی حفاظت نہیں کرتے، معمولی سا خوف اور گھبراہٹ ہو تو اس (ایمان) سے وابستگی کو ترک کر دیں گے۔ امام قتادہ، عبدالرحمٰن بن زید اور ابن جریر نے اس کی تفسیر اسی طرح بیان کی ہے۔[1] اور یہ ان منافقین کی حد درجہ مذمت ہے کیونکہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ سے یہ اقرار کر چکے تھے کہ پیٹھ نہیں پھیریں گے اور نہ میدان جنگ سے بھاگیں گے۔ ﴿وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا ⑮﴾ ''اور اللہ سے (جو) اقرار کیا جاتا ہے، اس کی پرسش ہوگی۔'' یعنی اللہ تعالیٰ ان سے اس عہد و اقرار کے بارے میں ضرور پرسش فرمائے گا، پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ ان کا فرار ہونا ان کی موت کو ٹال نہیں سکتا اور نہ ان کی عمر کو طول دے سکتا ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ ان کا میدان سے فرار ہونا ان کی جلد اور اچانک پکڑ کا سبب بن جائے، اسی لیے فرمایا: ﴿وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ⑯﴾ ''اور اس وقت تم بہت ہی کم فائدہ دیے جاؤ گے۔'' یعنی فرار کے بعد بھی۔ ﴿قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى﴾ (النسآء 4:77) ''کہہ دیں کہ دنیا کا فائدہ بہت تھوڑا ہے اور بہت اچھی چیز تو پرہیز گار کے لیے (نجاتِ) آخرت ہے۔'' پھر فرمایا: ﴿قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ

---

[1] تفسیر الطبری: 165/21.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي

وہ سمجھتے ہیں کہ (ابھی تک) لشکر گئے نہیں، اور اگر یہ لشکر چڑھ آئیں تو وہ تمنا کرتے ہیں کاش! وہ صحرا نشین دیہاتیوں میں جا بسے ہوتے اور (وہاں) تمھاری

الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ ۭ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا ﴿20﴾ ع 2 12 18

خبریں دریافت کیا کرتے، اور اگر وہ تم میں موجود ہوتے تو وہ (دشمن سے) لڑائی میں کم ہی حصہ لیتے ﴿20﴾

﴿يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۭ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿17﴾﴾ ’’آپ کہہ دیں کہ اگر اللہ تمھارے ساتھ برائی کا ارادہ کرے تو کون تم کو اس سے بچا سکتا ہے یا اگر تم پر مہربانی کرنا چاہے (تو کون اس کو ہٹا سکتا ہے) اور یہ لوگ اللہ کے سوا کسی کو نہ اپنا دوست پائیں گے اور نہ مددگار۔‘‘ ان کے لیے اور نہ دوسروں کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بچانے والا ہے اور نہ فریاد سننے والا۔

تفسیر آیات: 19,18

لالچی لوگ: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو میدان جنگ میں جانے سے دوسروں کو روکتے اور اپنے ساتھیوں، رشتے داروں اور دوستوں سے کہتے ہیں: ﴿هَلُمَّ اِلَيْنَا﴾ ’’ہمارے پاس چلے آؤ۔‘‘ یعنی جس طرح سایوں اور پھلوں میں ہم رہ رہے ہیں، تم بھی اسی طرح رہو سہو اور جنگ میں شرکت نہ کرو اور یہ لوگ ﴿وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿18﴾ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ﴾ ’’لڑائی میں نہیں آتے مگر کم (یہ اس لیے کہ) تمھارے بارے میں بخل کرتے ہیں۔‘‘ یعنی تمھارے ساتھ محبت و شفقت میں بخل کرتے ہیں اور بقول سُدّی مال غنیمت میں بخل سے کام لیتے ہیں۔[1] ﴿فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ﴾ ’’پھر جب ڈر (کا وقت) آئے تو آپ ان کو دیکھتے ہیں کہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں (اور) ان کی آنکھیں (اسی طرح) پھر رہی ہیں جیسے کسی کو موت سے غشی آرہی ہو۔‘‘ یعنی خوف اور گھبراہٹ کی شدت کی وجہ سے جیسے یہ حال ہوتا ہے، ان بزدلوں کا جنگ کے خوف کی وجہ سے یہی حال ہے، ﴿فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ﴾ ’’پھر جب خوف جاتا رہے تو تیز زبانوں سے تمھارے بارے میں زبان درازی کریں۔‘‘ یعنی جب امن کی حالت ہوتی ہے تو بہت فصیح و بلیغ اور اونچی باتیں کرتے ہیں اور شجاعت و جواں مردی کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں، حالانکہ ان کی یہ ساری باتیں جھوٹی ہوتی ہیں، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿سَلَقُوْكُمْ﴾ کے معنی بیان کیے ہیں کہ وہ تمھارا استقبال کریں گے۔[2] امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ غنیمت کے وقت یہ لوگ حد درجہ بزدل اور اس کی تقسیم کے اعتبار سے یہ بہت برے ثابت ہوتے ہیں اور مسلسل کہتے رہتے ہیں کہ ہمیں دو، ہمیں دو، ہم بھی تمھارے ساتھ جنگ میں شریک تھے لیکن جنگ کے وقت یہ لوگ سب سے زیادہ بزدِل اور حق کو سب سے زیادہ نیچا دکھانے والے ثابت ہوتے ہیں۔[3] اور اس کے ساتھ ساتھ یہ لوگ خیر و بھلائی کے بارے میں حد درجہ بخیل ہیں، یعنی ان میں کوئی خیر نہیں کیونکہ یہ

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 3121/9. [2] تفسیر الطبري: 170/21. [3] تفسیر الطبري: 170/21.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ

البتہ تحقیق تمھارے لیے رسول اللہ (کی ذات) میں بہترین نمونہ ہے، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ (سے ملاقات) اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے، اور

كَثِیْرًا ﴿21﴾ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ

کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہے ﴿21﴾ اور مومنوں نے جب لشکر دیکھے تو کہا: یہ تو وہی ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا، اور اللہ اور اس

اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِیْمَانًا وَّتَسْلِیْمًا ﴿22﴾

کے رسول نے سچ کہا تھا، اور اس (چیز) نے ان کے ایمان اور فرماں برداری کو اور زیادہ کر دیا ﴿22﴾

بزدل ہیں اور جھوٹے بھی اور ان میں کوئی خیر و بھلائی بھی نہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اُولٰٓئِكَ لَمْ یُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا ﴿19﴾ ﴾ ”یہ لوگ (حقیقت میں) ایمان لائے ہی نہ تھے تو اللہ نے ان کے اعمال برباد کر دیے اور یہ اللہ پر بہت آسان تھا۔“

تفسیر آیت:20

بزدلی کی انتہا: بزدلی و دُوں ہمتی اور خوف کی قبیح صفات ہی کے قبیل سے یہ بات بھی ہے کہ ﴿ یَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ یَذْهَبُوْا ۚ ﴾ ”وہ خیال کرتے ہیں کہ فوجیں نہیں گئیں۔“ بلکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ان کے قریب ہی ہیں، اور وہ دوبارہ آ رہے ہیں: ﴿ وَاِنْ یَّاْتِ الْاَحْزَابُ یَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِی الْاَعْرَابِ یَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ ؕ ﴾ ”اور اگر لشکر آ جائیں تو وہ تمنا کریں گے کہ کاش! گنواروں میں جا رہیں (اور) تمھاری خبریں پوچھا کریں۔“ یعنی یہ چاہتے ہیں کہ جب فوجیں حملہ آور ہوں تو یہ تمھارے ساتھ مدینہ میں موجود ہی نہ ہوں بلکہ جنگل میں جا بسیں اور وہاں سے تمھارے بارے میں یہ معلوم کرتے رہیں کہ دشمن کے ساتھ تمھاری جنگ کیسی رہی۔ ﴿ وَلَوْ كَانُوْا فِیْكُمْ مَّا قٰتَلُوْۤا اِلَّا قَلِیْلًا ﴿20﴾ ﴾ ”اور اگر تمھارے درمیان ہوں تو لڑائی نہ کریں مگر بہت ہی کم۔“ یعنی اگر یہ تمھارے درمیان موجود ہوں تو بزدلی و دُوں ہمتی کی کثرت اور یقین کی کمزوری کی وجہ سے لڑائی میں بہت کم شرکت کریں گے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو ان منافقین کا خوب علم ہے۔

تفسیر آیات: 22,21

اتباع رسول کا حکم: یہ آیت کریمہ اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی اپنے اقوال، افعال، احوال اور ہر اعتبار سے اسوۂ حسنہ ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے غزوۂ احزاب کے موقع پر لوگوں کو حکم دیا کہ وہ آپ کے صبر و ثبات، عزیمت و استقامت، جہاد اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے فتح و نصرت کے انتظار کو اپنے لیے نمونۂ عمل قرار دیں ــ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَیْهِ دَائِمًا اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ــ جنگ احزاب کے موقع پر قلق و اضطراب اور خوف و گھبراہٹ کا اظہار کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا: ﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ ”بے شک رسول اللہ (کی زندگی) میں تمھارے لیے بہترین نمونہ ہے۔“ یعنی تم نے آپ کی پیروی کیوں نہ کی اور آپ کے شمائل و عادات کو اپنے لیے اُسوہ کیوں نہ قرار دیا، اسی لیے فرمایا: ﴿ لِّمَنْ كَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِیْرًا ﴿21﴾ ﴾ ”اس شخص کے لیے جسے اللہ (سے

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ

مومنوں میں سے کچھ وہ لوگ بھی ہیں جنھوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا وہ سچ کر دکھایا، چنانچہ ان میں سے بعض نے اپنا عہد پورا کیا (شہادت پا گئے)، اور

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿23﴾ لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ

ان میں سے بعض منتظر ہیں، اور انھوں نے (عہد میں) کوئی تبدیلی نہیں کی ﴿23﴾ تاکہ اللہ سچوں کو ان کی سچائی کی جزا دے اور منافقوں کو اگر چاہے تو عذاب

وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿24﴾ۚ

دے یا ان کی توبہ قبول فرمائے۔ یقیناً اللہ بہت مغفرت والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ﴿24﴾

ملنے) اور روزِ قیامت (کے آنے) کی امید ہو اور وہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہو۔‘‘

احزاب کے دن مومنوں کا موقف: پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے ان مومن اور اپنے وعدوں کی تصدیق کرنے والے بندوں کا ذکر فرمایا ہے، دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی کو جس نے ان کا مقدر بنا دیا ہے، پس ان کے بارے میں اس نے فرمایا: ﴿ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۡ ﴾ ’’اور جب مومنوں نے (کافروں کے) لشکروں کو دیکھا تو کہنے لگے یہ وہی ہے جس کا اللہ اور اس کے پیغمبر نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے پیغمبر نے سچ کہا تھا۔‘‘ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ان کی مراد درج ذیل ارشاد باری تعالیٰ سے تھی: ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۭ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاۗءُ وَالضَّرَّاۗءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ○ ﴾ (البقرۃ 214:2) ’’کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ (یوں ہی) بہشت میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی تم کو تم سے پہلے لوگوں کی سی (مشکلیں) تو پیش آئی ہی نہیں۔ ان کو (بڑی بڑی) سختیاں اور تکلیفیں پہنچیں اور وہ (صعوبتوں میں) ہلا ہلا دیے گئے، یہاں تک کہ پیغمبر اور مومن لوگ جو ان کے ساتھ تھے سب پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ خبردار! اللہ کی مدد عنقریب (آیا چاہتی) ہے۔‘‘[1] یعنی انھوں نے کہا کہ یہ وہی ابتلا و آزمائش اور امتحان ہے جس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہم سے فتح و نصرت کا وعدہ فرمایا ہے، ﴿ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۡ ﴾ ’’اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا تھا۔‘‘

پھر فرمایا: ﴿ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ﴿22﴾ ﴾ ’’اور اس چیز نے ان کو ایمان اور فرمانبرداری ہی میں زیادہ کیا۔‘‘ یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ لوگوں کے مختلف حالات کی وجہ سے ان کے ایمان میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے جیسا کہ جمہور ائمہ کا قول ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ ہم نے صحیح بخاری کی شرح کے آغاز میں اس موضوع پر تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔ اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے: ﴿ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ﴿22﴾ ﴾ ’’اور اس نے ان کو ایمان اور اطاعت میں زیادہ کر دیا ہے۔‘‘ یعنی اس حال، اس تنگی اور اس شدت نے اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کے احکام کی اطاعت میں اور اس کے رسول ﷺ کی فرماں برداری میں مزید بڑھا دیا۔

[1] تفسیر الطبری: 174,173/21.

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تفسیر آیات:24,23

عہد و پیمان کی پاس داری کی وجہ سے مومنوں کی تعریف: اللہ تعالیٰ نے منافقین کے بارے میں جب یہ ذکر فرمایا کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے اس عہد و پیمان کو توڑ ڈالا کہ وہ میدان جنگ سے فرار نہیں ہوں گے تو اب اس نے مومنوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد و پیمان کو پورا کر دیا: ﴿صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ﴾ ”جو عہد و اقرار انھوں نے اللہ سے کیا تھا اس کو سچ کر دکھایا تو ان میں بعض ایسے ہیں جنھوں نے اپنی نذر کو پورا کر لیا۔“ بعض نے کہا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انھوں نے اپنی مقررہ مدت کو پورا کر دیا، امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی عہد و پیمان کے ہیں، یہ معنی بھی پہلے کی طرف راجع ہے۔[1] ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿23﴾﴾ ”اور بعض ایسے ہیں کہ انتظار کر رہے ہیں اور انھوں نے (اپنے قول کو) ذرا بھی نہیں بدلا۔“ یعنی انھوں نے اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کو نہ بدلا اور نہ توڑا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے زید بن ثابت سے روایت کیا ہے کہ جب ہم نے قرآن مجید کو لکھنا شروع کیا تو میں نے سورۂ احزاب کی ایک آیت کو مفقود پایا جسے رسول اللہ ﷺ پڑھا کرتے اور میں اسے آپ سے سنا کرتا تھا۔ یہ آیت کریمہ مجھے صرف خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے ملی جن کی شہادت کو رسول اللہ ﷺ نے دو آدمیوں کی شہادت کے برابر قرار دیا تھا۔ ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ﴾ ”مومنوں میں کتنے ہی ایسے شخص ہیں کہ جو اقرار انھوں نے اللہ سے کیا تھا اس کو سچ کر دکھایا۔“[2] اس حدیث کو صرف امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے روایت نہیں کیا، امام احمد رحمہ اللہ نے اسے اپنی مسند میں اور امام ترمذی و نسائی نے اپنی اپنی سنن کی کتاب التفسیر میں روایت کیا ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔[3]

اور امام بخاری رحمہ اللہ ہی نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم خیال کرتے تھے کہ یہ آیت کریمہ انس بن نضر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ﴾۔[4] اس حدیث کے بیان کرنے میں بھی امام بخاری رحمہ اللہ متفرد ہیں، امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے روایت نہیں کیا اور دوسرے طرق سے اس کے کئی شواہد بھی موجود ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میرے چچا انس بن نضر رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں

---

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ ......﴾ (الأحزاب 23:33)، قبل الحديث : 4783 . [2] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ ......﴾ (الأحزاب 23:33)، حديث: 4784. [3] مسند أحمد: 188/5 و جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة التوبة، حديث: 3104 و السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ﴾: 430/6، حديث: 11401. [4] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ﴾ (الأحزاب 23:33)، حديث: 4783.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک نہیں ہو سکے تھے اور یہ بات ان پر بہت گراں گزرتی تھی اور وہ کہا کرتے تھے کہ یہ پہلی جنگ تھی جس میں رسول اللہ ﷺ نے شرکت فرمائی تھی مگر میں اس میں شرکت کی سعادت سے محروم رہا۔ اگر اب اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی جنگ میں شرکت کی سعادت عطا فرمائی تو اللہ عزوجل دیکھے گا کہ میں کیا کرتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ ڈر گئے کہ اس کے علاوہ کوئی اور بات کہیں، بہر حال وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ احد میں شریک ہوئے، میدان جنگ میں ان کی سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: اے ابو عمرو! کہاں جا رہے ہو؟ انس (جواب کا انتظار کیے بغیر خود ہی) کہنے لگے: کیا ہی خوب ہے جنت کی خوشبو جو مجھے احد پہاڑ (کی طرف) سے آرہی ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں، پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے دشمنوں سے خوب لڑائی کی حتی کہ شہید ہو گئے، شہادت کے بعد ان کے جسم پر تلواروں، نیزوں اور تیروں کے اسی (80) سے زیادہ زخم تھے، ان کی بہن اور میری پھوپھی رُبَیِّع بنت نَضر نے کہا کہ میں نے اپنے بھائی کو ان کی انگلیوں کے پوروں سے پہچانا تھا، راوی کا بیان ہے کہ صحابۂ کرام یہ خیال کرتے تھے کہ یہ آیت کریمہ انس بن نضر اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی ہے: ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴾ ''مومنوں میں کتنے ہی ایسے ہیں کہ جو عہد و اقرار انھوں نے اللہ سے کیا تھا، اس کو سچ کر دکھایا تو ان میں بعض ایسے ہیں جنھوں نے اپنی نذر کو پورا کر دیا اور بعض ایسے ہیں کہ انتظار کر رہے ہیں اور انھوں نے اپنے قول کو ذرا بھی نہیں بدلا۔''① اور اسے امام مسلم، امام ترمذی اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔②

اور ابن جریر نے موسیٰ بن طلحہ سے روایت کیا ہے کہ معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: [طَلْحَةُ مِمَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ] ''طلحہ بھی ان لوگوں میں سے ہے، جنھوں نے اپنی نذر کو پورا کیا۔''③ اسی وجہ سے امام مجاہد کہتے ہیں کہ اس آیت: ﴿ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ ﴾ کے معنی عہد و پیمان کے ہیں۔④ ﴿ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ ﴾ ''اور بعض ایسے ہیں کہ انتظار کر رہے ہیں۔'' کسی ایسے دن کا جب لڑائی ہو اور وہ بھی شجاعت و بہادری کے خوب جوہر دکھائیں۔⑤ اور امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ﴿ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ ﴾ سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے صدق و وفا کے ساتھ جان دے دی ہے اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو اس طرح کی موت کا انتظار کر رہے ہیں اور بعض وہ ہیں جنھوں نے اپنے قول کو ذرا بھی نہیں بدلا۔⑥ قتادہ اور ابن زید کا قول بھی اسی طرح ہے۔⑦ جبکہ بعض نے ﴿ نَحْبَهٗ ﴾ کے معنی نذر کے کیے ہیں۔⑧

---

① مسند أحمد: 194/3. ② صحيح مسلم، الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد، حديث: 1903 و جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة الأحزاب، حديث: 3200 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ ﴾ : 430/6، حديث: 11403. ③ تفسير الطبري: 178,177/21 و جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة الأحزاب، حديث: 3202 و سنن ابن ماجه، المقدمة، فضل طلحة بن عبيدالله رضي الله عنه، حديث: 126. ④ تفسير الطبري: 176/21. ⑤ تفسير الطبري: 175/21. ⑥ تفسير الطبري: 176/21. ⑦ تفسير الطبري: 176/21. ⑧ تفسير الطبري: 175/21.

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ

اور (غزوۂ احزاب میں) اللہ نے کافروں کو ان کے (ناکامی کے) غصے میں لوٹا دیا، وہ کوئی خیر و بھلائی نہ پا سکے، اور (اس) لڑائی میں اللہ مومنوں کے لیے کافی

وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿25﴾

ہو گیا، اور اللہ بڑی قوت والا، نہایت غالب ہے ﴿25﴾

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿23﴾﴾ ''اور انھوں نے (اپنے قول کو) ذرا بھی نہیں بدلا۔'' یعنی انھوں نے اپنے عہد کو نہیں بدلا اور وفا کو غداری سے تبدیل نہیں کیا بلکہ وہ اس عہد پر قائم دائم رہے جو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا اور ان منافقوں کی طرح اسے توڑا نہیں جنھوں نے کہا تھا: ﴿اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۭ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ڔ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿13﴾﴾ ''یقیناً ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں، حالانکہ وہ کھلے نہیں تھے، وہ تو صرف بھاگنا چاہتے تھے۔'' اور جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ۭ﴾ ''حالانکہ پہلے اللہ سے اقرار کر چکے تھے کہ پیٹھیں نہیں پھیریں گے۔'' اور فرمایا: ﴿لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَاۗءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ﴾ ''تاکہ اللہ سچوں کو ان کی سچائی کا بدلہ دے اور منافقوں کو چاہے تو عذاب دے یا (چاہے تو) ان پر مہربانی کرے۔'' یعنی وہ اپنے بندوں کو خوف اور گھبراہٹ کے ساتھ آزمائے گا تاکہ ناپاک کو پاک سے الگ کر دے اور پاک و ناپاک دونوں کا معاملہ بالفعل ظاہر اور نمایاں ہو جائے، حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اس کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے ہی جانتا ہے لیکن وہ مخلوق کو اپنے علم کی بنیاد پر عذاب نہیں دیتا تاوقتیکہ وہ اس کے مطابق عمل نہ کریں جو وہ ان کے بارے میں جانتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ ۝﴾ (محمد 31:47) ''اور ہم تم لوگوں کو ضرور آزمائیں گے تاکہ جو تم میں لڑائی کرنے والے اور ثابت قدم رہنے والے ہیں ان کو معلوم کریں اور تمھارے حالات جانچ لیں۔'' یہ کسی چیز کے وقوع پذیر ہونے کے بعد اس کا علم ہے، گو اللہ تعالیٰ کو اس کے وقوع پذیر ہونے سے قبل بھی اس کا علم حاصل ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰي مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَي الْغَيْبِ﴾ (آل عمرٰن 179:3) ''(لوگو) جب تک اللہ ناپاک کو پاک سے الگ نہ کر دے مومنوں کو اس حال میں جس میں تم ہو ہرگز نہیں رہنے دے گا اور اللہ تم کو غیب (کی باتوں) سے بھی مطلع نہیں کرے گا۔''

اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے: ﴿لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ﴾ ''تاکہ اللہ سچوں کو ان کی سچائی کا بدلہ دے۔'' اس لیے کہ انھوں نے صبر و ثبات کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد و پیمان کو پورا کیا اور اس کی پوری پوری حفاظت کی۔ ﴿وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ﴾ ''اور منافقوں کو عذاب دے۔'' منافقوں سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو توڑ دیا اور اس کے احکام کی مخالفت کی اور اس کی وجہ سے وہ عقاب و عذاب کے مستحق قرار پائے، البتہ دنیا میں وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہیں کہ اگر وہ چاہے تو ان کو اپنے انھی اعمال پر برقرار رکھے حتی کہ آخرت میں جب اللہ تعالیٰ کے پاس

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

آئیں گے تو وہ انھیں عذاب دے گا اور اگر وہ چاہے تو ان پر رجوع فرمائے اور ان کی رہنمائی فرما دے کہ وہ نفاق کو ترک کریں اور گناہ اور نافرمانی کو چھوڑ کر ایمان اور عمل صالح کو اختیار فرمالیں اور جبکہ مخلوق پر اللہ کی رحمت و مہربانی اس کے غیض و غضب پر غالب ہے، اس لیے فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ ''بے شک اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

تفسیر آیت: 25

اللہ تعالیٰ نے فوجیں خائب و خاسر لوٹا دیں: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے مدینے پر حملہ آور ہونے والی کافروں اور مشرکوں کی جماعتوں کو مدینے سے بھگا دیا اور ان پر زناٹے کی آندھی اور آسمانی لشکروں کو بھیج کر انھیں خائب و خاسر کر دیا، اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث نہ فرمایا ہوتا تو وہ اس آندھی کو اس نامبارک آندھی سے زیادہ مہلک بنا دیتا جسے اس نے قوم عاد کی تباہی و بربادی کے لیے بھیجا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ﴾ (الأنفال 33:8) ''اور اللہ ایسا نہ تھا کہ جب تک آپ ان میں تھے، انھیں عذاب دیتا۔'' اللہ تعالیٰ نے ان پر تند و تیز ہوا کو مسلط کر کے ہوس و ہوا کے سبب بننے والے ان کے شیرازے کو منتشر کر دیا، حالانکہ ان کا تعلق مختلف قبائل اور متعدد جماعتوں سے تھا، اس لیے مناسب یہی تھا کہ ان پر ایسی تند و تیز ہوا کو بھیجا جائے جو ان کی جماعتوں کو منتشر کر دے اور غیض و غضب کی آگ میں جلتے ہوئے انھیں خائب و خاسر لوٹا دے اور فتح و غنیمت کی صورت میں انھیں نہ دنیا میں کوئی خیر و بھلائی حاصل ہو اور نہ آخرت میں، آخرت میں تو ان پر ان کے ان تمام گناہوں کا بوجھ لادا جائے گا جو انھوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے دشمنی اور آپ کو شہید کر دینے اور آپ کے لشکر کو ختم کر دینے کے ناپاک ارادوں کی صورت میں کیے تھے۔ جو شخص کسی کام کا ارادہ کر لے اور اپنے اس ارادے کو عمل سے سچا کر دے تو وہ درحقیقت اس کام کے کرنے والے ہی کی طرح ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ﴾ ''اور اللہ مومنوں کو لڑائی میں کافی ہوا۔'' یعنی مومنوں کو کافروں کے ساتھ لڑنے اور انھیں دعوت مبارزت دینے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی، اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے ہی انھیں ان کے شہر سے بھگا دیا، وہ اکیلا ہی ان کے لیے کافی ثابت ہوا، اس نے اپنے بندے کی مدد کی اور اپنے لشکر کو عزت و سربلندی عطا فرمائی، اسی لیے رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھا کرتے تھے: [لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ، أَعَزَّ جُنْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ (صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهُ وَهَزَمَ) الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ، فَلَا شَيْءَ بَعْدَهُ] ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے، اس نے اپنے لشکر کو عزت و سربلندی عطا فرمائی، اپنے بندے کی مدد کی، اپنے وعدے کو سچ کر دکھایا، اس اکیلے نے گروہوں کو شکست دے دی، پس اس کے بعد کوئی شے نہیں ہے۔''[1]

---

[1] صحیح البخاری، المغازی، باب غزوة الخندق وهي الأحزاب، حدیث: 4114 و صحیح مسلم، الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب فی الأدعیة، حدیث: 2724 عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ جبکہ قوسین والے الفاظ صحیح البخاری، العمرة، باب مایقول إذا رجع من الحج......؟ حدیث: 1797 و صحیح مسلم، الحج، باب مایقول إذا رجع من سفر الحج......؟ حدیث: 1344 عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما میں ہیں۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ

اور اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے کافروں کی مدد کی تھی انھیں اللہ نے ان کے قلعوں سے اتارا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، تم ان (بنوقریظہ)

فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴿26﴾ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ

کے ایک گروہ کو قتل کر رہے تھے اور دوسرے گروہ کو قیدی بنا رہے تھے ﴿26﴾ اور اللہ نے تمھیں ان کی زمینوں، ان کے گھروں، ان کے مالوں اور اس زمین کا

تَطَـُٔوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿27﴾ ع 3/7/19

وارث بنا دیا جسے تم نے پامال نہیں کیا تھا، اور اللہ ہر شے پر خوب قادر ہے ﴿27﴾

اسے امام بخاری و مسلم رحمہ اللہ نے بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے۔ اور صحیحین ہی میں عبداللہ بن ابو اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان جماعتوں کے بارے میں بددعا کی تھی: [اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ، سَرِيْعَ الْحِسَابِ، اِهْزِمِ الْأَحْزَابَ، اَللّٰهُمَّ! اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ] ''اے اللہ! کتاب کو نازل فرمانے والے، جلد حساب لینے والے، جماعتوں کو شکست دے، اے اللہ! انھیں شکست دے دے اور ان کے پاؤں ڈگمگا دے۔''[1]

اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ؕ﴾ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اب مومنوں اور قریش کے مابین جنگ نہیں ہوگی۔ بعد میں فی الواقع ایسا ہی ہوا کہ مشرکوں نے مومنوں سے جنگ نہیں کی بلکہ مومنوں نے مشرکوں سے ان کے علاقوں میں جا کر جنگ کی تھی جیسا کہ امام احمد نے سلیمان بن صُرَد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب کے موقع پر فرمایا تھا: [اَلْآنَ نَغْزُوْهُمْ وَلَا يَغْزُوْنَا] ''اب ہم ان پر حملہ آور ہوں گے، وہ ہم پر حملہ آور نہیں ہوں گے۔''[2] اور اسی طرح اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔[3] ﴿وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿25﴾﴾ ''اور اللہ بڑا طاقت ور، نہایت زبردست ہے'' کہ اس نے اپنی قوت و طاقت کے ساتھ انھیں ناکام و نامراد لوٹا دیا، وہ کوئی خیر و بھلائی حاصل نہ کر سکے، اللہ تعالیٰ نے اسلام اور مسلمانوں کو عزت اور سربلندی عطا فرمائی، اپنے وعدے کو سچ کر دکھایا اور اپنے رسول اور عبد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح و نصرت سے سرفراز فرمایا۔ فَلَهُ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

تفسیر آیات: 27,26

غزوۂ بنوقریظہ: قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے[4] کہ جب مختلف جماعتوں اور لشکروں نے حملہ آور ہونے کے لیے مدینہ میں پڑاؤ ڈال دیا تو بنوقریظہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیے ہوئے معاہدے کو توڑ دیا اور یہ حُیَی بن اخطب نضری ملعون کی سفارت کاری کا نتیجہ تھا، وہ ان کے قلعے میں داخل ہو کر ان کے سردار کعب بن اسد کو مسلسل اکساتا رہا حتی کہ اس نے معاہدہ توڑ

[1] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب الدعاء على المشركين بالهزيمة والزلزلة، حديث: 2933 و صحيح مسلم، الجهاد والسير، باب استحباب الدعاء بالنصر عند لقاء العدو، حديث: 1742 واللفظ له. [2] مسند أحمد: 262/4. [3] صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الخندق وهي الأحزاب، حديث: 4110. [4] دیکھیے الأحزاب، آیات: 10,9 کے ذیل میں، عنوان: ''غزوۂ احزاب''

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

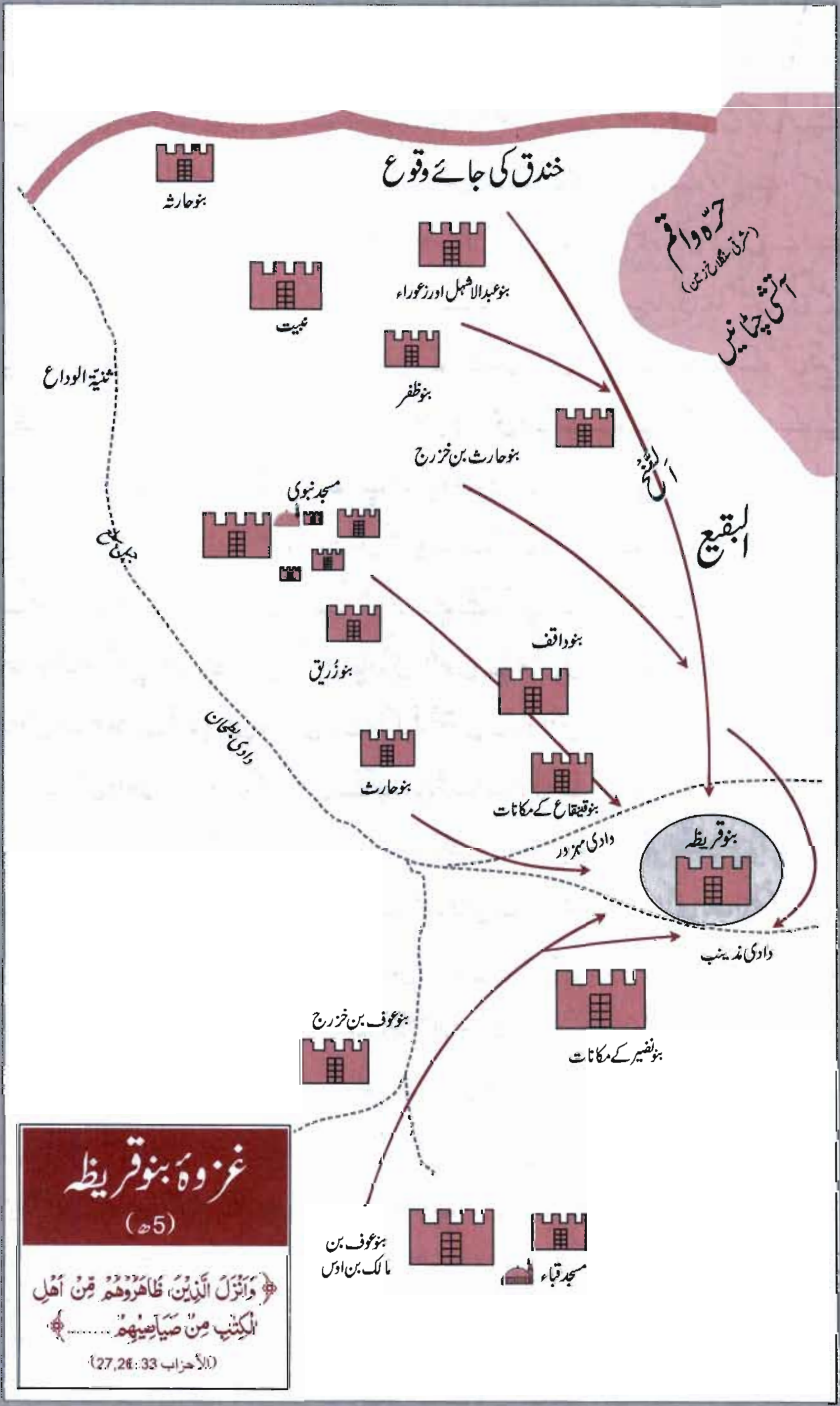

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دیا، حُیَی نے اس سے جو باتیں کیں، ان میں ایک یہ بات بھی تھی کہ اس نے اس سے کہا کہ تجھ پر افسوس! میں تو تیرے پاس زمانے بھر کی عزت لے آیا ہوں، میں تیرے پاس قریش اور اس کے احابیش [1] اور غطفان اور ان کے پیروکاروں کو لے آیا ہوں اور یہ سب لوگ اس وقت تک یہاں رہیں گے، جب تک محمد ﷺ اور اس کے ساتھیوں کا قلع قمع نہیں کر لیتے، کعب نے اسے جواب دیا: نہیں، اللہ کی قسم! تو میرے پاس زمانے کی عزت نہیں بلکہ زمانے بھر کی ذلت لے کر آیا ہے، افسوس تجھ پر اے حُیَی! تو بلاشبہ منحوس ہے، لہٰذا ہمیں اپنے سے الگ رکھو لیکن وہ کعب کو مسلسل سبز باغ دکھاتا رہا حتی کہ اس نے اسے اپنی رائے سے پھیر دیا اور اس نے اس کا ساتھ دینے کی ہامی بھر لی، البتہ اس سے یہ شرط منوالی کہ اگر یہ ساری جماعتیں چلی گئیں اور وہ کچھ نہ کر سکیں تو یہ واپس نہیں جائے گا بلکہ بنوقریظہ کے ساتھ ان کے قلعے میں داخل ہو جائے گا اور ان کے نقش قدم پر چلے گا، بہر حال بنوقریظہ نے جب معاہدہ توڑ دیا اور رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر ملی تو یہ آپ کے لیے اور مسلمانوں کے لیے ایک بہت بری خبر تھی جو بہت گراں گزری، پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو تائید و نصرت سے سرفراز فرمادیا اور دشمنوں کو ذلیل وخوار اور ناکام و نامراد لوٹا دیا اور رسول اللہ ﷺ مؤیّد و منصور مدینہ میں تشریف لے آئے، لوگوں نے ہتھیار اتار دیے۔ رسول اللہ ﷺ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر اس محاصرے کی مشقت کی وجہ سے غسل کر رہے تھے کہ آپ کے پاس جبریل نمودار ہوئے، انھوں نے ریشم کا عمامہ باندھا ہوا تھا اور خچر پر سوار تھے جس پر ریشم کی چادر تھی، انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ نے ہتھیار اتار دیے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں، انھوں نے کہا کہ فرشتوں نے تو ابھی تک اپنے ہتھیار نہیں اتارے اور میں ان لوگوں کا پیچھا کر کے ابھی واپس آ رہا ہوں، پھر انھوں نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ بنوقریظہ کی طرف چلیں اور ایک روایت میں ہے کہ جبریل نے آپ سے کہا: [عَذِيرَكَ مِنْ مُّقَاتِلٍ أَوَضَعْتُمُ السِّلَاحَ] ''کوئی لڑنے والا لے آیئے جو آپ کی طرف سے عذر پیش کرے [2] کیا آپ نے اسلحہ رکھ دیا ہے؟'' لیکن ہم نے ابھی تک اسلحہ نہیں اتارا، لہٰذا آپ بھی ان لوگوں کی طرف چلیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَيْنَ] ''کہاں؟'' جبریل نے جواب دیا: بنوقریظہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ان پر زلزلہ طاری کر دوں، رسول اللہ ﷺ تیار ہو گئے، لوگوں کو بھی بنوقریظہ کی طرف چلنے کا حکم دیا، ان کا علاقہ مدینہ سے چند میل کی مسافت پر تھا، روانگی نماز ظہر کے بعد تھی اور آپ ﷺ نے صحابۂ کرام سے فرمایا: [لَا يُصَلِّيَنَّ

---

① أَحَابِيش أُحْبُوش کی جمع ہے، اس سے مراد مختلف الجنس لوگوں کی جماعت ہے جبکہ أَحَابِيشُ قُرَيش سے مراد قریش، کنانہ اور خزاعہ کے لوگ ہیں جنھوں نے زیریں مکہ میں حُبْشِی پہاڑ کے قریب جمع ہو کر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کا معاہدہ کیا تھا۔ ② عَذِير، عَاذِر ''عذر پیش کرنے والا'' اور نَصِير ''مددگار'' کے معنی میں آتا ہے۔ یہاں عَذِير، عَاذِر کے معنی میں ہے اور عَذِيرَكَ مِنْ مُّقَاتِلٍ کے معنی ہیں: ''کوئی لڑنے والا شخص لے آیئے جو آپ کی طرف سے اس کوتاہی پر کوئی عذر پیش کرے۔'' مطلب یہ ہے کہ یہ ایک ایسا عمل ہے جس کی کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی۔ ایسا شخص جس کا کام قتال کرنا ہو اور سلسلۂ قتال ابھی ختم نہ ہوا اور وہ اسلحہ اتار کے رکھ دے اس کے لیے کوئی عذر نہیں ہے۔ اس معنی میں یہ ترکیب اس وقت استعمال ہوتی ہے جب مخاطب کے پاس اپنے کیے پر کوئی عذر نہ ہو۔ دیکھیے النهاية في غريب الحديث والأثر لابن الأثير: 197/3، و فتح الباري: 470/8، حدیث: 4750 کے ذیل میں۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

أَحَدٌ الْعَصْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ] ''ہر شخص نماز عصر بنوقریظہ ہی میں ادا کرے۔''[1]

لوگ بنوقریظہ کی طرف روانہ ہوگئے اور رستے میں نماز عصر کا وقت ہوگیا تو بعض لوگوں نے رستے میں نماز پڑھ لی اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کا مطلب یہ تھا کہ جلدی چلو اور دوسروں نے کہا کہ ہم تو نماز بنوقریظہ ہی میں ادا کریں گے، آپ نے ان دونوں جماعتوں میں سے کسی ایک کو بھی ملامت نہ کی، رسول اللہ ﷺ بھی ان لوگوں کے پیچھے تشریف لے آئے اور آپ نے مدینہ میں ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا، پرچم حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کو دیا، رسول اللہ ﷺ نے پچیس راتوں تک بنوقریظہ کا محاصرہ کیے رکھا اور جب محاصرہ طویل ہونے کی وجہ سے انھوں نے تکلیف محسوس کی تو وہ اس بات پر آمادہ ہوگئے کہ اوس قبیلے کے سردار سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں جو بھی فیصلہ کریں گے وہ اسے تسلیم کرلیں گے۔ بنوقریظہ زمانۂ جاہلیت میں اوس کے حلیف تھے، اس لیے ان کا خیال تھا کہ وہ ان سے حسن سلوک سے کام لیں گے جیسا کہ عبداللہ بن اُبَی ابن سلول نے اپنے حلیف بنوقینقاع سے اچھا سلوک کیا تھا اور اس نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سفارش کی تھی کہ ان کو معاف کردیا جائے، ان لوگوں کا خیال تھا کہ سعد بن معاذ بھی ابن اُبَی کی طرح ان کے ساتھ یہی سلوک کریں گے، ان کو معلوم نہ تھا کہ غزوۂ خندق کے موقع پر سعد رضی اللہ عنہ کے بازو کے درمیان کی ایک رگ میں تیر لگ گیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے ان کی رگ پر داغ لگوادیا تھا اور انھیں مسجد میں ایک قبہ میں ٹھہرا دیا تھا تاکہ قریب سے ان کی عیادت کی جاسکے، سعد رضی اللہ عنہ نے دعا کی تھی: ''اے اللہ! اگر قریش سے کوئی جنگ باقی ہے تو مجھے اس کے لیے باقی رکھنا اور اگر ہمارے اور ان کے درمیان جنگ ختم ہوگئی ہے تو اس زخم کو جاری کردے اور اس وقت تک مجھے فوت نہ کرنا جب تک بنوقریظہ کے بارے میں میری آنکھ ٹھنڈی نہ ہوجائے۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمالیا اور اللہ تعالیٰ کا کرنا یہ ہوا کہ انھوں نے ازخود اپنی خوشی سے یہ مطالبہ کیا کہ سعد ان کے بارے میں فیصلہ فرمائیں، رسول اللہ ﷺ نے انھیں مدینہ سے طلب فرمایا تاکہ وہ ان کے بارے میں فیصلہ کریں، جب گدھے پر سوار ہوکر حضرت سعد رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو اوس نے ان سے چمٹتے ہوئے کہنا شروع کردیا: اے سعد! وہ آپ کے حلیف ہیں، ان سے حسن سلوک سے کام لینا۔ انھوں نے حضرت سعد کو ان کے بارے میں نرم دل اور شفیق بنانے کی بہت کوشش کی مگر حضرت سعد خاموش تھے اور ان کی کسی بات کا جواب نہیں دے رہے تھے اور جب انھوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کثرت سے یہ تقاضا کیا کہ وہ نرمی وشفقت سے کام لیں تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب سعد کے لیے وقت آگیا ہے کہ اللہ کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت انھیں اپنے موقف سے پیچھے نہ ہٹا سکے، اس سے انھیں یہ معلوم ہوگیا کہ سعد انھیں باقی نہیں چھوڑیں گے، جب سعد رضی اللہ عنہ اس خیمہ کے قریب پہنچے جس میں رسول اللہ ﷺ فروکش تھے تو

[1] صحيح البخاري، صلاة الخوف، باب صلاة الطالب والمطلوب......، حديث: 946 و صحيح مسلم، الجهاد والسير، المبادرة بالغزو وتقديم أهم الأمرين......، حديث: 1770 عن عبدالله بن عمر رضی اللہ عنہما. ملحوظہ: صحیح مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں [العصر] کے بجائے [الظهر] ہے جبکہ بخاری میں [العصر] ہے اور اسی پر اہل مغازی کا اتفاق ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے علاوہ دیگر صحابۂ کرام سے بھی [العصر] مروی ہے، لہٰذا یہی راجح ہے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[قُومُوا إِلٰى سَيِّدِكُمْ] ''اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو جاؤ۔''[1] مسلمان ان کی طرف اٹھ کر گئے اور انھوں نے نہایت تعظیم اور اکرام واحترام کے ساتھ انھیں ان کی شایان شان جگہ پر (جو ان کے لیے بنائی گئی تھی) اتارا تاکہ ان کے بارے میں اپنا فیصلہ زیادہ مؤثر انداز میں نافذ کر دیں۔

جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیٹھے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا:[إِنَّ هٰؤُلَاءِ نَزَلُوا عَلٰى حُكْمِكَ (أُحْكُمْ فِيهِمْ)] ''یہ لوگ (یہودیوں کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے) تمھیں منصف ماننے پر راضی ہو گئے ہیں۔ تم ان کے بارے میں فیصلہ کرو۔'' سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی: کیا میرا فیصلہ ان پر نافذ ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں، انھوں نے عرض کی: میرا فیصلہ اس پر بھی نافذ ہوگا جو اس خیمہ میں ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، انھوں نے عرض کی: ان لوگوں پر بھی نافذ ہوگا جو یہاں ہیں؟ انھوں نے یہ کہتے ہوئے اس جانب اشارہ کیا جس جانب رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے اور یہ بات کہتے ہوئے انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی عظمت وشوکت اور اکرام واحترام کے باعث اپنا چہرہ دوسری طرف کر رکھا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس کے جواب میں بھی فرمایا: ہاں، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کے تمام جنگجوؤں کو قتل کر دیا جائے اور ان کے مال واولاد کو اپنے قبضے میں لے لیا جائے، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[لَقَدْ حَكَمْتَ فِيهِمْ بِحُكْمِ اللّٰهِ (مِنْ فَوْقِ سَبْعَةِ أَرْقِعَةٍ)] ''بلاشبہ تو نے تو ان کے بارے میں وہ فیصلہ کیا ہے جو ساتوں آسمانوں کے اوپر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔'' اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا:[لَقَدْ حَكَمْتَ فِيهِمْ بِحُكْمِ الْمَلِكِ] ''سعد تو نے وہ فیصلہ کیا ہے جو (اللہ) بادشاہ کا فیصلہ ہے۔'' پھر رسول اللہ ﷺ کے حکم سے خندقیں کھودی گئیں اور انھیں پیچھے کی طرف ہاتھ باندھے ہوئے لایا گیا اور ان کی گردنیں اڑا دی گئیں، ان مارے جانے والوں کی تعداد سات سو سے آٹھ سو کے درمیان تھی اور ان لڑکوں کو جن کے ابھی زیر ناف بال نہیں اگے تھے، عورتوں اور مالوں کے ساتھ غلام بنا لیا گیا۔[2] یہ تمام واقعات اپنے دلائل واحادیث کے

---

[1] یہ قیام تعظیماً نہیں تھا بلکہ زخمی ہونے کی وجہ سے سعد رضی اللہ عنہ کو سواری سے اترنے میں مدد دینے کے لیے تھا۔ اس کی دلیل [فَأَنْزِلُوهُ] ''انھیں اتاریں'' کے صریح الفاظ ہیں، چنانچہ مسند أحمد:142/6 میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح حدیث ہے: [قُومُوا إِلٰى سَيِّدِكُمْ فَأَنْزِلُوهُ] ''اپنے سردار کی طرف اٹھو اور انھیں (سواری سے) اتارو۔'' نیز یہ خطاب سعد رضی اللہ عنہ کے قبیلے والوں سے تھا۔ عام حکم نہیں تھا جیسا کہ صحیح البخاری، المغازی، باب مرجع النبی ﷺ من الأحزاب......، حدیث:4121 میں ہے: قَالَ لِلْأَنْصَارِ آپ نے انصار سے فرمایا۔ بنابریں اس حدیث سے قیام تعظیمی کے جواز کی دلیل لینا درست نہیں۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے فتح الباری:51/11، تحت الحدیث:6262 و مرقاۃ المفاتیح:473/8، تحت الحدیث:4695. [2] صحیح البخاری، الجهاد والسیر، باب إذا نزل العدو علی حکم رجل، حدیث :3043 و صحیح مسلم، الجهاد والسیر، باب جواز قتال من نقض العهد......، حدیث:1768عن أبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ. اور تفصیل کے لیے دیکھیے مسند أحمد142,141/6 و صحیح ابن حبان، إخباره ﷺ عن مناقب الصحابة......، ذكر وصف دعاء سعد بن معاذ......: 501-498/15، حدیث: 7028 والمصنف لعبد الرزاق، وقعة الأحزاب وبنی قریظة:372-367/5، حدیث:9737 والمعجم الكبير للطبرانی:79/19، حدیث:160و تفسیر الطبری:184-181/21. ملحوظہ :[من فوق سبعة أرقعة] کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری: 412/7، المغازی، حدیث:4121 کے ذیل میں لکھتے ہیں: یہ روایت ابن اسحاق، علقمہ بن وقاص کی مراسیل میں سے ہے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ساتھ تفصیلاً ثابت ہیں۔ اور اس کی تفصیل میں نے سیرت کے موضوع پر تحریر کردہ مختصر و جامع کتاب میں درج کر دی ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاهَرُوْهُمْ﴾ ''اور ان لوگوں کو جنھوں نے ان کی مدد کی تھی، اتار دیا۔'' یعنی جنھوں نے قریش و غطفان کے لشکروں سے تعاون کیا اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کرنے میں ان کی مدد کی تھی۔ ﴿مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ﴾ ''اہل کتاب میں سے۔'' یعنی بنو قریظہ جو یہودی تھے اور بنی اسرائیل کے بعض قبائل سے تھے، ان کے آباء اجداد تو زمانۂ قدیم سے حجاز میں اس لیے آ کر بس گئے تھے کہ جب وہ نبی اُمّی تشریف لائیں جن کا تذکرہ انھوں نے تورات و انجیل میں دیکھا تھا تو یہ ان کی اتباع کریں۔ ﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ﴾ (البقرة 2:89) ''پھر جس چیز کو وہ خوب پہچانتے تھے جب ان کے پاس آ پہنچی، تو اس سے کافر ہو گئے۔'' ان پر اللہ کی لعنت ہو!

﴿مِنْ صَیَاصِیْهِمْ﴾ ''ان کے قلعوں سے۔'' مجاہد، عِکرِمہ، عطاء، قتادہ، سُدِّی اور بہت سے ائمۂ سلف کا قول ہے کہ ﴿صَیَاصِیْهِمْ﴾ کے معنی ان کے قلعے ہیں۔ [1] ﴿وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ﴾ ''اور ان کے دلوں میں دہشت ڈال دی۔'' رعب سے یہاں خوف مراد ہے کیونکہ ان لوگوں نے مشرکین کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کے لیے تعاون و امداد دی تھی جبکہ وہ لوگ جو حالات کو قریب سے معلوم کرتے ہوں ان کی طرح نہیں ہوتے جو حالات سے واقف نہیں ہوتے۔ انھوں نے مسلمانوں کو خوف میں مبتلا کر دیا اور انھیں قتل کر دینے کا ارادہ کیا تاکہ دنیا میں انھیں غلبہ حاصل ہو جائے مگر صورت حال اس کے برعکس ہو گئی، ان کی سب تدبیریں الٹی ہو گئیں، انھوں نے دنیا میں معزز ہونے کا پروگرام بنایا تھا مگر ذلیل و رسوا ہو گئے، انھوں نے مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کا ارادہ کیا تھا مگر خود مٹ گئے، پھر آخرت کی شقاوت اس پر مستزاد، الغرض! انھوں نے سراسر خسارے کا سودا کیا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِیْقًا ﴿26﴾﴾ ''کتنوں کو تم قتل کرتے تھے اور کتنوں کو قید کر لیتے تھے۔'' جن لوگوں کو قتل کیا گیا وہ جنگجو تھے اور جنھیں قیدی بنایا گیا وہ چھوٹے بچے اور عورتیں تھیں۔ اور امام احمد رحمہ اللہ نے عَطِیّہ قُرَظی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مجھے غزوۂ بنو قریظہ کے موقع پر نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا کیونکہ صحابۂ کرام کو میری بلوغت کے بارے میں شک تھا، نبی ﷺ نے حکم دیا کہ وہ یہ دیکھیں کہ میرے زیر ناف بال اگے ہیں یا نہیں، انھوں نے جب دیکھا تو وہ ابھی نہیں اگے تھے، لہٰذا انھوں نے مجھے چھوڑ دیا اور قیدیوں میں شامل کر دیا۔ [2] اسی طرح اسے اہل سنن نے بیان کیا اور امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔ [3] اور امام نسائی نے بھی اسے بروایت عطیہ

---

[1] تفسیر الطبری: 186,185/21. [2] مسند أحمد: 383/4. [3] جامع الترمذی، السیر، باب ماجاء فی النزول علی الحکم، حدیث: 1584 و سنن أبی داود، الحدود، باب فی الغلام یصیب الحد، حدیث: 4405,4404 و سنن النسائی، الطلاق، باب متی یقع طلاق الصبی؟ حدیث: 3460,3459 و سنن ابن ماجه، الحدود، باب من لا یجب علیه الحد، حدیث: 2542,2541.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ

اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دیجیے: اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمھیں کچھ (دنیوی) فائدہ دوں اور تمھیں بڑے اچھے

وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿28﴾ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ

طریقے سے رخصت کردوں ﴿28﴾ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو، تو اللہ نے تم میں سے نیک کام کرنے والیوں کے لیے

لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿29﴾

بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے ﴿29﴾

بیان کیا ہے۔[1]

﴿وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَ دِيَارَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ﴾ ''اور ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے مالوں کا تم کو وارث بنا دیا۔'' یعنی جب تم نے انھیں قتل کر دیا تو ان کے مال و جائیداد کا تم کو وارث بنا دیا۔ ﴿وَ اَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا﴾ ''اور اس زمین کا بھی جسے تم نے پامال نہیں کیا تھا۔'' اس سے مراد خیبر[2] اور ایک قول کے مطابق مکہ ہے۔[3] اسے امام مالک نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے اور ایک اور قول کے مطابق اس سے فارس اور روم کی زمین ہے۔[4] امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ سارے علاقے ہو سکتے ہیں۔[5] ﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿27﴾﴾ ''اور اللہ ہر چیز پر خوب قدرت رکھنے والا ہے۔''

تفسیر آیات: 29,28

ازواج مطہرات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں رہنے یا نہ رہنے کا اختیار: یہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی بیویوں کو اختیار دے دیں کہ اگر وہ چاہیں تو آپ کو چھوڑ کر کسی اور شخص کے پاس چلی جائیں جس سے ان کو دنیا اور اس کا ساز و سامان حاصل ہو جائے اور اگر وہ چاہیں تو اس تنگ حالی میں آپ کے پاس رہ کر صبر کریں، اس صورت میں اللہ تعالیٰ انھیں بے حد اجر و ثواب سے سرفراز فرمائے گا۔ اس اختیار کے بعد ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو اپنے لیے پسند فرمایا تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بھی انھیں دنیا کی بھلائی اور آخرت کی سعادت دونوں سے سرفراز فرما دیا تھا، امام بخاری نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بیویوں کو اختیار دے دینے کا حکم دیا تو آپ ان کے پاس تشریف لائے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے مجھ سے گفتگو فرمائی، آپ نے ارشاد فرمایا: [إِنِّي ذَاكِرٌ لَّكِ أَمْرًا فَلَا عَلَيْكِ أَنْ تَسْتَعْجِلِي حَتّٰى تَسْتَأْمِرِي أَبَوَيْكِ] ''میں تم سے ایک بات کہتا ہوں، جواب دینے میں جلدی نہ کرنا بلکہ اپنے والدین سے بھی مشورہ کر لینا۔'' آپ اس بات کو خوب جانتے تھے کہ میرے والدین مجھے آپ سے علیحدگی اختیار کرنے کا حکم کبھی بھی

[1] السنن الكبرى للنسائي، السير، باب حد الإدراك: 185/5، حديث: 8621,8620. [2] تفسير ابن أبي حاتم: 3126/9 وتفسير الطبري: 187,186/21. [3] تفسير ابن أبي حاتم: 3126/9 وتفسير الطبري: 186/21. [4] تفسير الطبري: 186/21 و تفسير ابن أبي حاتم: 3126/9. [5] تفسير الطبري: 187/21.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

نہیں دے سکتے تھے، پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ ﴾ ''اے پیغمبر! اپنی بیویوں سے کہہ دیں۔'' اور آپ نے پوری دو آیتیں تلاوت فرمائیں، یہ سن کر میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی: میں کس بات میں اپنے والدین سے مشورہ کروں؟ میں تو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور آخرت کے گھر (جنت) کی طلب گار ہوں۔[1]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو معلق بھی روایت کیا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر نبی ﷺ کی دیگر بیویوں نے بھی یہی جواب دیا جو جواب میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا تھا۔[2]

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اختیار دے دیا تھا مگر ہم نے آپ ہی کا انتخاب کیا تو آپ نے اسے کوئی چیز (طلاق وغیرہ) شمار نہیں کی۔[3] امام بخاری و مسلم نے اسے بروایت اعمش بیان کیا ہے۔[4]

اور امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی یہ روایت کیا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی، اس وقت بہت سے لوگ آپ کے دروازے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور نبی ﷺ اپنے گھر کے اندر تشریف فرما تھے، ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اجازت نہ ملی، پھر عمر رضی اللہ عنہ آئے اور انھوں نے اجازت طلب کی مگر انھیں بھی اجازت نہ ملی، پھر تھوڑی ہی دیر بعد ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو اجازت مل گئی، دونوں اندر چلے گئے اور انھوں نے دیکھا کہ نبیٔ اکرم ﷺ تشریف فرما ہیں اور آپ کے پاس آپ کی بیویاں بھی موجود ہیں مگر رسول اللہ ﷺ خاموش ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے بات کرتا ہوں شاید آپ ہنس پڑیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اگر بنت زید، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی، اب مجھ سے خرچ کا سوال کرے تو میں اس کی گردن دبا دوں گا، یہ سن کر نبیٔ اکرم ﷺ اس قدر ہنسے کہ آپ کی ڈاڑھیں مبارک نظر آنے لگیں، آپ نے فرمایا: [هُنَّ حَوْلِي كَمَا تَرٰى، يَسْأَلْنَنِي النَّفَقَةَ] ''یہ میری بیویاں بھی جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں میرے پاس نفقہ طلب کرنے کے لیے جمع ہیں۔'' ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے تاکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ماریں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت حفصہ کو مارنے کے لیے کھڑے ہوئے اور دونوں اپنی صاحبزادیوں سے کہہ رہے تھے کہ تم رسول اللہ ﷺ سے وہ چیز مانگ رہی ہو جو آپ کے پاس موجود ہی نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ نے دونوں کو مارنے سے منع فرما دیا اور ازواج مطہرات نے بھی کہا کہ اس کے بعد آئندہ ہم کبھی بھی رسول اللہ ﷺ سے کسی ایسی چیز کا مطالبہ نہیں کریں گی جو آپ کے پاس موجود ہی نہ ہو، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اختیار سے متعلق یہ آیات کریمہ نازل فرمائیں۔

اور اس بارے میں آپ نے سب سے پہلے عائشہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: [إِنِّي ذَاكِرٌ لَّكِ أَمْرًا، مَّآ أُحِبُّ أَنْ

---

[1] صحیح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ ﴾ ...... (الأحزاب 28:33)......، حديث: 4785. [2] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ﴾ ...... (الأحزاب 29:33) ......، حديث: 4786. [3] مسند أحمد: 145/6 . [4] صحيح البخاري، الطلاق، باب من خير أزواجه......، حديث: 5262 وصحيح مسلم، الطلاق، باب بيان أن تخييره امرأته......، حديث: 1477.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ؕ

اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو کوئی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کرے، اسے دوہرا عذاب دیا جائے گا، اور اللہ کے لیے

وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿30﴾

یہ نہایت آسان ہے ﴿30﴾

تَسْتَعْجِلِي فِيهِ حَتّٰى تَسْتَأْمِرِي أَبَوَيْكِ] ''میں تم سے ایک بات کہتا ہوں لیکن میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تم اپنے والدین سے مشورہ کیے بغیر جلدی سے جواب دے دو۔'' انھوں نے عرض کی: کیا بات ہے؟ تو آپ نے اس آیت کریمہ: ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ ...... ﴾ کی تلاوت فرمادی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: کیا میں آپ کے بارے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں؟ میں تو اپنے لیے اللہ اور اس کے رسول ہی کو پسند کرتی ہوں اور آپ سے گزارش یہ ہے کہ اپنی بیویوں میں سے کسی سے میرے انتخاب کا ذکر نہ کرنا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَبْعَثْنِي مُعَنِّفًا وَّلٰكِنْ بَعَثَنِي مُعَلِّمًا مُّيَسِّرًا، لَّا تَسْأَلُنِي امْرَأَةٌ مِّنْهُنَّ عَمَّا اخْتَرْتِ إِلَّا أَخْبَرْتُهَا] ''اللہ تعالیٰ نے مجھے سختی کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا بلکہ مجھے تو معلم اور آسانی پیدا کرنے والا بنا کر مبعوث فرمایا ہے، اگر کسی نے تمھارے انتخاب کے بارے میں مجھ سے پوچھا تو میں اسے بتا دوں گا۔''[1] اسے صرف امام مسلم نے ہی بیان کیا ہے، بخاری نے نہیں، جبکہ امام مسلم اور امام نسائی نے اس کو بروایت زکریا بن اسحاق مکی بیان کیا ہے۔[2]

عکرمہ کہتے ہیں کہ اس وقت آپ کے حبالۂ عقد میں نو (9) ازواج مطہرات تھیں جن میں سے یہ پانچ خاندان قریش سے تھیں: (1) عائشہ (2) حفصہ (3) ام حبیبہ (4) سَوْدہ اور (5) ام سلمہ رضی اللہ عنہن اور ان کے علاوہ (6) صَفِیَّہ بنت حُیَی تھیں ان کا تعلق قبیلۂ بنو نضیر سے تھا، (7) میمونہ بنت حارث تھیں جن کا تعلق قبیلۂ ہلال سے تھا، (8) زینب بنت جحش تھیں جو بنو اسد سے تھیں اور (9) جویریہ بنت حارث تھیں جو بنو مصطلق سے تھیں۔[3] رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُنَّ وَأَرْضَاهُنَّ.

تفسیر آیت: 30

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن عام عورتوں جیسی نہیں ہیں: اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی بیویوں کو وعظ و نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ہے جنھوں نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو پسند کر لیا تھا اور جس کی وجہ سے وہ بدستور رسول اللہ ﷺ کی بیویاں ہی رہیں تو اس موقع کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس بات کو مناسب سمجھا کہ انھیں یہ بھی بتا دیا جائے کہ دیگر تمام عورتوں کی نسبت ان کے لیے یہ حکم خاص ہے کہ ان میں سے جو کوئی صریح ناشائستہ حرکت کرے گی اس کو دونی سزا دی جائے گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہاں ناشائستہ حرکت سے مراد سرکشی اور بد خلقی ہے۔[4] بہر حال یہ جملہ شرطیہ ہے اور شرط واقع

---

[1] مسند أحمد: 328/3. [2] صحیح مسلم، الطلاق، باب بیان أن تخییره امرأته......، حدیث: 1478 و السنن الکبرٰی للنسائی، عشرة النساء: 384,383/5، حدیث: 9208. [3] تفسیر الطبری: 189/21. [4] زاد المسیر: 204/6 و تفسیر البغوی: 635/3.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہونے کا تقاضا نہیں کرتی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَاِلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ﴾ (الزمر 65:39) ''اور البتہ تحقیق (اے محمد!) آپ کی طرف اوران (پیغمبروں) کی طرف جو آپ سے پہلے ہو چکے ہیں، یہی وحی بھیجی گئی ہے کہ اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے عمل برباد ہو جائیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝﴾ (الأنعام 89:6) ''اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو جو عمل وہ کرتے تھے سب ضائع ہو جاتے۔'' اور فرمایا: ﴿قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ ۝﴾ (الزخرف 81:43) ''کہہ دیں کہ اگر اللہ کے لیے اولاد ہو تو میں (سب سے پہلے (اس کی) عبادت کرنے والا ہوں۔'' اور فرمایا: ﴿لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝﴾ (الزمر 4:39) ''اگر اللہ کسی کو اپنا بیٹا بنانا چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا انتخاب کر لیتا، وہ پاک ہے وہی تو اللہ یکتا، نہایت زبردست ہے۔''

ازواج مطہرات کا مقام ومرتبہ جب بہت بلند تھا تو مناسب ہے کہ اگر ان سے کوئی گناہ سرزد ہو تو اس کی سزا بھی بہت سخت ہوتا کہ ان کے بلند وبالا مقام ومرتبہ کی حفاظت کی جا سکے، اسی لیے فرمایا: ﴿مَنْ یَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ یُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ ؕ﴾ ''تم میں سے جو کوئی صریح ناشائستہ حرکت کرے گی، اس کو دونی سزا دی جائے گی۔'' امام مالک نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ ﴿یُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ ؕ﴾ سے مراد دنیا وآخرت میں دونی سزا دی جائے گی۔ [1] ابن ابو نجیح اور مجاہد سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ﴿وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا ۝﴾ ''اور یہ (بات) اللہ کو آسان ہے۔''

[1] تفسیر ابن أبی حاتم: 3129/9 و تفسیر عبدالرزاق: 37/3، رقم: 2335 عن قتادة.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا

اور تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے اور نیک عمل کرے تو ہم اسے اس کا اجر دوگنا دیں گے، اور اس

لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿31﴾

کے لیے ہم نے اچھا رزق تیار کر رکھا ہے ﴿31﴾

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ

اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم متقی و پرہیز گار رہو تو (کسی بھی غیر محرم سے) آہستگی و نرمی سے بات نہ کیا کرو کیونکہ وہ شخص جس کے

قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿32﴾ ۚ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ

الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ

زیب و زینت کی نمائش کے مانند (اپنی) زیب و زینت کی نمائش نہ کرتی پھرو، اور نماز قائم کرو اور زکاۃ دو، اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اے

عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿33﴾ ۚ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ

اہل بیت! بس اللہ تو چاہتا ہے کہ وہ تم سے ناپاکی دور کر دے، اور تمھیں بالکل پاک صاف کر دے ﴿33﴾ اور تمھارے گھروں میں جو اللہ کی آیات اور سنت

اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿34﴾ ع 4/7 1

(کی باتیں) پڑھی جاتی ہیں وہ یاد کرو، یقیناً اللہ نہایت باریک بین، خوب باخبر ہے ﴿34﴾

تفسیر آیت: 31

امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے لیے انعامات: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے عدل و فضل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ﴾ ”اور جو تم میں سے اللہ اور اس کے رسول کی فرماں بردار رہے گی۔“ یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گی اور ان کے احکام کے آگے سر تسلیم خم کر دے گی ﴿ نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿31﴾ ﴾ ”اس کو ہم دونا ثواب دیں گے اور اس کے لیے ہم نے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے۔“ یعنی جنت میں وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اعلیٰ علیین کے درجات ہی میں ہوں گی اور تمام مخلوقات کے درجات کے اوپر مقام وسیلہ میں ہوں گی جو جنت کا وہ درجہ ہے جو عرش الٰہی سے قریب ترین ہے۔

تفسیر آیات: 32-34

امہات المومنین رضی اللہ عنہن دیگر خواتین کے لیے اسوہ ہیں: یہ وہ آداب ہیں جن کے اختیار کرنے کا اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی بیویوں کو حکم دیا اور امت کی عورتیں اس سلسلے میں ان کی تابع ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی ازواج مطہرات سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کو اس طرح اختیار کریں جس طرح اس نے انھیں حکم دیا ہے تو کوئی دوسری عورت ان جیسی نہیں ہو سکتی اور نہ فضیلت اور مقام و مرتبہ میں ان تک پہنچ سکتی ہے، پھر فرمایا: ﴿ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ ﴾ ”تو تم

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

(کسی اجنبی شخص سے) بات کرنے میں نرمی نہ کیا کرو۔'' سُدّی وغیرہ نے کہا ہے کہ ﴿ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ ﴾ سے مراد اس وقت نرم نرم باتیں کرنا ہے جب اجنبی مردان سے مخاطب ہوں۔[1] اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ ﴾ ''تاکہ وہ شخص جس کے دل میں بیماری ہے (اس سے) کوئی طمع (نہ) کرلے۔'' ﴿ مَرَضٌ ﴾ سے مراد پوشیدہ شرارت ہے۔ ﴿ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴾ ''اور دستور کے مطابق بات کیا کرو۔'' ابن زید کہتے ہیں کہ ایسی بات جو نیکی کے اعتبار سے اچھی، خوب صورت اور دستور کے مطابق ہو۔[2] اس آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ وہ اجنبی مردوں سے اس انداز سے کلام کریں جس میں نرمی نہ ہو، یعنی کوئی عورت اجنبی مردوں سے اس انداز سے گفتگو نہ کرے جس طرح وہ اپنے شوہر سے کرتی ہے۔ اور فرمایا: ﴿ وَ قَرْنَ فِي بُيُوْتِكُنَّ ﴾ ''اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔'' یعنی اپنے گھروں ہی میں رہو اور ضرورت کے بغیر گھروں سے باہر نہ نکلو، شرعی ضرورتوں میں سے مسجد میں نماز ادا کرنا بھی ہے، بشرطیکہ اس کی شرائط کو پورا کیا جائے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ وَلٰكِنْ لِّيَخْرُجْنَ وَهُنَّ تَفِلَاتٌ] ''اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں (میں جانے) سے منع نہ کرو، لیکن انھیں زیب وزینت کے بغیر نکلنا چاہیے۔''[3] اور ایک روایت میں ہے: [وَبُيُوتُهُنَّ خَيْرٌ لَّهُنَّ] ''اور ان کے گھر ہی ان کے لیے بہت بہتر ہیں۔''[4]

اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى ﴾ ''اور جس طرح (پہلے) جاہلیت (کے دنوں) میں اظہار تجمل کرتی تھیں اس طرح زینت نہ دکھاؤ۔'' مجاہد کہتے ہیں کہ عورت نکل کر مردوں کے آگے چلنا شروع کر دیتی تھی، یہی زمانۂ جاہلیت کا اظہار زیب وزینت ہے۔[5] امام قتادہ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى ﴾ سے مراد ہے کہ اگر وہ گھروں سے نکل کر ناز وادا کے ساتھ لچکے کھاتے اور اِٹھلاتے ہوئے چلیں تو اس سے اللہ تعالیٰ نے انھیں منع فرمایا دیا ہے۔[6] اور مقاتل بن حیان کہتے ہیں کہ اس آیت: ﴿ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ عورت اپنے دوپٹے کو سر پر لٹکا لے اور اپنے ہار، اپنے جھمکے اور اپنے گلے کو نہ چھپائے بلکہ ان سب چیزوں کو نمایاں کر دے، یہی اظہار زیب وزینت ہے۔[7] خطاب اگرچہ براہ راست ازواج مطہرات سے ہے لیکن یہ حکم عام ہے اور سب مسلمان عورتوں کے لیے ہے۔ اور فرمایا: ﴿ وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ﴾ ''اور نماز پڑھتی رہو اور زکاۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرتی رہو۔'' پہلے انھیں برائی سے منع کیا گیا اور اب انھیں نیکی کا حکم دیتے ہوئے نماز قائم کرنے اور زکاۃ ادا کرنے کی تلقین کی جا رہی ہے، نماز اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت ہے اور زکاۃ اس کی مخلوق کے ساتھ احسان ہے۔ ﴿ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ﴾ ''اور اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرتی رہو۔'' یہ عام کے خاص پر عطف

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 3130/9 و تفسیر الطبري: 5/22. [2] تفسیر الطبري: 5/22. [3] سنن أبي داود، الصلاة، باب ماجاء في خروج النساء......، حدیث: 565 عن أبي هريرة رضي الله عنه. [4] سنن أبي داود، الصلاة، باب ماجاء في خروج النساء، حدیث: 567 و مسند أحمد: 76/2 عن ابن عمر رضي الله عنه. [5] تفسیر عبدالرزاق: 38/3، رقم: 2340. [6] تفسیر الطبري: 6/22. [7] تفسیر ابن أبي حاتم: 2642/8.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کے باب سے ہے۔

ازواج مطہرات اہل بیت میں سے ہیں: اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴾ ”اے (پیغمبر کے) اہل بیت! اللہ صرف چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی دور کردے اور تمھیں بالکل پاک صاف کردے۔“ یہ آیت کریمہ نص ہے کہ ازواج مطہرات بھی نبی ﷺ کے اہل بیت میں شامل ہیں کیونکہ ازواج مطہرات ہی اس آیت کریمہ کے نزول کا سبب ہیں جبکہ توسع اور عموم کے طور پر دیگر خواتین بھی اس میں داخل ہیں، یعنی ان کے لیے بھی یہی حکم ہے۔ بہت سی احادیث آئی ہیں جو اس آیت کے عموم پر دلالت کرتی ہیں۔ ابن جریر نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بازار میں اس آیت کریمہ: ﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴾ کو بلند آواز سے پڑھتے، پھر فرماتے کہ یہ آیت بطور خاص نبی ﷺ کی ازواج مطہرات کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[1] اور اسی طرح ابن ابوحاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اس آیت کریمہ: ﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ آیت بطور خاص نبی ﷺ کی ازواج مطہرات کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[2] عکرمہ کہتے ہیں کہ جو چاہے میں اس سے مباہلہ کرنے کے لیے تیار ہوں کہ یہ آیت کریمہ نبیٔ اکرم ﷺ کی بیویوں کی شان میں نازل ہوئی ہے۔[3]

اس آیت کریمہ کے نزول کا سبب تو ازواج مطہرات ہی ہیں لیکن توسع اور عموم کے طور پر دیگر اہل بیت بھی اس میں شامل ہیں۔ ابن جریر نے صَفِیَّہ بنت شَیْبَہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نکلے اور آپ نے سیاہ بالوں کی بنی ہوئی چادر اوڑھی ہوئی تھی پس حسن رضی اللہ عنہ آگئے اور آپ نے انھیں اس چادر میں داخل کرلیا، پھر حسین رضی اللہ عنہ آئے اور آپ نے انھیں بھی اس چادر میں داخل کرلیا، پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور آپ نے انھیں بھی اس چادر میں داخل کرلیا، پھر علی رضی اللہ عنہ آئے اور آپ نے انھیں بھی داخل کرلیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کریمہ: ﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴾ کی تلاوت فرمائی۔[4] اسے امام مسلم نے بھی بیان کیا ہے۔[5]

اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں یزید بن حیان سے روایت کیا ہے کہ میں، حصین بن سَبُرہ اور عمر بن مسلم، زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ہم ان کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ حُصَین نے ان سے عرض کی: زید! آپ نے تو خیر کثیر کو حاصل کیا ہے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی، آپ کے ارشادات کو سنا، آپ کے ساتھ غزوات میں شرکت کی اور آپ کے پیچھے نمازیں پڑھنے کا شرف حاصل کیا، زید! آپ نے تو بلاشبہ خیر کثیر کو حاصل کیا ہے، زید! ہمیں بھی کوئی ایسی بات سنائیں جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہو، انھوں نے جواب دیا: میرے بھتیجے! اب میری عمر زیادہ ہوگئی ہے اور طویل عرصہ گزر گیا ہے، اس

---

[1] تفسير الطبري:13/22. [2] تفسير ابن أبي حاتم:3132/9. [3] تفسير ابن أبي حاتم:3132/9. [4] تفسير الطبري:9/22. [5] صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب فضائل أهل بيت النبي ﷺ، حديث:2424.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

لیے میں بعض احادیث کو بھول گیا ہوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سن کر یاد کی تھیں، لہٰذا میں تم سے جو حدیث بیان کروں (وہ مجھے یاد ہونی چاہیے) اسے قبول کرلو اور جو بیان نہ کروں، اس کے بارے میں مجھے مجبور نہ کیا کرو، پھر انھوں نے کہا کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ خُم نامی ایک چشمے پر خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے کھڑے ہوئے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی، وعظ ونصیحت کی، پھر فرمایا:[أَمَّا بَعْدُ، أَلَا أَيُّهَا النَّاسُ! فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ يُوشِكُ أَنْ يَّأْتِيَ رَسُولُ رَبِّي فَأُجِيبَ وَأَنَا تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ أَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ فِيهِ الْهُدٰى وَالنُّورُ فَخُذُوا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ] ''حمد وثنا کے بعد لوگو! خبردار آگاہ رہو، میں بشر ہوں، ممکن ہے کہ عنقریب میرے پاس میرے رب کا قاصد پیغام لے کر آجائے اور میں لبیک کہہ دوں، میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ رہا ہوں، ان میں سے پہلی چیز تو اللہ کی کتاب ہے، اس میں ہدایت اور نور ہے پس اللہ کی کتاب کو لے لو اور اسے مضبوطی سے تھام لو۔'' آپ نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرف آمادہ کیا اور اس کی بہت ترغیب دی، پھر فرمایا:[وَأَهْلُ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي] ''اور (دوسری چیز) میرے اہل بیت ہیں، اپنے اہل بیت کے بارے میں تمھیں اللہ تعالیٰ یاد دلاتا ہوں، اپنے اہل بیت کے بارے میں تمھیں اللہ تعالیٰ یاد دلاتا ہوں، اپنے اہل بیت کے بارے میں تمھیں اللہ تعالیٰ یاد دلاتا ہوں۔'' تو حصین نے پوچھا: زید! اہل بیت سے کون مراد ہیں؟ کیا آپ ﷺ کی بیویاں اہل بیت میں سے نہیں ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں، آپ کی بیویاں بھی اہل بیت میں سے ہیں لیکن آپ کے اہل بیت وہ ہیں جن پر آپ کے علاوہ صدقہ حرام ہے۔ زید نے پوچھا: وہ کون لوگ ہیں جن پر آپ کے علاوہ صدقہ حرام ہے؟ انھوں نے جواب دیا: وہ آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس رضی اللہ عنہم ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ان سب لوگوں پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے؟ زید نے جواب دیا: ہاں۔[1] یہ زید بن ارقم کی تفسیر ہے، مرفوع روایت نہیں ہے۔

کتاب وسنت پر عمل کا حکم: جو شخص بھی قرآن مجید میں تدبر کرے گا تو اسے اس بارے میں ذرہ بھر شک نہیں ہوگا کہ ازواج مطہرات اس آیت: ﴿ إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴾ میں داخل ہیں کیونکہ کلام کا سیاق انھی کے بارے میں ہے، اسی لیے اس سب کچھ کے بعد فرمایا: ﴿ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ﴾ ''اور تمھارے گھروں میں جو اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور حکمت (کی باتیں سنائی جاتی ہیں) ان کو یاد رکھو۔'' یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ تمھارے گھروں میں اپنے رسول ﷺ پر جس کتاب وحکمت کو نازل فرما رہا ہے اس کے مطابق عمل کرو۔ امام قتادہ اور کئی ایک ائمۂ تفسیر نے یہی معنی کیے ہیں۔[2] اس نعمت کو یاد کرو جو عام لوگوں میں سے بطور خاص صرف تمھارے حصے میں آئی ہیں اور وہ یہ کہ تمام لوگوں میں سے صرف تمھارے گھر ہی ایسے ہیں جن میں وحی نازل ہوتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ

---

① صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل علي بن أبي طالب رضي الله عنه، حديث: 2408. ② تفسير ابن أبي حاتم: 3133/9 و تفسير الطبري: 13/22.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بنت صدیق رضی اللہ عنہا دیگر ازواج کی نسبت اس نعمت کی سب سے زیادہ مستحق، اس غنیمت کی سب سے زیادہ حصے دار اور اس بے پایاں رحمت کے سب سے زیادہ لائق تھیں کہ آپ کے سوا کسی دوسری خاتون کے بستر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل نہیں ہوتی تھی جیسا کہ خود رسول اللہ نے اس کی صراحت فرمائی ہے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اس کا سبب یہ ہے کہ آپ کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دوسری باکرہ خاتون سے شادی نہیں کی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی دوسرا شخص آپ کے ساتھ آپ کے بستر میں نہیں سویا تھا، لہٰذا یہ بات بہت مناسب تھی کہ آپ کو اس اعزاز سے سرفراز فرمایا جاتا اور اس بلند مرتبے سے نوازا جاتا لیکن جب دیگر ازواج مطہرات بھی اہل بیت ہی میں سے ہیں تو اس قرابت کی وجہ سے وہ بھی اس نام کی مستحق قرار پائیں۔

ابن ابو حاتم نے ابو جمیلہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے بعد حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما خلیفہ بنے، وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے ان پر حملہ آور ہو کر اپنے خنجر سے وار کر دیا، حُصَین کا خیال ہے کہ جس شخص نے ان پر حملہ کیا وہ بنو اسد کا ایک شخص تھا، حسن رضی اللہ عنہ حملے کے وقت سجدے کی حالت میں تھے اور لوگوں کا خیال ہے کہ نیزہ آپ کے سرین پر لگا تھا جس کی وجہ سے آپ کئی مہینے بیمار رہے، پھر صحت یاب ہو گئے تو منبر پر بیٹھے اور فرمایا: اے اہل عراق! ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، ہم تمھارے حکمران بھی ہیں اور مہمان بھی اور ہم وہ اہل بیت ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝ ﴾ آپ بار بار اس آیت کریمہ کی تلاوت فرماتے رہے حتی کہ مسجد میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو زار و قطار رو نہ رہا ہو۔[1]

اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ۝ ﴾ ”بے شک اللہ بڑا باریک بین، نہایت باخبر ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم ہی سے تم اس بلند مقام و مرتبہ تک پہنچی ہو اور اسے تمھارے بارے میں خوب معلوم ہے کہ تم اس کی اہل بھی ہو، اسی وجہ سے اس نے تمھیں یہ مقام و مرتبہ عطا فرمایا اور اسے تمھارے لیے مخصوص کر دیا ہے۔ ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ اس نے تمھیں ایسے گھروں میں رکھا ہے جن میں اللہ تعالیٰ کی آیات و حکمت کی تلاوت ہوتی ہے، لہٰذا تم اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاؤ اور اس کی حمد و ثنا کرتے رہا کرو۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ۝ ﴾ ”بے شک اللہ بڑا باریک بین، نہایت باخبر ہے۔“ تمھارے ساتھ اس نے لطف و کرم کا معاملہ فرمایا کہ تمھیں ایسے گھروں میں پہنچا دیا ہے جن میں اللہ تعالیٰ کی آیات و حکمت کی تلاوت ہوتی ہے۔ حکمت سے مراد سنت ہے اور اللہ تعالیٰ تمھارے بارے میں خوب باخبر ہے کہ اس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بیویوں کے طور پر تمھارا انتخاب فرمایا ہے۔[2] اور امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ: ﴿ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ﴾ میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کا ازواج مطہرات پر بطور احسان ذکر فرمایا ہے۔[3] عطیہ عوفی نے ﴿ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ۝ ﴾ کے بارے میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ

① تفسیر ابن أبي حاتم: 3132/9 . ② تفسیر الطبری: 13/22. ③ تفسیر الطبری: 13/22.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں، سچے مرد اور سچی عورتیں، صابر مرد اور صابر

وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ

عورتیں، عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں، صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں، روزہ دار مرد اور روزہ دار

وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ

عورتیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کا بکثرت ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، ان

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿35﴾

سب کے لیے اللہ نے مغفرت اور بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے ﴿35﴾

اس کے استخراج کے اعتبار سے لطیف اور اس کے مقام کے اعتبار سے خبیر ہے۔[1] اسے ابن ابوحاتم نے روایت کیا، پھر کہا ہے کہ ربیع بن انس نے قتادہ سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔[2]

تفسیر آیت:35

بخشش اور اجر عظیم کے مستحق لوگ: امام احمد نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: کیا بات ہے ہمارا قرآن مجید میں اس طرح ذکر نہیں ہوتا جس طرح مردوں کا ذکر ہوتا ہے؟ ایک دن اچانک میں نے یہ دیکھا کہ آپ منبر پر اعلان فرما رہے تھے، میں اس وقت اپنے بالوں میں کنگھی کر رہی تھی، میں نے بال سمیٹے اور اپنے گھر کے حجرے کی طرف نکلی اور میں نے آپ کے اعلان کو سننے کے لیے کان لگا دیے، آپ منبر کے پاس فرما رہے تھے:[یَا أَیُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللّٰهَ یَقُولُ...... ''لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ......﴾'']۔[3] اور اسی طرح اسے امام نسائی اور ابن جریر نے بھی بیان کیا ہے۔[4]

یہ آیت کریمہ: ﴿اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾ اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام اور ایمان میں فرق ہے، ایمان خاص ہے، اسلام عام ہے۔ جیسا کہ حسب ذیل آیت کریمہ سے بھی معلوم ہوتا ہے: ﴿قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ﴾ (الحجرات 14:49) ''دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے، کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یوں کہو: ہم اسلام لائے ہیں اور ایمان تو ہنوز تمھارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔'' اور صحیحین کی حدیث میں ہے:[لَا یَزْنِی الزَّانِی حِینَ یَزْنِی وَهُوَ مُؤْمِنٌ] ''زانی جس وقت زنا کرتا ہے وہ مومن نہیں ہوتا۔''[5] یعنی اس سے ایمان سلب کر لیا جاتا ہے لیکن اس بات پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اس

[1] تفسیر الطبری: 88/21 عن قتادۃ. [2] تفسیر الطبری: 396/7. [3] مسند أحمد: 305/6. [4] السنن الکبری للنسائی، التفسیر، باب قوله: ﴿إِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ﴾: 431/6، حدیث: 11405 و تفسیر الطبری: 15/22. [5] صحیح البخاری، المظالم، باب النھبی بغیر إذن صاحبه......، حدیث: 2475 و صحیح مسلم، الإیمان، باب بیان نقصان الإیمان بالمعاصی......، حدیث: 57 عن أبی هریرۃ رضی اللہ عنہ.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کافر ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اسلام عام اور ایمان خاص ہے جیسا کہ ہم نے شرح بخاری کے آغاز میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

اور فرمایا: ﴿ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ ﴾ ''اور فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں۔'' قنوت کے معنی سکون کے ساتھ اطاعت کرنے کے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآىِٕمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ﴾ (الزمر 9:39) ''(بھلا مشرک اچھا ہے) یا وہ جو رات کے اوقات میں سجدے کرتے ہوئے اور کھڑے ہو کر طاعت وعبادت کرتا، آخرت سے ڈرتا اور اپنے پروردگار کی رحمت کی امید رکھتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۝ ﴾ (الروم 26:30) ''اور آسمانوں اور زمین میں جتنے (فرشتے اور انسان وغیرہ) ہیں، اسی کے (مملوک ہیں (اور) تمام اس کے فرماں بردار ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝ ﴾ (آل عمرٰن 43:3) ''اے مریم! اپنے پروردگار کی فرماں برداری کرنا اور سجدہ کرنا اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرنا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ۝ ﴾ (البقرۃ 238:2) ''اور اللہ کے لیے فرماں بردار ہو کر کھڑے رہو۔'' اسلام کے بعد ایک بلند مرتبہ ہے اور وہ ایمان ہے اور اطاعت، اسلام وایمان ہی کا ثمر ہے۔

﴿ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ ﴾ ''اور راست باز مرد اور راست باز عورتیں۔'' راست بازی کا تعلق اقوال سے ہے۔ بے شک سچ بولنا بھی بہت قابل ستائش عادت ہے، بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ثابت ہے کہ انھوں نے زندگی بھر کبھی بھی زمانۂ جاہلیت یا اسلام میں جھوٹ نہیں بولا تھا۔ سچ بولنا ایمان کی علامت ہے جیسا کہ جھوٹ بولنا نفاق کی نشانی ہے۔ جس شخص نے سچ بولا وہ نجات پا گیا۔ حدیث میں ہے: [عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ، فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ، وَ(لَا) يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيقًا، وَّإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ، فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ، وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَ(لَا) يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا] ''سچ کو اختیار کرو پس بے شک سچ نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے اور آدمی ہمیشہ سچ بولتا رہتا ہے اور سچ کو تلاش کرتا رہتا ہے حتی کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اسے بہت سچا لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ سے اجتناب کرو پس بے شک جھوٹ برائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور برائی جہنم میں لے جاتی ہے۔ اور آدمی ہمیشہ جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کو تلاش کرتا رہتا ہے حتی کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اسے بہت جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔''[1] سچ کے بارے میں بہت سی احادیث ہیں۔

---

[1] صحيح البخاري، الأدب، باب قول الله تعالى: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ ﴾ (التوبة 119:9) وماينهى عن الكذب، حديث: 6094 وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب قبح الكذب وحسن الصدق، حديث: (105)-2607 واللفظ له. جبکہ دونوں قوسوں والے الفاظ مسند أحمد: 410/1 عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں ہیں۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ ﴾ ''اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں۔'' یہ ثابت قدم لوگوں کی صفت ہے اور اس سے مراد مصائب پر صبر کرنا اور اس بات کو جان لینا ہے کہ جو مقدر میں لکھا جا چکا ہے وہ بہر صورت رونما ہونے والا ہے اور اسے صبر و ثبات کے ساتھ ہی حاصل کیا جا سکتا ہے اور صبر وہ ہے جو صدمۂ اولیٰ کے وقت کیا جائے، یعنی صدمے کے آغاز میں صبر کرنا بہت زیادہ مشکل ہوتا ہے، پھر بعد میں آسان ہوتا جاتا ہے اور وہ بھی صدق و ثبات کی علامت ہے۔

﴿ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ ﴾ ''اور فروتنی کرنے والے مرد اور فروتنی کرنے والی عورتیں۔'' خشوع کے معنی سکون، طمانینت، تحمل، وقار اور تواضع کے ہیں۔ اور اس کا سبب اللہ کا خوف اور اس کی نگہبانی کا تصور ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے: [أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ] ''اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھتے تو وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔''[1]

﴿ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ ﴾ ''اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں۔'' صدقہ ان محتاج اور کمزور لوگوں سے احسان ہے جو کما نہیں سکتے اور جن کے لیے کوئی کمانے والا بھی نہ ہو تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت بجالاتے اور لوگوں کی طرف احسان کرتے ہوئے اپنے زائد مال انھیں دے دیتے ہیں۔ صحیحین میں حدیث ہے: [سَبْعَةٌ يُّظِلُّهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ......وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ، مَاتُنْفِقُ يَمِينُهُ] ''سات شخص ایسے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ اس دن اپنا سایہ فراہم کرے گا جب اس کے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (ان سات سعادت مند لوگوں میں آپ نے اس شخص کا ذکر بھی فرمایا) جو صدقہ کرتا اور اسے اس قدر مخفی رکھتا ہے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی یہ علم نہیں ہوتا کہ اس کا دایاں ہاتھ کیا خرچ کرتا ہے۔''[2] اور ایک دوسری حدیث میں ہے: [وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ] ''اور صدقہ گناہ کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔''[3] صدقہ کی ترغیب کے بارے میں بہت سی احادیث ہیں جو اپنے مقام پر مذکور ہیں۔

﴿ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ ﴾ ''اور روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں۔'' ابن ماجہ کی حدیث میں ہے: [وَزَكَاةُ الْجَسَدِ الصَّوْمُ] ''اور جسم کی زکاۃ روزہ ہے۔''[4] یعنی روزہ جسم کو طبعی اور شرعی لحاظ سے نکمی اور ملاوٹ شدہ

---

[1] صحيح البخاري، الإيمان، باب سؤال جبريل النبيﷺ عن الإيمان والإسلام......، حديث: 50 عن أبي هريرةؓ وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان الإيمان والإسلام......، حديث: 8 عن عمرؓ. ملحوظہ: حافظ ابن کثیر کے ذکر کردہ الفاظ [أُعْبُدِاللّٰهَ] ایک اور روایت کے سیاق میں آتے ہیں، دیکھیے مسند أحمد: 132/2 عن ابن عمرؓ. [2] صحيح البخاري، الزكاة، باب الصدقة باليمين، حديث: 1423 وصحيح مسلم، الزكاة، باب فضل إخفاء الصدقة، حديث: 1031 عن أبي هريرةؓ. [3] جامع الترمذي، السفر، باب ماذكر في فضل الصلاة، حديث: 614 عن كعب بن عجرةؓ و سنن ابن ماجه، الفتن، باب كف اللسان في الفتنة، حديث: 3973 عن معاذ بن جبلؓ. [4] سنن ابن ماجه، الصيام، باب في الصوم زكاة الجسد، حديث: 1745 عن أبي هريرةؓ، حدیث ضعیف ہے، دیکھیے السلسلة الضعيفة: 497/3 حديث: 1329.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

چیزوں سے پاک صاف کر دیتا ہے جیسا کہ سعید بن جبیر نے کہا ہے کہ جو شخص رمضان کے اور ہر مہینے کے تین روزے رکھ لے وہ ﴿ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ ﴾ میں داخل ہو جاتا ہے۔[1] روزہ شہوت توڑنے میں سب سے زیادہ معاون ثابت ہوتا ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ! مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ] ''اے گروہ جواناں! تم میں سے جس کو استطاعت ہو وہ شادی کر لے، یہ نظر کو بہت نیچے رکھنے اور شرم گاہ کی بہت زیادہ حفاظت کا سبب ہے اور جسے استطاعت نہ ہو وہ روزہ رکھے، کیونکہ وہ اس کے لیے شہوت کو کچلنے کا سبب ہے۔''[2] اسی لیے مناسب تھا کہ اس کے بعد یہ ذکر کیا جاتا: ﴿ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ ﴾ ''اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں۔'' یعنی وہ حرام اور گناہ کے کاموں سے اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں اور صرف مباح صورت ہی کو اختیار کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۚ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ ﴾ (المعارج 70:29-31) ''اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں یا جن (لونڈیوں) کے مالک بنے ہیں ان کے دائیں ہاتھ تو بلاشبہ (ان کے پاس جانے پر) انھیں کچھ ملامت نہیں اور جو لوگ ان کے سوا اور کے طلب گار ہوں، سو وہ حد سے نکل جانے والے ہیں۔''

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ ﴾ ''اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں۔'' امام ابن ابو حاتم نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا اسْتَيْقَظَ الرَّجُلُ مِنَ اللَّيْلِ وَأَيْقَظَ امْرَأَتَهُ فَصَلَّيَا رَكْعَتَيْنِ كُتِبَا (لَيْلَتَهُمَا) مِنَ الذَّاكِرِينَ اللّٰهَ كَثِيرًا وَّالذَّاكِرَاتِ] ''جب کوئی شخص رات کو بیدار ہو جائے اور اپنی بیوی کو بیدار کرے اور دونوں (اس رات) دو (دو) رکعت نماز پڑھ لیں، تو وہ اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مردوں اور عورتوں میں لکھ دیے جاتے ہیں۔''[3] امام ابوداود، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی بروایت ابوسعید و ابوہریرہ رضی اللہ عنہما نبی ﷺ کے اس فرمان کو اسی طرح بیان کیا ہے۔[4]

اور امام احمد نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ کے رستے میں چل رہے تھے کہ آپ جمدان پہاڑ پر تشریف لے آئے اور فرمایا: [هٰذَا جُمْدَانُ، سِيرُوا! سَبَقَ الْمُفَرِّدُونَ، قَالُوا: وَمَا الْمُفَرِّدُونَ؟ قَالَ: الذَّاكِرُونَ اللّٰهَ كَثِيرًا وَّالذَّاكِرَاتُ، ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِينَ! قَالُوا: وَالْمُقَصِّرِينَ؟ قَالَ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِينَ! قَالُوا:

---

[1] الدر المنثور: 380/5۔ [2] صحيح البخاري، النكاح، باب قول النبي ﷺ: [من استطاع منكم الباءة......]، حديث: 5065 و صحيح مسلم، النكاح، باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه......، حديث: (3)-1400 عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔
[3] تفسير ابن أبي حاتم: 3134/9۔ [4] سنن أبي داود، الوتر، باب الحث على قيام الليل، حديث: 1451 و سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء فيمن أيقظ أهله الليل، حديث: 1335 و اللفظ له۔ جبکہ قوسین والا لفظ السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ ﴾: 432/6، حديث: 11406 میں ہے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ

اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو ان کے لیے اپنے معاملے میں ان کا کوئی

اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ﴿36﴾

اختیار (باقی) رہے، اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو وہ یقیناً کھلم کھلا گمراہ ہو گیا﴿36﴾

وَالْمُفَرِّدُونَ؟ قَالَ: وَالْمُقَصِّرِينَ!] ''یہ جمدان ہے، تم چلتے رہو مفرِّد[1] دین سبقت لے گئے، صحابہ نے عرض کی: یہ مفرِّد دین کون ہیں؟ فرمایا: اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! (سر کے بال) منڈوانے والوں کو بخشد دے، صحابہ نے عرض کی: اور بال کٹوانے والوں کو بھی۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ! (سر کے بال) منڈوانے والوں کو بخش دے، صحابہ نے عرض کی: اور بال کٹوانے والوں کو بھی۔ آپ نے فرمایا: اور بال کٹوانے والوں کو بھی بخش دے۔''[2] اس روایت کو اس طرح بیان کرنے میں امام احمد رحمہ اللہ متفرد ہیں اور اس کا پہلا حصہ امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

اور فرمایا: ﴿ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿35﴾ ﴾ ''کچھ شک نہیں کہ اللہ نے ان کے لیے بخشش اور بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔'' یہ ان سب مذکورہ بالا لوگوں کے بارے میں خبر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کے لیے بخشش اور ان کے لیے اجر عظیم، یعنی جنت کو تیار فرما رکھا ہے۔

تفسیر آیت:36

شانِ نزول: امام احمد نے ابوبرزہ اسلمی سے روایت کیا ہے کہ جُلَیبِیب نامی ایک شخص عورتوں کے پاس آتا، ان کے پاس سے گزرتا اور ان سے دل لگی کی باتیں کیا کرتا تھا، میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ دیکھو آئندہ تمھارے پاس جُلَیبِیب نہ آئے، اگر وہ آیا تو میں سخت سزا دوں گا۔ انصار میں یہ دستور تھا کہ ان میں سے کسی کے پاس اگر کوئی بغیر شوہر کے[4] (کنواری، بیوہ اور مطلقہ) عورت ہوتی تو وہ اس وقت تک اس کی شادی نہ کرتا جب تک یہ معلوم نہ کر لیتا کہ رسول اللہ ﷺ کو اس کی حاجت ہے یا نہیں۔ نبی ﷺ نے ایک انصاری سے کہا: [زَوِّجْنِي ابْنَتَكَ] ''اپنی بیٹی کا رشتہ مجھے دے دو'' اس نے عرض کی: بسر و چشم اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: [إِنِّي لَسْتُ أُرِيدُهَا لِنَفْسِي] ''یقیناً میں یہ رشتہ اپنے لیے نہیں چاہتا۔'' تو اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ کس کے لیے چاہتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لِجُلَيْبِيبٍ] ''جُلَیبِیب کے لیے۔'' اس نے

---

[1] مُفَرِّد، لغوی اعتبار سے اس تنہا سفر کرنے والے کو کہتے ہیں جس کے ساتھ اپنی سواری کے سوا اور کوئی بھی نہ ہو جبکہ حدیث کے لحاظ سے اس کے معنی حدیث میں مذکور ہیں۔ [2] مسند أحمد :411/2. [3] صحيح مسلم، الذكر والدعاء......، باب الحث على ذكر الله تعالى، حديث :2676. اور جُمدان مکہ مکرمہ کے راستے میں ینبع اور عیص کے درمیان ایک پہاڑ کا نام ہے۔ [4] أَيِّم ہر اس عورت کو کہتے ہیں جو فی الوقت کسی کے نکاح میں نہ ہو، خواہ پہلے اس کی شادی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو، یعنی کنواری، بیوہ اور مطلقہ سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر اس مرد کو بھی أَيِّم کہتے ہیں جس کے نکاح میں فی الوقت کوئی عورت نہ ہو۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں بیٹی کی ماں سے مشورہ کرتا ہوں، وہ اس کی ماں کے پاس آیا اور کہنے لگا: رسول اللہ ﷺ تمھاری بیٹی کا رشتہ طلب فرماتے ہیں، اس نے بھی جواب میں یہی کہا کہ آپ کا فرمان سر آنکھوں پر! اس آدمی نے کہا: مگر رسول اللہ ﷺ یہ رشتہ اپنے لیے طلب نہیں فرما رہے بلکہ جلیبیب کے لیے طلب فرما رہے ہیں۔ اس نے کہا: کیا جُلَیْبِیب؟ اونہوں! کیا جُلَیْبِیب؟ اونہوں! کیا جُلَیْبِیب؟ اونہوں! نہیں، اللہ کی قسم! ہم جُلَیْبِیب کو یہ رشتہ نہیں دیں گے، جب اس انصاری نے کھڑے ہو کر جانے کا ارادہ کیا تاکہ رسول اللہ ﷺ کو بتا دے کہ اس کی بیوی نے کیا کہا ہے تو اس کی بیٹی نے کہا کہ تم سے میرا رشتہ کس نے مانگا ہے۔ اس کی ماں نے اسے بتایا تو اس نے کہا: کیا تم رسول اللہ ﷺ کے حکم کو ٹال رہے ہو؟ مجھے رسول اللہ ﷺ کے سپرد کر دو، آپ مجھے ضائع نہیں فرمائیں گے، اس بیٹی کا باپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ اس بیٹی کو لے لیں اور جُلَیْبِیب کے ساتھ اس کی شادی کر دیں۔

اس اثنا میں رسول اللہ ﷺ ایک غزوے کے لیے تشریف لے گئے اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح و نصرت اور غنیمت سے سرفراز فرمایا تو آپ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: [هَلْ تَفْقِدُونَ مِنْ أَحَدٍ؟] ''کیا تم اپنے کسی ساتھی کو گم پاتے ہو؟'' انھوں نے عرض کی: فلاں فلاں گم ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أُنْظُرُوا! هَلْ تَفْقِدُونَ مِنْ أَحَدٍ؟] ''پھر دیکھو! کیا تم اپنے کسی اور ساتھی کو گم پاتے ہو؟'' انھوں نے عرض کی: نہیں۔ آپ نے فرمایا: [لٰكِنِّي أَفْقِدُ جُلَيْبِيبًا...... فَاطْلُبُوهُ فِي الْقَتْلٰى] ''لیکن میں جُلَیْبِیب کو گم پاتا ہوں، لہٰذا اسے مقتولوں میں تلاش کرو۔'' انھوں نے تلاش کیا تو اس کی لاش مل گئی اور اس کے ساتھ ان سات کافروں کی لاشیں بھی ملیں جن کو اس نے قتل کر دیا تھا، پھر کافروں نے اسے بھی شہید کر دیا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کو بتایا کہ اے اللہ کے رسول! اس کی لاش مل گئی ہے اور اس کے ساتھ ان سات کافروں کی لاشیں بھی پڑی ہیں جن کو اس نے قتل کیا تھا، پھر کفار نے اسے بھی شہید کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ اس کی میت کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: [قَتَلَ سَبْعَةً وَّ قَتَلُوهُ، هٰذَا مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ، هٰذَا مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ] ''اس نے سات کافروں کو قتل کیا اور کافروں نے اسے شہید کر دیا، یہ میرا اور میں اس کا ہوں، یہ میرا اور میں اس کا ہوں۔'' آپ نے یہ دو کلمات دو یا تین بار فرمائے، پھر رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنے بازوؤں پر اٹھا لیا، پھر اس کی قبر کھودی گئی، اس کی میت کو چارپائی پر نہیں رکھا گیا۔ رسول اللہ ﷺ کے مبارک بازو ہی اس کی چارپائی تھے، پھر رسول اللہ ﷺ ہی نے اسے اس کی قبر میں اتارا اور اسے غسل بھی نہیں دیا گیا تھا۔ ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار میں ایسی اور کوئی عورت نہ تھی جس کو اس سے زیادہ پیغام نکاح دینے والے ہوں۔ اسحاق بن عبداللہ بن ابوطلحہ نے ثابت سے بیان کیا: کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کے لیے کیا دعا فرمائی تھی؟ آپ نے اس کے لیے یہ دعا فرمائی تھی: [اَللّٰهُمَّ صُبَّ عَلَيْهَا الْخَيْرَ صَبًّا، وَّلَا تَجْعَلْ عَيْشَهَا كَدًّا كَدًّا] ''اے اللہ! اس پر خیر و بھلائی کی بارش نازل فرما دے اور اس کی زندگی کو مکدر نہ بنانا۔'' اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازا اور پھر انصار میں ایسی اور کوئی عورت نہ تھی جس کو اس سے زیادہ پیغامِ نکاح دینے والے ہوں۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اس طویل روایت کو

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح بیان کیا ہے۔[1] امام مسلم اور نسائی نے اپنی کتابوں کی کتاب الفضائل میں ان کی شہادت کا واقعہ بیان کیا ہے۔[2] حافظ ابوعمر بن عبدالبر رحمہ اللہ نے ''الاستیعاب'' میں بیان کیا ہے کہ جب اس بیٹی نے پس پردہ اپنے والدین سے یہ کہا: کیا تم رسول اللہ ﷺ کے حکم کو ٹالتے ہو؟ تو اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ ﴾ ''اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی امر مقرر کر دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں۔''[3] طاؤس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نماز عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے اس سے منع کر دیا اور ساتھ ہی اس آیت کریمہ: ﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ ﴾ کی تلاوت فرما دی۔[4] پس یہ آیت کریمہ عام ہے اور تمام امور

---

① مسند أحمد:422/4. ② صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل جليبيب ﷺ، حديث:2472 و السنن الكبرى للنسائي، المناقب، باب جليبيب ﷺ:68/5، حديث:8246. ③ الاستيعاب، باب الإفراد في الجيم على هامش الإصابة:256/1 لیکن حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: انس بن مالک اور ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہما کی حدیث میں آیت مذکورہ کے سبب نزول میں یہ واقعہ مجھے موصولاً کہیں نہیں ملا۔ الإصابة:601,600/1، رقم:1182. ④ تفسير ابن أبي حاتم :3135,3134/9 و المصنف لعبد الرزاق:433/2، حديث:3975. عصر کے بعد نوافل کے متعلق وارد نہی مطلق نہیں ہے بلکہ بعض دلائل اسے مقید کرتے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ عصر کے بعد سورج غروب ہونے کے قریب نماز پڑھنا ممنوع ہے مطلقاً منع نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ [أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ إِلَّا وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ] ''بے شک نبی ﷺ عصر کے بعد نماز سے روکتے تھے الا یہ کہ سورج ابھی بلند ہو۔'' (سنن أبي داود، التطوع، باب من رخص فيهما إذا كانت الشمس مرتفعة، حديث:1274). اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ممانعت کا تعلق غروب آفتاب کے قریب نماز پڑھنے سے ہے، اس سے قبل جائز ہے۔ اسی طرح ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا يَتَحَرّٰى أَحَدُكُمْ فَيُصَلِّي عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَلَا عِنْدَ غُرُوبِهَا] ''کوئی شخص طلوع شمس اور اس کے غروب کے وقت نماز پڑھنے کی کوشش نہ کرے۔'' (صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب الأوقات التي نهى......، حديث: 828) اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ منع کا حکم غروب آفتاب کے قریب نماز پڑھنے کے ساتھ مقید ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَإِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ، فَأَخِّرُوا الصَّلَاةَ حَتّٰى تَغِيبَ] ''......اور جب سورج کا کنارہ غائب ہو جائے تو پھر نماز کو غروب آفتاب تک مؤخر کر دو۔'' (صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب الأوقات التي نهي عن الصلاة فيها، حديث:829) عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین اوقات میں ہمیں نماز پڑھنے اور مردے دفنانے سے روکا کرتے تھے (ان میں سے ایک یہ ہے): [وَحِينَ تَضَيَّفُ الشَّمْسُ لِلْغُرُوبِ حَتّٰى تَغْرُبَ] ''اور جب سورج غروب کے قریب ہو جائے تو غروب ہونے تک (نماز نہ پڑھو۔)'' (صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب الأوقات التي نهي عن الصلاة فيها، حديث: 831) اسی طرح سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جسے شیخ البانی رحمہ اللہ نے السلسلة الصحيحة، حديث:200 میں ابن حزم رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اس کی سند کو صحیح کہا ہے، وہ فرماتے ہیں: لَمْ يَنْهَ عَنِ الصَّلَاةِ إِلَّا عِنْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ ''آپ ﷺ نے غروب آفتاب کے قریب ہی نماز پڑھنے سے روکا تھا۔'' (المحلى لابن حزم، حكم الركعتين بعد العصر: 4/3) اسی طرح کئی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی عصر کے بعد نوافل پڑھنا ثابت ہیں جس کی تفصیل ذیل میں دیے گئے مراجع سے دیکھی جا سکتی ہے۔ شرح صحيح مسلم للنووي، تحت الحديث: 829 وعون المعبود، تحت الحديث:1270-1272 والسلسلة الصحيحة:387/1، حديث:200 والمحلى لابن حزم :23/3-31. هذا ما عندنا و اللّٰه اعلم بالصواب.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَاِذۡ تَقُوۡلُ لِلَّذِیۡۤ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِ اَمۡسِکۡ عَلَیۡکَ

اور (اے نبی! یاد کریں) جب آپ اس شخص (زید بن حارثہ) سے جس پر اللہ نے انعام کیا تھا اور آپ نے بھی انعام کیا تھا، کہہ رہے تھے کہ تو اپنی بیوی (زینب) کو

زَوۡجَکَ وَاتَّقِ اللّٰہَ وَتُخۡفِیۡ فِیۡ نَفۡسِکَ مَا اللّٰہُ مُبۡدِیۡہِ وَتَخۡشَی النَّاسَ ۚ

اپنے پاس رکھ، اور اللہ سے ڈر، اور آپ اپنے دل میں وہ بات (لے پالک کی مطلقہ سے نکاح) چھپاتے تھے جسے اللہ ظاہر کرنا چاہتا تھا، اور آپ لوگوں سے

وَاللّٰہُ اَحَقُّ اَنۡ تَخۡشٰہُ ؕ فَلَمَّا قَضٰی زَیۡدٌ مِّنۡہَا وَطَرًا زَوَّجۡنٰکَہَا لِکَیۡ

ڈرتے تھے، حالانکہ اللہ زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس سے ڈریں، پھر جب زید نے اس سے اپنی حاجت پوری کر لی تو ہم نے اس کا نکاح آپ سے

لَا یَکُوۡنَ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ حَرَجٌ فِیۡۤ اَزۡوَاجِ اَدۡعِیَآئِہِمۡ اِذَا قَضَوۡا مِنۡہُنَّ وَطَرًا ؕ

کر دیا، تاکہ مومنوں کے لیے اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں (سے نکاح) میں کوئی حرج نہ رہے، جب وہ ان سے (اپنی) حاجت پوری کر لیں، اور اللہ کا حکم

وَکَانَ اَمۡرُ اللّٰہِ مَفۡعُوۡلًا ﴿37﴾

تو (پورا) ہو کر ہی رہتا ہے ﴿37﴾

سے متعلق ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کسی چیز کا حکم دے دیں تو پھر کسی کو اس کی مخالفت کا حق حاصل نہیں ہے، پھر کسی کا کوئی اختیار نہیں ہے، پھر کسی کی رائے یا قول کی کوئی حیثیت نہیں ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ ﴾ (النسآء 4:65) ''سو آپ کے پروردگار کی قسم! یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں آپ کو منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ آپ کریں اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں، تب تک مومن نہیں ہوں گے۔'' اسی وجہ سے اس کی خلاف ورزی کی شدید تردید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ﴿36﴾ ﴾ ''اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو یقیناً وہ صریح گمراہ ہو گیا۔'' جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا: ﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ ﴾ (النور 24:63) ''تو جو لوگ اس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے کہ (ایسا نہ ہو کہ) ان پر کوئی آفت پڑ جائے یا تکلیف دینے والا عذاب آ پہنچے۔''

تفسیر آیت: 37

حضرت زید اور زینب رضی اللہ عنہما کا قصہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے بارے میں فرمایا ہے کہ انھوں نے اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ﴿ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ ﴾ اور اس سے مراد وہی ہیں جس پر اللہ تعالیٰ نے اسلام اور اتباع رسول ﷺ کی توفیق عطا فرما کر احسان فرمایا: ﴿ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ ﴾ ''اور آپ نے (بھی) اس پر احسان کیا۔'' کہ غلامی سے آزاد کر دیا اور وہ بڑی شان والے، جلیل القدر اور نبی ﷺ کے حبیب تھے، انھیں رسول اللہ ﷺ کا محبوب کہا جاتا تھا جیسا کہ ان کے بیٹے اسامہ کو محبوب ابن محبوب کہا جاتا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

انھیں جس سَرِیّے میں بھی بھیجا تو اس کا امیر انھی کو بنایا، اگر وہ رسول اللہ ﷺ کے بعد زندہ رہتے تو آپ انھیں اپنا خلیفہ بنا دیتے۔[1] رسول اللہ ﷺ نے ان کی شادی اپنی پھوپھی زاد زینب بنت جحش اسدیہ رضی اللہ عنہا سے کر دی تھی۔ یاد رہے حضرت زینب کی والدہ اُمَیمہ بنت عبدالمطلب ہیں اور زید نے انھیں دس دینار ساٹھ درہم، دوپٹہ، چادر، زرہ، پچاس مد کھانا اور دس مد کھجوریں بطور حق مہر دیں، یہ مقاتل بن حیان کا بیان ہے، سو زینب ان کے پاس قریباً ایک سال یا اس سے کچھ زیادہ عرصے تک رہیں، پھر دونوں میں اختلاف پیدا ہو گیا، زید نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر ان کی شکایت کی تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ﴿ اَمۡسِكۡ عَلَيۡكَ زَوۡجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ ﴾ ''اپنی بیوی کو اپنے پاس روکے رکھو اور اللہ سے ڈرو۔'' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَتُخۡفِيۡ فِيۡ نَفۡسِكَ مَا اللّٰهُ مُبۡدِيۡهِ وَتَخۡشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنۡ تَخۡشٰىهُ ؕ ﴾ ''اور آپ اپنے دل میں وہ بات پوشیدہ کرتے تھے جس کو اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور آپ لوگوں سے ڈرتے تھے، حالانکہ اللہ ہی اس کا زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس سے ڈریں۔'' ابن جریر نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ اگر محمد ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی اس کتاب میں سے کچھ چھپانا ہوتا جسے اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی کے ذریعے سے نازل فرمایا ہے تو آپ اس آیت: ﴿ وَتُخۡفِيۡ فِيۡ نَفۡسِكَ مَا اللّٰهُ مُبۡدِيۡهِ وَتَخۡشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنۡ تَخۡشٰىهُ ؕ ﴾ کو چھپا لیتے۔[2]

﴿ فَلَمَّا قَضٰى زَيۡدٌ مِّنۡهَا وَطَرًا زَوَّجۡنٰكَهَا ﴾ ''پھر جب زید نے اس سے اپنی حاجت پوری کر لی (اور پھر طلاق دے دی) تو ہم نے اس کا نکاح آپ سے کر دیا۔'' ﴿ وَطَرًا ﴾ کے معنی حاجت وضرورت کے ہیں، یعنی وہ جب اس سے فارغ ہو گئے اور انھوں نے اس سے جدائی اختیار کر لی تو ہم نے اس کا نکاح آپ سے کر دیا اور اس نکاح کا ولی خود اللہ عزوجل تھا، بایں معنی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ آپ اسے ولی، عقد، مہر اور انسانی گواہوں کے بغیر اپنے نکاح میں لے لیں۔

امام احمد نے ثابت سے اور انھوں نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ [اِذۡهَبۡ فَاذۡكُرۡهَا عَلَيَّ] ''جاؤ اور اس کے پاس میرا ذکر کرو۔'' وہ چلے گئے حتی کہ ان کے پاس پہنچ گئے اور وہ اس وقت آٹا گوندھ رہی تھیں، زید کہتے ہیں کہ جب میں نے انھیں دیکھا تو میرے سینے میں ان کی دھاک بیٹھ گئی حتی کہ میں ان کی طرف دیکھ نہ سکا اور میں نے (دل میں) کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں یاد فرمایا ہے، فوراً میں نے ان کی طرف اپنی پشت کر لی اور واپس مڑتے ہوئے میں نے کہا: زینب تمھارے لیے خوش خبری ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھیجا ہے، آپ ﷺ تمھیں یاد فرماتے ہیں، انھوں نے جواب دیا کہ میں کچھ نہیں کروں گی جب تک اپنے رب تعالیٰ سے مشورہ نہ کر لوں، وہ اپنی مسجد کی طرف گئیں، ادھر قرآن نازل ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ ان کے ہاں اجازت کے بغیر تشریف لے آئے، مجھے یاد ہے کہ زینب جب رسول اللہ ﷺ کے حبالۂ عقد میں آئیں اور آپ نے ہمیں دعوت ولیمہ میں روٹی اور گوشت کھلایا تو لوگ کھانے سے فارغ ہو کر چلے گئے، البتہ کچھ لوگ کھانے کے بعد بھی گھر میں بیٹھے باتیں کرتے رہے،

[1] مسند أحمد: 227/6. [2] تفسير الطبري: 18/22.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر تشریف لے گئے، میں بھی آپ کے پیچھے تھا، آپ نے ازواج مطہرات کے حجروں میں جا کر انھیں سلام کیا اور وہ پوچھ رہی تھیں: اے اللہ کے رسول! آپ نے اپنی اہلیہ کو کیسا پایا؟ مجھے نہیں معلوم کہ میں نے آپ کو بتایا یا کسی اور نے کہ لوگ چلے گئے ہیں تو آپ تشریف لے آئے اور اپنے گھر میں داخل ہو گئے، میں بھی اندر داخل ہونے لگا مگر میرے اور آپ کے درمیان پردہ کر دیا گیا، حجاب سے متعلق حکم نازل کر دیا گیا اور لوگوں کو یہ نصیحت کر دی گئی کہ ﴿ لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۫ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ ﴾ (الأحزاب 53:33) ”پیغمبر کے گھروں میں نہ جایا کرو مگر اس صورت میں کہ تم کو کھانے کی اجازت دی جائے اس حال میں کہ اس کے پکنے کا انتظار کرنے والے نہ ہو۔ اور لیکن جب تم بلائے جاؤ تو داخل ہو جاؤ، پھر جب تم کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ اور باتوں میں دل لگا کے مت بیٹھے رہو بلاشبہ تمھاری یہ بات نبی کو ایذا دیتی ہے تو وہ تم سے شرم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا۔“ [1] اسے امام مسلم اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے انھیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ازواج مطہرات پر فخر کرتے ہوئے کہا کرتی تھیں کہ تمھاری شادی تمھارے گھر والوں نے کی مگر میری شادی اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر کی ہے۔ [3]

سورۂ نور میں ہم محمد بن عبداللہ بن جحش کی یہ روایت بیان کر آئے ہیں [4] کہ زینب اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے باہم ایک دوسرے پر فخر کیا۔ زینب رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں تو وہ ہوں کہ جس کی شادی آسمان سے نازل ہوئی تھی اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ میں وہ ہوں جن کی پاک دامنی کا حکم آسمان سے نازل ہوا، یہ جواب سن کر زینب رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا اعتراف کر لیا۔ [5]

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ﴾ ”تاکہ مومنوں پر ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں (کے ساتھ نکاح کرنے کے بارے) میں جب وہ ان سے اپنی حاجت پوری کر لیں (اور پھر طلاق دے دیں) کچھ تنگی نہ رہے۔“ یعنی ہم نے آپ کے لیے زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنا جائز قرار دے دیا ہے اور یہ ہم نے اس لیے جائز قرار دیا ہے تاکہ مومنوں کے لیے اپنے منہ بولے بیٹوں کی مطلقہ بیویوں کے ساتھ نکاح کرنے میں کوئی تنگی نہ رہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے نبوت سے قبل زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا اور انھیں اس دور کے رواج

---

[1] مسند أحمد: 196,195/3. [2] صحیح مسلم، النکاح، باب زواج زینب بنت جحش......، حدیث: 1428 و سنن النسائي، النکاح، باب صلاة المرأة إذا خطبت......، حدیث: 3253 و السنن الکبرٰی للنسائي، التفسیر، باب قوله تعالی: ﴿ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا ﴾ :433/6، حدیث: 11411,11410. [3] صحیح البخاري، التوحید، باب: ﴿ وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ ﴾ (ھود 7:11) ......، حدیث: 7420. [4] المصباح المنیر میں یہ روایت نہیں ہے، البتہ (مفصل) ابن کثیر سورۂ نور، آیت: 11 کے ذیل میں ہے۔ [5] تفسیر الطبري: 19/22,117/17.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنۡ حَرَجٍ فِيۡمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيۡنَ خَلَوۡا

اور نبی کے لیے اس بات میں کوئی حرج نہیں جو اللہ نے اس کے لیے مقرر کردی، ان لوگوں (انبیاء) میں بھی جو پہلے گزر چکے ہیں اللہ کا یہی طریقہ رہا ہے،

مِنۡ قَبۡلُ ؕ وَكَانَ اَمۡرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقۡدُوۡرَا ۟ۙ 38

اور اللہ کا حکم ایک طے شدہ فیصلہ ہوتا ہے 38

کے مطابق زید بن محمد کہا جاتا تھا جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس نسبت کو ختم کر دیا اور فرمایا: ﴿ وَمَا جَعَلَ اَدۡعِيَآءَكُمۡ اَبۡنَآءَكُمۡ ؕ ذٰلِكُمۡ قَوۡلُكُمۡ بِاَفۡوَاهِكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ يَقُوۡلُ الۡحَقَّ وَهُوَ يَهۡدِي السَّبِيۡلَ ۝ اُدۡعُوۡهُمۡ لِاٰبَآئِهِمۡ هُوَ اَقۡسَطُ عِنۡدَ اللّٰهِ ۚ ﴾ (الأحزاب 33:4,5) ''اور نہ تمھارے لے پالکوں کو تمھارے بیٹے بنایا، یہ تمھارے مونہوں کی باتیں ہیں، اور اللہ حق کہتا ہے اور وہ (سیدھے) راستے کی رہنمائی کرتا ہے۔ (مومنو!) لے پالکوں کو ان کے (اصلی) باپ کی طرف منسوب کیا کرو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کر دی جبکہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے انھیں طلاق دے دی تھی، اس حکم کی مزید تاکید اس آیت کریمہ میں فرمائی جس میں محرمات کا ذکر ہے: ﴿ وَحَلَآئِلُ اَبۡنَآئِكُمُ الَّذِيۡنَ مِنۡ اَصۡلَابِكُمۡ ۙ ﴾ (النسآء 4:23) ''اور تمھارے صلبی بیٹوں کی بیویاں بھی (حرام کر دی گئی ہیں۔)'' اس میں صلبی بیٹوں کی وضاحت اسی لیے کی گئی ہے تاکہ منہ بولے بیٹوں سے احتراز کیا جا سکے کیونکہ اس بات کا ان میں بہت رواج تھا۔ ﴿ وَكَانَ اَمۡرُ اللّٰهِ مَفۡعُوۡلًا ۝37 ﴾ ''اور اللہ کا حکم واقع ہو کر رہنے والا تھا۔'' یعنی یہ امر جو واقع ہوا، اس کا اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما رکھا تھا اور یہ بہر صورت وقوع پذیر ہونے والا تھا، یعنی یہ بات اللہ تعالیٰ کے علم میں تھی کہ زینب رضی اللہ عنہا ازواج مطہرات میں شامل ہو جائیں گی۔

تفسیر آیت: 38

اللہ کے فیصلے میں کوئی تنگی نہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنۡ حَرَجٍ فِيۡمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ ﴾ ''پیغمبر پر اس کام میں کچھ تنگی نہیں جو اللہ نے ان کے لیے مقرر کر دیا ہے۔'' جس کام کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے حلال قرار دے دیا ہے اور انھیں حکم دے دیا ہے کہ وہ اپنے منہ بولے بیٹے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی مطلقہ بیوی سے نکاح کر لیں، ﴿ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلُ ؕ ﴾ ''جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں ان میں بھی اللہ کا یہی دستور رہا ہے۔'' یعنی آپ سے پہلے سابقہ انبیائے کرام کے لیے بھی یہی حکم تھا اللہ اپنے نبیوں کو کوئی ایسا حکم نہیں دیتا جس میں ان کے لیے تنگی ہو، یہ درحقیقت ان منافقین کی تردید ہے جو اس وہم میں مبتلا تھے کہ آپ نے اپنے آزاد کردہ غلام اور منہ بولے بیٹے زید کی بیوی سے جو شادی کی ہے تو اس میں نقص ہے۔ ﴿ وَكَانَ اَمۡرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقۡدُوۡرَا ۟ۙ 38 ﴾ ''اور اللہ کا حکم ٹھہر چکا تھا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے جس امر کا فیصلہ فرما رکھا تھا وہ یقینی طور پر وقوع پذیر ہونے والا تھا، اسے وقوع پذیر ہونے سے کوئی روک نہیں سکتا تھا کہ جو وہ چاہے وہی ہوتا ہے اور جو وہ نہ چاہے وہ نہیں ہو سکتا۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

الَّذِيۡنَ يُبَلِّغُوۡنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخۡشَوۡنَهٗ وَلَا يَخۡشَوۡنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيۡبًا ﴿39﴾

وہ (انبیاء) جو اللہ کے پیغام پہنچاتے تھے اور اس سے ڈرتے تھے اور وہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے، اور اللہ حساب لینے

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِكُمۡ وَلٰـكِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

والا کافی ہے﴿39﴾ محمد (ﷺ) تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، اور لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں، اور اللہ

بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمًا ﴿40﴾ ع 5/6 2

ہر شے کو خوب جاننے والا ہے﴿40﴾

تفسیر آیات: 40,39

اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے والوں کی تعریف: اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف فرمائی ہے: ﴿الَّذِيۡنَ يُبَلِّغُوۡنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ﴾ ”جو اللہ کے پیغام (جوں کے توں) پہنچاتے ہیں۔“ اس کی مخلوق کی طرف اور اس طرح وہ امانت کو ادا کر دیتے ہیں۔ ﴿وَيَخۡشَوۡنَهٗ﴾ ”اور وہ اس سے ڈرتے ہیں۔“ یعنی صرف اسی سے ڈرتے ہیں اور اس کے سوا اور کسی سے نہیں ڈرتے، لہٰذا انھیں کسی کی بھی سطوت اللہ تعالیٰ کے پیغام پہنچانے سے روک نہیں سکتی۔ ﴿وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيۡبًا ﴿39﴾﴾ ”اور اللہ ہی حساب کرنے کو کافی ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ ہی ناصر ومددگار کافی ہے۔

اور اس مقام پر بلکہ دیگر تمام مقامات پر بھی تمام لوگوں کے سردار حضرت محمد ﷺ ہیں جنھوں نے پیغام کو مشرق ومغرب میں بسنے والے تمام لوگوں تک پہنچا دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے کلمے، ان کے دین اور ان کی شریعت کو تمام ادیان وشرائع سے سر بلند فرما دیا ہے، آپ سے قبل ہر نبی کو بطور خاص ان کی اپنی ہی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا جبکہ رسول اللہ ﷺ کو عرب وعجم کے تمام لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلۡ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَيۡكُمۡ جَمِيۡعًا﴾ (الأعراف 158:7) ”(اے محمد!) کہہ دیں کہ لوگو! بلاشبہ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔“ پھر آپ کے بعد آپ کی امت تبلیغ دین کے منصب کی وارث بنی اور امت میں سے تبلیغ دین کے فریضے کو ادا کرنے میں سب سے اعلیٰ مقام حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو حاصل ہوا جنھوں نے رات دن، حضر سفر، خفیہ اور علانیہ طور پر کیے ہوئے آپ کے تمام اقوال، افعال اور حالات کو لوگوں تک اس طرح پہنچا دیا جس طرح آپ نے انھیں حکم دیا تھا۔ فَرَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَأَرۡضَاهُمۡ ۔ پھر اس وقت سے لے کر ہمارے زمانے تک ہر دور میں بعد میں آنے والے لوگ اپنے اسلاف کے اس مقدس مشن کے وارث بنتے چلے آئے ہیں کہ ہدایت یافتہ لوگ ان کی روشنی میں ان کے نقش قدم پر چلتے اور توفیق پانے والے انھی کے اسلوب وانداز میں تبلیغ دین کے فرض سے عہدہ برآ ہوتے رہے ہیں۔ ہم کرم کرنے اور احسان فرمانے والے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بھی انھی اسلاف کا جانشین بنا دے۔

رسول اللہ ﷺ مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِكُمۡ﴾ ”محمد تمھارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں۔“ اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد زید بن محمد کہنے سے منع کر دیا گیا،

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

یعنی محمد ﷺ ان کے والد نہیں بلکہ انھوں نے تو اسے اپنا منہ بولا بیٹا بنایا ہوا تھا۔ نبی ﷺ کی نرینہ اولاد میں سے تو کوئی بھی بلوغت کی عمر کو پہنچا ہی نہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے قاسم، طیب اور طاہر بیٹے عطا ضرور فرمائے تھے مگر وہ چھوٹی عمر ہی میں فوت ہو گئے تھے، اسی طرح ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بیٹا ابراہیم عطا فرمایا اور وہ بھی شیر خوارگی کی عمر میں وفات پا گیا تھا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے زینب، رُقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن چار بیٹیاں بھی عطا فرمائی تھیں، ان میں سے تین تو آپ کی حیات طیبہ ہی میں فوت ہو گئی تھیں، البتہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنی زندگی میں رسول اللہ ﷺ کی وفات کے صدمۂ جانکاہ سے دوچار ہوئیں اور آپ کی وفات کے چھ ماہ بعد ان کا بھی انتقال ہو گیا تھا۔

آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلٰكِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمًا ۞﴾ ”بلکہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿اَللّٰهُ اَعۡلَمُ حَيۡثُ يَجۡعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ﴾ (الأنعام 6:124) ”اس کو اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ (رسالت کا کون سا محل ہے اور) وہ پیغمبری کسے عنایت فرمائے۔“ یہ آیت کریمہ نص ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اور جب کوئی نبی نہیں تو کوئی رسول بالا ولیٰ نہیں کیونکہ مقام رسالت مقام نبوت کی نسبت خاص ہے، اس لیے کہ ہر رسول نبی بھی ضرور ہوتا ہے لیکن ہر نبی کے لیے ضروری نہیں کہ وہ رسول بھی ہو۔ رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کے بارے میں بہت سی متواتر احادیث ثابت ہیں جو حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے مروی ہیں، مثلاً: امام احمد نے ابی بن کعب سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [مَثَلِي فِي النَّبِيِّينَ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى دَارًا فَأَحْسَنَهَا وَأَكْمَلَهَا وَتَرَكَ فِيهَا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ لَّمْ يَضَعْهَا، فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ بِالْبُنْيَانِ وَيَعْجَبُونَ مِنْهُ وَيَقُولُونَ: لَوْتَمَّ مَوْضِعُ هٰذِهِ اللَّبِنَةِ، فَأَنَا فِي النَّبِيِّينَ مَوْضِعُ تِلْكَ اللَّبِنَةِ] ”نبیوں میں میری مثال اس شخص کی مثال کی طرح ہے جس نے ایک گھر بنایا، اسے بہت ہی خوب صورت اور مکمل بنایا اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی اور اسے وہاں نہ رکھا، لوگوں نے اس گھر کو دیکھنے کے لیے تانتا باندھ لیا اور وہ اس کی خوب صورتی پر تعجب کرنے اور کہنے لگے: اگر اس اینٹ کی جگہ بھی مکمل ہو جاتی تو کیا خوب تھا تو نبیوں میں اس اینٹ کی جگہ میں ہوں۔“[1] اور اسی طرح امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا اور اسے حسن صحیح (غریب) قرار دیا ہے۔[2]

آخری نبی ﷺ: امام احمد نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا ہے: [إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ، فَلَا رَسُولَ بَعْدِي وَلَا نَبِيَّ] ”بے شک رسالت و نبوت منقطع ہو گئی ہے، لہٰذا میرے بعد نہ کوئی رسول ہے اور نہ ہی کوئی نبی۔“ راوی کا بیان ہے کہ لوگوں پر یہ بات بہت شاق گزری تو آپ نے فرمایا: [وَلٰكِنِ الْمُبَشِّرَاتُ] ”البتہ مبشرات (باقی ہیں۔)“ لوگوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مبشرات سے کیا مراد ہے؟

[1] مسند أحمد: 137/5. [2] جامع الترمذي، المناقب، باب: [سلوا اللّٰہ لي الوسيلة......]، حديث: 3613.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

آپ نے فرمایا: [رُؤْيَا الرَّجُلِ الْمُسْلِمِ وَهِيَ جُزْءٌ مِّنْ أَجْزَاءِ النُّبُوَّةِ] ''مسلمان آدمی کا خواب جو نبوت کے اجزاء میں سے ایک جز ہے۔''① امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا اور اسے صحیح غریب قرار دیا ہے۔②

قصر نبوت کی تکمیل: امام ابو داود طیالسی نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَثَلِي وَمَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى دَارًا فَأَكْمَلَهَا وَأَحْسَنَهَا إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ، فَكَانَ مَنْ دَخَلَهَا وَنَظَرَ إِلَيْهَا، قَالَ: مَا أَحْسَنَهَا إِلَّا مَوْضِعَ هٰذِهِ اللَّبِنَةِ، فَأَنَا مَوْضِعُ اللَّبِنَةِ، خُتِمَ بِيَ الْأَنْبِيَاءُ] ''میری اور انبیاء کی مثال اس شخص کی مثال کی طرح ہے جس نے ایک گھر بنایا اور اسے مکمل اور احسن بنایا مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی جو شخص اس گھر میں داخل ہوتا اور اسے دیکھتا تو کہتا کہ گھر تو بہت خوب صورت ہے مگر اینٹ کی جگہ خالی ہے تو وہ اینٹ کی جگہ میں ہوں، میرے ساتھ انبیاء علیہم السلام کو ختم کر دیا گیا ہے۔''③ اسے امام بخاری، مسلم اور ترمذی نے بھی روایت کیا اور امام ترمذی نے اسے صحیح غریب قرار دیا ہے۔④

رسالت و نبوت کا انقطاع: امام احمد نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَثَلِي وَمَثَلُ النَّبِيِّينَ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى دَارًا فَأَتَمَّهَا إِلَّا لَبِنَةً وَّاحِدَةً فَجِئْتُ أَنَا فَأَتْمَمْتُ تِلْكَ اللَّبِنَةَ] ''میری اور نبیوں کی مثال اس شخص کی مثال کی طرح ہے جس نے ایک گھر بنایا اور اسے مکمل بنایا مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، پس میں آیا اور میں نے اس اینٹ کی جگہ کو پُر کر دیا۔''⑤ اسے صرف امام مسلم نے روایت کیا ہے (بخاری نے نہیں۔)⑥

سلسلۂ نبوت کی آخری کڑی: امام احمد رحمہ اللہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [(إِنَّ) مَثَلِي وَمَثَلَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ ابْتَنٰى بُيُوتًا فَأَحْسَنَهَا وَأَكْمَلَهَا وَأَجْمَلَهَا إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِّنْ زَاوِيَةٍ مِّنْ زَوَايَاهَا فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ وَيُعْجِبُهُمُ الْبُنْيَانُ فَيَقُولُونَ: أَلَّا وَضَعْتَ هَاهُنَا لَبِنَةً فَيَتِمُّ بُنْيَانُكَ؟...... فَكُنْتُ أَنَا اللَّبِنَةَ] ''میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس شخص کی مثال کی طرح ہے جس نے گھر بنائے اور وہ بہت مکمل اور حسین و جمیل بنائے مگر ان کے کونوں میں سے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی، لوگوں نے ان گھروں کو دیکھنا شروع کر دیا اور وہ عمارت انھیں بہت بھلی معلوم ہونے لگی مگر انھوں نے کہنا شروع کر دیا کہ یہاں بھی ایک اینٹ کیوں نہ رکھ دی تاکہ تمھاری عمارت مکمل ہو جاتی...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اینٹ میں ہوں۔''⑦ اسے امام

① مسند أحمد: 267/3. ② جامع الترمذي، الرؤيا، باب ذهبت النبوة وبقيت المبشرات، حديث: 2272.
③ مسند أبي داود الطيالسي، ماروى سعيد بن مينا عن جابر: 333/3، حديث: 1894. ④ صحيح البخاري، المناقب، باب خاتم النبيين ﷺ، حديث: 3534 و صحيح مسلم، الفضائل، باب ذكر كونه ﷺ خاتم النبيين، حديث: 2287 و جامع الترمذي، الأمثال، باب ماجاء في مثل النبي ﷺ ......، حديث: 2862. ⑤ مسند أحمد: 9/3. ⑥ صحيح مسلم، الفضائل، باب ذكر كونه ﷺ خاتم النبيين، حديث: (22)-2286 عن أبي هريرة رضي الله عنه. ⑦ مسند أحمد: 312/2 البتہ قوسین والا لفظ صحیح البخاري کے آمدہ حوالے میں ہے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بخاری اور امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[1]

عالمی و آخری نبوت: امام مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ: أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأُحِلَّتْ لِيَ (الْغَنَائِمُ) وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَهُورًا وَّمَسْجِدًا وَّأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَّخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ] ''مجھے چھ باتوں میں تمام انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے: (1) مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے ہیں (2) رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے (3) میرے لیے غنیمتوں کو حلال قرار دے دیا گیا ہے (4) زمین کو میرے لیے مسجد اور پاک کرنے والی بنا دیا گیا ہے (5) مجھے ساری مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہے (6) اور میرے ساتھ نبیوں کو ختم کر دیا گیا ہے۔''[2] اسے امام ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔[3]

خاتم المرسلین ﷺ: امام احمد نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَثَلِي وَمَثَلُ النَّبِيِّينَ مِنْ قَبْلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى دَارًا فَأَتَمَّهَا إِلَّا لَبِنَةً وَّاحِدَةً، فَجِئْتُ أَنَا فَأَتْمَمْتُ تِلْكَ اللَّبِنَةَ] ''میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس شخص کی مثال کی طرح ہے جس نے ایک گھر بنایا اور اسے مکمل کر دیا مگر ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی، پس میں آیا اور میں نے اس اینٹ کی جگہ کو مکمل کر دیا۔''[4] اسے امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[5]

باب نبوت کی بندش: جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [إِنَّ لِي أَسْمَاءً: أَنَا مُحَمَّدٌ، وَّأَنَا أَحْمَدُ، وَّأَنَا الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُو اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ، وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمَيَّ، وَأَنَا الْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ أَحَدٌ] ''بے شک میرے کئی نام ہیں: میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں جس سے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹا دے گا، میں حاشر ہوں کہ لوگوں کو میرے بعد جمع کیا جائے گا اور میں عاقب ہوں کہ جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔'' اسے امام بخاری اور امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[6] اس مضمون کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی سنت متواترہ میں یہ خبر دی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ آپ کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے وہ کذاب، افترا پرداز، دجال، خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے، خواہ وہ کیسے ہی خرق عادت امور اور کیسی ہی شعبدہ بازیاں دکھائے، مختلف انواع و اقسام کے

---

[1] صحیح البخاری، المناقب، باب خاتم النبیین ﷺ، حدیث: 3535 و صحیح مسلم، الفضائل، باب ذکر کونه ﷺ خاتم النبیین، حدیث: 2286. [2] صحیح مسلم، کتاب وباب المساجد ومواضع الصلاة، حدیث: 523 قوسین والا لفظ حدیث: 521 میں ہے۔ [3] جامع الترمذی، السیر، باب ماجاء فی الغنیمة، حدیث: 1553 وسنن ابن ماجه، التیمم، باب ماجاء فی التیمم، حدیث: 567 مختصراً. [4] مسند أحمد: 9/3. [5] صحیح مسلم، الفضائل، باب ذکر کونه ﷺ خاتم النبیین، حدیث: (23)-2287. [6] صحیح البخاری، المناقب، باب ماجاء فی أسماء رسول الله ﷺ......، حدیث: 3532 و صحیح مسلم، الفضائل، باب أسمائه ﷺ، حدیث: (125)-2354 واللفظ له ومسند أحمد: 80/4.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿41﴾ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿42﴾ هُوَ الَّذِيْ

اے ایمان والو! تم اللہ کو کثرت سے یاد کرو﴿41﴾ اور تم صبح وشام اس کی تسبیح کرو﴿42﴾ وہی ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی (رحمت کی دعا کرتے

يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿43﴾

ہیں) تاکہ وہ تمھیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لائے، اور اللہ مومنوں پر بہت رحم کرنے والا ہے﴿43﴾ جس دن وہ اس سے ملیں گے تو ان کی دعا

تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ښ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿44﴾

ہوگی ''سلام'' اور اللہ نے ان کے لیے عمدہ وپاکیزہ اجر وثواب تیار کیا ہے﴿44﴾

جادو اور طلسمات کا مظاہرہ کرے، اہل عقل کے نزدیک یہ سب گمراہی کی باتیں ہیں جیسا کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے یمن میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب کے ہاتھ پر ایسے فاسد احوال اور بارد وبے کار اقوال جاری فرما دیے تھے جن سے ہر عقل مند اور صاحب فہم وبصیرت نے یہ معلوم کر لیا تھا کہ نبوت کا دعویٰ کرنے والے یہ دونوں شخص کاذب اور گمراہ ہیں، اللہ تعالیٰ ان پر لعنت فرمائے، ان کذاب مدعیانِ نبوت میں سے ہر ایک کے ساتھ اللہ تعالیٰ ایسے امور پیدا فرما دیتا ہے جس سے علماء اور مومن یہ معلوم کر لیتے ہیں کہ یہ شخص نبوت کا جھوٹا دعوے دار ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق کے ساتھ حد درجہ لطف وکرم کا معاملہ ہے کہ جھوٹے مدعیان نبوت نہ تو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور نہ برائی سے منع کرتے ہیں، کبھی اتفاق سے ایسا ہو تو الگ بات ہے یا پھر اپنے خاص مقاصد کی خاطر انھوں نے کبھی ایسا کیا ہوگا ورنہ اپنے اقوال اور افعال میں اکثر وبیشتر یہ افترا پرداز اور فاسق وفاجر ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ۝ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝﴾ (الشعرآء 26:221,222) ''اچھا میں تمھیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں، ہر افترا پرداز، نہایت گناہ گار پر اترتے ہیں۔'' اس کے برعکس حضرات انبیائے کرام ﷺ کا حال یہ ہوتا ہے کہ ان کا قول وفعل حد درجہ نیکی، راست بازی، رشد وبھلائی اور استقامت وعدل پر مبنی ہوتا ہے، وہ ہمیشہ نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع فرماتے ہیں، پھر وہ اپنی نبوت کی تائید وحمایت میں معجزات، واضح دلائل اور روشن براہین بھی پیش فرماتے ہیں۔ فَصَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِمْ دَائِمًا مُّسْتَمِرًّا مَّادَامَتِ الْاَرْضُ وَالسَّمٰوَاتُ.

تفسیر آیات: 41-44

کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کی فضیلت: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے رب تبارک وتعالیٰ کا کثرت کے ساتھ ذکر کریں کیونکہ اس نے انھیں انواع واقسام کی نعمتوں اور احسانات سے سرفراز فرمایا ہے، پھر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کی وجہ سے انھیں بے حد وحساب اجر وثواب اور بہت خوبصورت ٹھکانا بھی ملے گا۔ امام احمد ؒ نے عبداللہ بن بسر سے روایت کیا ہے کہ دو اعرابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان میں سے ایک نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ طَالَ عُمْرُهٗ وَ حَسُنَ عَمَلُهٗ] ''جس کی عمر طویل اور اس کا عمل اچھا ہو۔'' دوسرے نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اسلام کے احکام تو بہت سے ہیں، مجھے ایک ایسی

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بات فرمادیں جسے میں مضبوطی سے تھام لوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا یَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ] ''تمھاری زبان ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر رہنی چاہیے۔''[1] اس حدیث کا دوسرا حصہ امام ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔[2] اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔[3]

امام احمد نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَامِنْ قَوْمٍ جَلَسُوا مَجْلِسًا لَّمْ یَذْكُرُوا اللّٰهَ تَعَالٰی فِیهِ إِلَّا رَأَوْهُ حَسْرَةً یَّوْمَ الْقِیَامَةِ] ''جو بھی قوم کسی مجلس میں بیٹھی اور پھر اس میں انھوں نے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا تو یہ مجلس ان کے لیے قیامت کے دن موجب حسرت ہوگی۔''[4] علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا ﴾ ''اللہ کا بہت ذکر کیا کرو۔'' کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر جو فریضہ بھی عائد کیا ہے، اس کی ایک معلوم حد مقرر فرمادی ہے اور معذوروں کو عذر کی حالت میں معذور قرار دیا ہے مگر ذکر کی اللہ تعالیٰ نے کوئی حد مقرر نہیں فرمائی اور نہ کسی کو معذور قرار دیا ہے سوائے اس کے جو مغلوب ہوجانے کی وجہ سے ذکر ترک کردے، پس ارشاد فرمایا: ﴿فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِكُمْ﴾ (النسآء 4:103) ''پس کھڑے، بیٹھے اور لیٹے (ہر حالت میں) اللہ کو یاد کرو۔'' یعنی رات اور دن میں، بر و بحر میں، سفر و حضر میں، تونگری و فقر میں، بیماری و صحت میں، خفیہ اور علانیہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اور پھر فرمایا: ﴿وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا ﴾ ''اور صبح و شام اس کی پاکی بیان کرتے رہو۔'' جب تم ایسا کرو گے تو وہ اور اس کے فرشتے تم پر رحمت بھیجیں گے۔[5] اللہ تعالیٰ کے ذکر کی ترغیب کے بارے میں بہت ہی زیادہ آیات، احادیث اور اقوال موجود ہیں اور اس آیت کریمہ میں بھی کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی ترغیب دی گئی ہے اور امام نسائی، معمری اور دیگر کئی ائمہ نے رات اور دن کی گھڑیوں سے متعلق اذکار کے موضوع پر مستقل کتابیں بھی تصنیف فرمائی ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا ﴾ ''اور صبح و شام اس کی پاکی بیان کرتے رہو۔'' بکرۃ کے معنی صبح اور أصیل کے معنی شام کے ہیں جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ ○ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا وَّحِیْنَ تُظْهِرُوْنَ ○﴾ (الروم 30:17،18) ''سو جب تم شام کرو اور جب تم صبح کرو تو اللہ کی تسبیح کرو اور آسمانوں اور زمین میں تعریف اسی کے لیے ہے۔ اور سہ پہر کو بھی اور جب تم ظہر کرو (تب بھی تسبیح کرو۔)'' اور فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ﴾ ''وہی تو ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی۔'' یہ ذکر کا شوق اور رغبت پیدا کی جارہی ہے کہ تم اس کا ذکر کیا کرو وہ تمھیں یاد کیا کرے گا جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا: ﴿كَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ یَتْلُوْا

---

[1] مسند أحمد: 190/4. [2] ملحوظ: پہلا حصہ بھی جامع الترمذی، الزهد، باب منه أیّ الناس خیر......؟ حدیث: 2330 عن نفیع بن الحارث بن کَلدة أبی بکرة الثقفی رضی اللہ عنہ میں ہے۔ [3] جامع الترمذی، الدعوات، باب ماجاء فی فضل الذکر ......، حدیث: 3375 و سنن ابن ماجه، الأدب، باب فضل الذکر، حدیث:3793. [4] مسند أحمد: 224/2. [5] تفسیر الطبری: 23،22/22.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۞ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۞﴾ (البقرة 2:151,152) ''جس طرح (منجملہ اور نعمتوں کے) ہم نے تم میں تمھی میں سے ایک رسول بھیجے ہیں جو تم پر ہماری آیتیں پڑھتے، تمھیں پاک کرتے اور کتاب (قرآن) اور دانائی سکھاتے ہیں اور وہ (ایسی باتیں) سکھاتے ہیں جو تم پہلے نہیں جانتے تھے، سو تم مجھے یاد کیا کرو، میں تمھیں یاد کیا کروں گا اور میرا احسان مانتے رہنا اور میری ناشکری نہ کرنا۔'' اور نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: [(مَنْ) ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ، ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَ(مَنْ) ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ خَيْرٍ مِّنْهُمْ] ''جس نے مجھے اپنے دل میں یاد کیا میں اسے اپنے جی میں یاد کروں گا اور جس نے مجھے جماعت میں یاد کیا میں اس سے بہتر جماعت میں اس کا ذکر کروں گا۔''[1] اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلاۃ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے پاس اپنے بندے کی تعریف فرماتا ہے۔ اسے امام بخاری نے ابو العالیہ سے بیان کیا ہے۔[2] اور ابو جعفر رازی نے ربیع بن انس سے بھی یہی معنی بیان کیے ہیں۔ دیگر اہل علم نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلاۃ کے معنی اپنے بندے پر رحمت نازل فرمانا ہے۔[3] جبکہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ان دونوں قولوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

فرشتوں کی نسبت سے صلاۃ کے معنی یہ ہیں کہ وہ لوگوں کے لیے دعا اور استغفار کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۞ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۞ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ۭ ......﴾ (المؤمن 40:7-9) ''جو عرش کو اٹھائے ہوئے اور جو اس کے گرداگرد (حلقہ باندھے ہوئے) ہیں وہ (فرشتے) اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور مومنوں کے لیے بخشش مانگتے رہتے ہیں کہ ہمارے پروردگار! تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہیں تو جن لوگوں نے توبہ کی اور تیرے رستے پر چلے ان کو بخش دے اور دوزخ کے عذاب سے بچا لے، اے ہمارے پروردگار! ان کو ہمیشہ رہنے کی بہشتوں میں داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور جو ان کے باپ دادا اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے نیک ہوں، (ان کو بھی) بے شک تو نہایت غالب، حکمت والا ہے اور ان کو برائیوں سے بچائے رکھ......۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ﴾ ''تاکہ تم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے۔'' یعنی تم پر رحمت فرمانے، فرشتوں کے پاس تعریف کرنے اور فرشتوں کے تمھارے لیے دعا کرنے کے سبب وہ تمھیں

---

① صحيح البخاري، التوحيد، باب قول الله تعالى: ﴿وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ﴾ (آل عمران 3:28) ......، حديث:7405 وصحيح مسلم، الذكر والدعاء......، باب الحث على ذكر الله تعالى، حديث:2675 جبکہ دونوں قوسوں والا لفظ مسند أحمد:2/405 عن أبي هريرة ؓ میں ہے۔ ② صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ﴾ (الأحزاب 33:56)، قبل الحديث:4797. ③ تفسير ابن أبي حاتم:9/3139 ملخصًا.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴾ جہالت اور ضلالت کے اندھیروں سے نکال کر ہدایت اور یقین کی روشنی کی طرف لے آئے گا۔ ''اور اللہ مومنوں پر بہت مہربان ہے۔'' یعنی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ دنیا میں اس نے انھیں اس حق کی طرف ہدایت سے سرفراز فرمایا جس سے دوسرے لوگ جاہل رہے، اس رستے کی بصیرت عطا فرمائی جس سے دیگر لوگ، کفر و بدعت کے داعی اور ان کے اندھے پیروکار بھٹک گئے تھے اور آخرت میں ان پر اس کی رحمت یہ ہوگی کہ وہ انھیں بہت بڑے خوف سے امن میں رکھے گا اور اپنے فرشتوں کو حکم دے گا کہ وہ ان کا استقبال کر کے حصول جنت کی کامیابی اور آتش جہنم سے نجات کی بشارت سنائیں گے اور یہ سب کچھ اس لیے ہوگا کہ اپنے ان بندوں سے اسے پیار ہے اور وہ اپنی رحمت و شفقت سے انھیں نوازے گا۔ امام احمد نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک دفعہ) اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کے ساتھ گزر رہے تھے کہ رستے میں ایک چھوٹا بچہ پڑا ہوا تھا، جب اس کی ماں نے ان لوگوں کو دیکھا تو اسے خدشہ لاحق ہوا کہ اس کا بچہ کچل نہ دیا جائے، اس لیے وہ دوڑتی بھاگتی آئی اور کہہ رہی تھی: میرا بچہ! میرا بچہ! اور جلدی سے اس نے اپنے بچے کو اٹھا لیا، صحابۂ کرام نے عرض کی! اے اللہ کے رسول! یہ ماں اپنے لخت جگر کو آگ میں پھینکنا تو گوارا نہیں کر سکتی؟[1] راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب لوگوں کو خاموش کرایا اور فرمایا: [وَلَا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَا يُلْقِي حَبِيبَهُ فِي النَّارِ] ''اور نہیں اللہ بھی اپنے پیارے بندے کو آگ میں نہیں پھینکے گا۔''[2] اس حدیث کی سند صحیحین کی شرط کے مطابق ہے، البتہ اصحاب کتب ستہ میں سے کسی نے اسے بیان نہیں کیا لیکن صحیح بخاری میں امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں میں سے ایک عورت کو دیکھا جس نے اپنے لخت جگر کو سینے کے ساتھ چمٹایا ہوا تھا اور وہ اسے دودھ پلا رہی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَتَرَوْنَ هٰذِهِ طَارِحَةً وَّلَدَهَا فِي النَّارِ] ''کیا خیال ہے یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں پھینک سکتی ہے؟'' صحابۂ کرام نے عرض کی: جی نہیں! اس حال میں کہ وہ قدرت رکھتی ہو (کبھی ایسا نہیں کرے گی۔) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَلّٰهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ هٰذِهِ بِوَلَدِهَا] ''اللہ کی قسم! یہ عورت اپنے بچے پر جس قدر مہربان ہے اللہ تعالیٰ اس سے بدر جہا اپنے بندوں پر رحم فرمانے والا ہے۔''[3]

---

① مسند أحمد کے بعض نسخوں میں [ولاء اللّٰه] آیا ہے جو کہ درست نہیں، دیکھیے الموسوعة الحديثية (مسند أحمد):75/19.

② مسند أحمد :104/3. ③ صحيح البخاري، الأدب، باب رحمة الولد وتقبيله ومعانقته، حديث:5999 وصحيح مسلم، التوبة، باب في سعة رحمة الله تعالى......، حديث:2754 صحیح بخاری ومسلم کے مذکورہ حوالوں میں ہے کہ قیدیوں میں سے ایک عورت کا بچہ گم ہو گیا تھا، چنانچہ وہ اپنے گم گشتہ بچے کی تلاش میں جس بچے کو بھی دیکھتی اس کو اٹھاتی، اپنی چھاتی سے لگاتی اور اسے دودھ پلاتی، تفسیر ابن کثیر میں صحیح بخاری کے اقتباس میں صَبِيًّا کے ساتھ لَهَا کا اضافہ ہے جو کہ درست نہیں، البتہ اسماعیلی کی روایت میں صراحت ہے کہ اس عورت کو اپنا بچہ مل گیا تھا، اس کے لفظ ہیں: إِذَا وَجَدَتْ صَبِيًّا أَخَذَتْهُ فَأَرْضَعَتْهُ فَوَجَدَتْ صَبِيًّا فَأَخَذَتْ فَأَلْزَمَتْهُ بَطْنَهَا. حافظ ابن حجر اس کے بعد لکھتے ہیں: اس حدیث کے سیاق سے پتا چلتا ہے کہ اس (قیدی) عورت کا بچہ گم ہو گیا تھا اور وہ اپنے پستانوں میں دودھ اکٹھا ہو جانے کی وجہ سے کسی مضرت سے ڈرتی تھی، اس لیے وہ جو بچہ پاتی اسے دودھ پلاتی تا کہ اس سے دودھ کا بوجھ ہلکا ہو جائے تو جب اس نے اپنا لخت جگر پا لیا تو اس کو پکڑا اور اپنے سینے سے چمٹا لیا۔ دیکھیے فتح الباري:430/10، تحت الحديث:5999.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿45﴾ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ

اے نبی! بلاشبہ ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا (بنا کر) بھیجا ہے ﴿45﴾ اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف دعوت دینے والا اور

وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿46﴾ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿47﴾ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ

روشن چراغ (بنا کر بھیجا ہے) ﴿46﴾ اور مومنوں کو اس بات کی بشارت دے دیجیے کہ بے شک ان کے لیے اللہ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے ﴿47﴾ اور کافروں

وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿48﴾

اور منافقوں کی اطاعت نہ کیجیے اور ان کی ایذا رسانی نظر انداز کر دیجیے، اور اللہ پر توکل کیجیے، اور اللہ کارساز کافی ہے ﴿48﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚ ﴾ ”جس روز وہ اس سے ملیں گے ان کا تحفہ (اللہ کی طرف سے) سلام ہوگا۔“ ﴿ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ ﴾ سے مراد ہے کہ جس وقت وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے تو اللہ تعالیٰ انھیں سلام کہے گا۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ. جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے: ﴿ سَلٰمٌ ۟ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ○ ﴾ (یٰس 58:36) ”پروردگار مہربان کی طرف سے ان کو سلام کہا جائے گا۔“ امام قتادہ کا خیال ہے کہ اس آیت کریمہ سے مراد یہ ہے کہ آخرت کے دن جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے تو ایک دوسرے کو سلام کہہ رہے ہوں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ ﴾ (یونس 10:10) ”(جب وہ) ان میں (ان کی نعمتوں کو دیکھیں گے تو بے ساختہ) کہیں گے: اللہ تو پاک ہے! اور آپس میں ان کی دعا سلام علیکم ہوگی اور ان کا آخری قول یہ (ہوگا) کہ اللہ رب العالمین کی تعریف (اور اس کا شکر) ہے۔“ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿44﴾ ﴾ ”اور اس نے ان کے لیے بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔“ یعنی جنت اور اس میں کھانے پینے کی چیزوں، لباسوں، رہائشوں، نکاحوں، لذتوں اور دل فریب نظاروں کی ایسی ایسی بے مثال اور باکمال نعمتیں ہیں کہ اس طرح کی نعمتیں کبھی کسی آنکھ نے دیکھی نہیں، کبھی کسی کان نے سنی نہیں، دیکھنا سننا تو دور کی بات! کسی انسان کے دل میں ان کا تصور تک نہیں آسکتا۔

تفسیر آیات: 45-48

رسول اللہ ﷺ کی صفات جمیلہ: امام احمد نے عطاء بن یسار سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ میں عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے ملا اور میں نے عرض کی: مجھے بتائیے کہ تورات میں رسول اللہ ﷺ کی کیا صفت لکھی ہوئی ہے؟ انھوں نے کہا: ضرور اللہ کی قسم! تورات میں بھی آپ کی صفات کا ذکر ہے جو قرآن مجید میں مذکور ہیں، مثلاً: تورات میں آپ کے بارے میں لکھا ہوا ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿45﴾ ﴾ ”اے پیغمبر! ہم نے بلاشبہ آپ کو گواہی دینے والا اور خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا (بنا کر) بھیجا ہے۔“ اور ان پڑھوں کے لیے ذریعۂ حفاظت بنا کر بھیجا ہے، آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں، میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے، آپ بدخو، سخت دل اور بازاروں میں شور کرنے والے نہیں ہیں اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے ہیں بلکہ معافی و درگزر سے کام لیتے اور بخش دیتے ہیں، اس وقت تک اللہ تعالیٰ انھیں دنیا سے نہیں بلائے گا جب تک وہ ان کے ذریعے سے کج رو ملت کو سیدھا نہیں کر دیتا کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہنا شروع کر دیں

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

تو اللہ تعالیٰ اس کلمے سے اندھی آنکھوں، بہرے کانوں اور پردے میں بند دلوں کو کھول دے گا۔[1] اسے امام بخاری نے بھی کتاب البیوع اور کتاب التفسیر میں بیان کیا ہے۔[2]

وہب بن منبہ نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیائے بنی اسرائیل میں سے شَعیا نامی ایک نبی کی طرف وحی نازل فرمائی کہ تم اپنی قوم بنی اسرائیل میں کھڑے ہو جاؤ، میں اپنی وحی کے ساتھ تمھاری زبان کو قوت گویائی عطا کردوں گا اور میں ان پڑھ لوگوں میں اپنے ایک نبی امی کو مبعوث کروں گا جو نہ تند خو، نہ سنگ دل اور نہ بازاروں میں شور کرنے والا ہوگا، اگر وہ جلتے ہوئے چراغ کے پاس سے گزرے تو اس قدر شائستگی کے ساتھ کہ چراغ بجھنے نہ پائے۔ اگر وہ سرکنڈوں پر بھی چلے تو اس کے قدموں کی آہٹ سنائی نہ دے، میں اسے خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجوں گا، وہ بے ہودہ بات نہیں کرے گا، اس کے ذریعے سے میں اندھی آنکھوں، بہرے کانوں اور پردے میں بند دلوں کو کھول دوں گا، میں اسے ہر خوب صورت کام کی توفیق عطا کروں گا، ہر خلق کریم سے اسے سرفراز کر دوں گا، سکینت کو اس کا لباس، نیکی کو اس کا شعار، تقوی کو اس کا ضمیر، حکمت کو اس کی گفتگو، صدق و وفا کو اس کی طبیعت، عفو و نیکی کو اس کا خلق، حق کو اس کی شریعت، عدل کو اس کی سیرت، ہدایت کو اس کا امام اور اسلام کو اس کی ملت بنا دوں گا، احمد اس کا نام ہوگا اس کے ذریعے سے ضلالت کے بعد ہدایت دے دوں گا۔ جہالت کے بعد علم دے دوں گا، گمنامی کے بعد سربلندی عطا کر دوں گا نا معلوم ہونے کے بعد پہچان کرا دوں گا، قلت کے بعد کثرت کر دوں گا، محتاجی کے بعد غنی کر دوں گا، تفرقہ کے بعد جمع کر دوں گا، اور ان کے ذریعے سے متفرق امتوں، مختلف دلوں اور پراگندہ خواہشات میں الفت اور ہم آہنگی پیدا کر دوں گا اور ان کے ذریعے سے میں بے شمار لوگوں کو تباہی و ہلاکت سے محفوظ کر دوں گا، ان کی امت کو سب سے بہتر امت بنا دوں گا جو لوگوں کے لیے نکالی گئی ہے اور اس امت کے لوگ نیکی کا حکم دیں گے، برائی سے منع کریں گے اور وہ موحد، مومن، مخلص اور میرے رسولوں کے لائے ہوئے دین و شریعت کی تصدیق کرنے والے ہوں گے۔ میں ان کے دلوں میں یہ بات ڈال دوں گا کہ وہ اپنی مسجدوں، مجلسوں اور آنے جانے کے راستوں میں میری تسبیح، تحمید، ثنا، تکبیر اور توحید کے ترانے گائیں گے، وہ کھڑے اور بیٹھے ہوئے نماز پڑھیں گے، وہ صفیں باندھ کر اور بھاری تعداد میں چل کر اللہ کے رستے میں جہاد کریں گے اور ہزاروں کی تعداد میں میری رضا کے حصول کے لیے اپنے گھروں سے نکلیں گے، وہ اپنے چہروں اور ہاتھ پاؤں کو پاک صاف رکھیں گے، اپنے کپڑوں کو نصف پنڈلیوں تک رکھیں گے، ان کی قربانیاں ان کے خون ہوں گے، ان کی انجیلیں (کتابیں) ان کے سینوں میں ہوں گی، وہ رات کو عبادت گزار اور دن کو شیر ہوں گے، میں ان (ﷺ) کے اہل بیت اور اولاد میں سے سابقین، صدیقین، شہداء اور صالحین پیدا کروں گا، ان کے بعد ان کی امت کے لوگ حق کے ساتھ ہدایت کریں گے اور اس کے ساتھ عدل و انصاف کریں گے جو ان کی مدد کرے گا میں اسے

---

[1] مسند أحمد :174/2. [2] صحيح البخاری، البيوع، باب كراهية السخب فى السوق، حديث:2125 والتفسير، باب: ﴿ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيۡرًا ۝﴾ (الفتح48:8)، حديث:4838.

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا

اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو، پھر انھیں چھونے سے پہلے ان کو طلاق دے دو تو تمھاری طرف سے ان پر کوئی عدت نہیں کہ تم

لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿49﴾

اس (عدت) کو شمار کرو، پس تم انھیں کوئی فائدہ دو اور اچھے طریقے سے رخصت کر دو ﴿49﴾

عزت عطا کروں گا جو ان کے لیے دعا کرے گا میں اس کی تائید کروں گا جو ان کی مخالفت کریں گے یا ان پر سرکشی کریں گے یا ان کے ہاتھوں سے کچھ چھیننا چاہیں گے میں بری گردش میں ان لوگوں کو مبتلا کر دوں گا۔ میں انھیں اپنے نبی کے وارث اور رب کی طرف دعوت دینے والے بنا دوں گا، وہ نیکی کا حکم دیں گے، برائی سے منع کریں گے، نماز قائم کریں گے، زکاۃ ادا کریں گے، وعدے کو پورا کریں گے اور انھی پر میں اس خیر و بھلائی کو ختم کر دوں گا جس کا ان کے پہلے شخص سے میں نے آغاز کیا تھا، یہ میرا فضل ہے جس کو چاہوں میں اس سے سرفراز کر دوں اور میں تو فضل عظیم کا مالک ہوں۔[1]

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں لفظ ﴿شَاهِدًا﴾ کے معنی یہ ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی، یعنی اس بات کی گواہی دینے والے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور روز قیامت لوگوں کے اعمال کی گواہی دینے والے ہیں۔ ﴿وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۞﴾ (النسآء 41:4) ''اور ہم آپ کو ان لوگوں کا (حال بتانے کے لیے) گواہ طلب کریں گے۔'' اور فرمایا: ﴿لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۭ﴾ (البقرۃ 143:2) ''تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور پیغمبر (آخر الزماں) تم پر گواہ بنیں۔'' اور ارشاد باری تعالیٰ ﴿وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿45﴾﴾ کے معنی ہیں کہ آپ مومنوں کے لیے بے پایاں اجر و ثواب کی بشارت سنانے والے ہیں اور کافروں کو جہنم کے خوفناک عذاب سے ڈرانے والے ہیں، ﴿وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ﴾ یعنی اللہ کے حکم سے اللہ کی مخلوق کو اپنے رب کی عبادت کی دعوت دینے والے ہیں، ﴿وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿46﴾﴾ ''اور چراغ روشن۔'' یعنی آپ جس پیغام حق کو لے کر آئے ہیں، اس کے بارے میں آپ کا معاملہ آفتاب نصف النہار کی طرح روشن اور منور ہے کہ کسی معاند کے سوا اور کوئی اس کا انکار کر ہی نہیں سکتا۔ ﴿وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ﴾ ''اور آپ کافروں اور منافقوں کا کہا نہ مانیے اور ان کی ایذا رسانی کو نظر انداز کیجیے۔'' یعنی کافر اور منافق لوگ جو بات کہتے ہیں اسے نہ سنیں اور نہ مانیں ﴿وَدَعْ اَذٰىهُمْ﴾ یعنی ان سے درگزر اور تجاوز کریں، ان کے معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں، ان کے لیے یہی کافی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿48﴾﴾ ''اور آپ اللہ پر بھروسا کریں اور اللہ ہی کارساز کافی ہے۔''

تفسیر آیت: 49

جن عورتوں کے پاس جانے سے پہلے انھیں طلاق دے دی گئی ہو: اس آیت کریمہ میں بہت سے احکام بیان کیے گئے ہیں، مثلاً: یہ کہ محض عقد ہی پر لفظ نکاح کا اطلاق کیا گیا ہے اور اس بارے میں قرآن مجید میں اس سے زیادہ صریح کوئی دوسری

[1] المعجم الكبير للطبراني: 89/10، حديث: 10046 و تفسير الطبري: 35,34/15 و تفسير ابن أبي حاتم: 3140/9، حدیث ضعیف ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آیت نہیں ہے، یہ آیت اس بات کی بھی دلیل ہے کہ دخول سے قبل بھی عورت کو طلاق دینا جائز ہے۔

﴿ الْمُؤْمِنٰتِ ﴾ کا لفظ اکثر و بیشتر حالات کے اعتبار سے ہے ورنہ بالاتفاق اس مسئلے میں مومنہ اور کتابی عورت کے حکم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، سعید بن مسیب، حسن بصری، علی بن حسین زین العابدین اور سلف کی ایک جماعت نے اس آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے کہ طلاق تب ہی واقع ہوتی ہے جب پہلے نکاح ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ ﴾ ''جب تم مومن عورتوں سے نکاح کر کے پھر ان کو طلاق دے دو۔'' نکاح کے بعد طلاق کو ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ نکاح سے پہلے طلاق دینا نہ صحیح ہے اور نہ نکاح سے قبل طلاق واقع ہوتی ہے۔[1] ابن ابو حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب کوئی شخص یہ کہے کہ میں جس عورت سے شادی کروں تو اسے طلاق ہے تو اس کی اس بات کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ ...... ﴾ الآیة ''مومنو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو، پھر ان کو طلاق دے دو......''[2] ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ ﴾ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس میں طلاق کو نکاح کے بعد ذکر کیا گیا ہے؟[3]

اس سلسلے میں عمرو بن شعیب کی اپنے والد سے اور ان کی اپنے دادا (عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما) سے ایک حدیث بھی ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَا طَلَاقَ لَهُ فِيمَا لَا يَمْلِكُ] ''(اس صورت میں) ابن آدم اس عورت کو طلاق نہیں دے سکتا جس کا وہ مالک ہی نہیں ہے۔''[4] اسے امام احمد، ابوداود، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔[5] اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ سب سے احسن روایت ہے جو اس باب میں مروی ہے اسی طرح امام ابن ماجہ نے بھی حضرت علی اور مِسْوَر بن مَخْرَمہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَا طَلَاقَ قَبْلَ نِكَاحٍ] ''نکاح سے قبل کوئی (بھی) طلاق نہیں۔''[6]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا ﴾ ''تو تم کو کچھ اختیار نہیں کہ ان سے عدت پوری کراؤ۔'' اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ عورت کو جب دخول سے پہلے طلاق دے دی جائے تو اس کے لیے کوئی عدت نہیں ہے، لہٰذا اگر وہ چاہے تو فوراً نکاح کر سکتی ہے، البتہ وہ عورت اس سے مستثنیٰ ہے جس کا شوہر فوت ہو گیا ہو کیونکہ اسے چار ماہ دس دن کی عدت گزارنا ہوگی، خواہ اس کے ساتھ دخول نہ بھی کیا گیا ہو اور اس بات پر بھی تمام علماء کا اجماع ہے۔ ﴿ فَمَتِّعُوهُنَّ

---

[1] تفسیر البغوی:648/3. [2] تفسیر ابن أبی حاتم :3142/10 عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ. [3] صحیح البخاری، الطلاق، باب: لاطلاق قبل نکاح......، بعد الحدیث :5268 . [4] مسند أحمد :190/2 . [5] مسند أحمد :190/2 و جامع الترمذی، الطلاق واللعان، باب ماجاء لا طلاق قبل النکاح، حدیث:1181 و سنن أبی داود، الطلاق، باب فی الطلاق قبل النکاح، حدیث:2190 و سنن ابن ماجه، الطلاق، باب لا طلاق قبل النکاح، حدیث:2047. [6] سنن ابن ماجه، الطلاق، باب لاطلاق قبل النکاح، حدیث :2048 .

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ

اے نبی! بے شک ہم نے آپ کے لیے آپ کی وہ بیویاں حلال کر دی ہیں جن کے مہر آپ نے ادا کر دیے، اور وہ (کنیزیں) بھی آپ کے دائیں ہاتھ

يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ

جن کے مالک ہیں ان (کنیزوں) میں سے جو اللہ نے آپ کو غنیمت میں دیں، اور آپ کے چچا کی بیٹیاں، اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں، اور آپ کے

خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۡ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ

ماموؤں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں بھی، جنھوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی، اور مومن عورت بھی، اگر وہ اپنے آپ کو نبی کے لیے

النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۤ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ قَدْ عَلِمْنَا مَا

ہبہ (وقف) کر دے، اگر نبی چاہے تو اس سے نکاح کر لے، یہ (اجازت) مومنوں کے علاوہ خاص آپ کے لیے ہے، ہم یقیناً جانتے ہیں جو کچھ ہم نے

فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ

ان (مومنوں) پر ان کی بیویوں اور جن (لونڈیوں) کے مالک ہوئے ہیں ان کے دائیں ہاتھ (ان) کے بارے میں فرض کیا ہے، (آپ کے لیے ازواج کی یہ

حَرَجٌ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿50﴾

حلت اس لیے ہے) کہ آپ پر کوئی تنگی نہ رہے، اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ﴿50﴾

﴿وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿49﴾﴾ ''پس ان کو کچھ فائدہ دو اور اچھی طرح سے رخصت کر دو۔'' متعہ کا لفظ یہاں پر عام ہے۔ وہ مقرر کردہ حق مہر کا نصف بھی ہو سکتا ہے یا پھر اس سے مراد خاص متعہ ہے اگر مہر مقرر نہ کیا گیا ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ﴾ (البقرۃ 237:2) ''اور اگر تم عورتوں کو ان کے پاس جانے سے پہلے طلاق دے دو، حالانکہ مہر مقرر کر چکے ہو تو آدھا مہر دینا ہوگا۔'' اور فرمایا: ﴿لَاجُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاۗءَ مَالَمْ تَمَسُّوْھُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَھُنَّ فَرِيْضَةً ښ وَّمَتِّعُوْھُنَّ ۚ عَلَي الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَي الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًۢا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَي الْمُحْسِنِيْنَ ○﴾ (البقرۃ 236:2) ''اور اگر تم عورتوں کو ان کے چھونے یا ان کا مہر مقرر کرنے سے پہلے طلاق دے دو تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔ ان کو دستور کے مطابق کچھ خرچ ضرور دو (یعنی) مقدور والا اپنے مقدور کے مطابق دے اور تنگدست اپنی حیثیت کے مطابق، نیک لوگوں پر یہ ایک طرح کا حق ہے۔'' صحیح بخاری میں سہل بن سعد اور ابو اسید رضی اللہ عنہم سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اُمیمہ بنت شراحیل سے شادی کی اور جب اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا اور آپ نے اپنا دست مبارک اس کی طرف بڑھایا تو اس نے گویا اسے ناپسند کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ابو اسید کو حکم دیا کہ وہ اسے رخصت کر دیں اور اسے سفید کتان کے دو کپڑے دے دیں۔[1] علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اگر مہر مقرر کیا گیا ہو تو پھر اس کا حق نصف مہر ہے اور اگر مہر مقرر نہ کیا گیا ہو تو پھر طلاق دینے والا اپنی تنگ دستی اور خوش حالی کے مطابق اسے خرچ دے اور اچھی طرح رخصت کرنے

[1] صحيح البخاري، الطلاق، باب من طلق وهل يواجه الرجل......؟ حديث: 5257,5256 .

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے یہی معنی ہیں۔[1]

تفسیر آیت:50

ان عورتوں کا بیان جو نبی ﷺ کے لیے حلال کر دی گئی تھیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے کہ آپ کے لیے ان عورتوں کو حلال قرار دے دیا گیا ہے جن کو آپ نے ان کے مہر دے دیے ہوں، أجور سے یہاں مہر مراد ہیں جیسا کہ مجاہد اور کئی ایک ائمۂ تفسیر نے کہا ہے۔[2] نبی ﷺ کی بیویوں کا مہر ساڑھے بارہ اُوقیہ چاندی ہوتا تھا، اس وجہ سے تمام ازواج مطہرات کو پانچ سو درہم مہر ملا، البتہ ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہما کو نجاشی نے آپ کی طرف سے چار سو دینار مہر دے دیا تھا اور صفیہ بنت حُیَی رضی اللہ عنہا کا آپ نے خیبر کے قیدیوں میں سے اپنے لیے انتخاب فرمایا تھا، پھر آپ نے انھیں آزاد کر دیا اور ان کی آزادی ہی کو ان کا مہر مقرر کر دیا، اسی طرح خاندان مصطلق کی خاتون جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کی کتابت آپ نے ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کو ادا کی اور ان سے شادی کر لی تھی۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُنَّ أَجْمَعِینَ.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ ﴾ ''اور جن (لونڈیوں) کا مالک آپ کا دایاں ہاتھ بنا ہے جو اللہ نے آپ کو بطور (مال) غنیمت دلوائی ہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے ان لونڈیوں کو بھی حلال کر دیا ہے جو آپ نے مال غنیمت میں حاصل کی ہوں جیسا کہ صفیہ و جویریہ رضی اللہ عنہما آپ کی لونڈیاں تھیں، آپ نے انھیں آزاد کر کے ان سے شادی کر لی تھی، اسی طرح ریحانہ بنت شمعون نضریہ رضی اللہ عنہا اور ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا، جو آپ کے صاحبزادے ابراہیم کی والدہ تھی، آپ کی لونڈیاں تھیں، ﴿ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ ...... ﴾ الآیۃ ''اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھی کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں......'' یہ طریقہ افراط و تفریط کے مابین مبنی بر اعتدال ہے کیونکہ عیسائی کسی عورت سے شادی نہیں کرتے جب تک کہ آدمی اور عورت کے درمیان سات یا اس سے بھی زیادہ دادے حائل نہ ہوں جبکہ یہودی بھتیجی یا بھانجی سے بھی شادی کر لیتے ہیں لیکن اس کامل و طاہر شریعت نے نصاریٰ کے افراط کو ختم کر دیا، چچا اور پھوپھی کی بیٹی اور ماموں اور خالہ کی بیٹی سے نکاح کو حلال قرار دے دیا اور یہود کی اس تفریط کو بھی حرام قرار دے دیا جس کے مطابق انھوں نے بھتیجی اور بھانجی سے بھی نکاح کو جائز قرار دے رکھا تھا کیونکہ یہ بہت ہی غلیظ اور بدترین حرکت تھی۔

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ ﴾ میں مذکر کے الفاظ شرف کی وجہ سے واحد اور مؤنث کے الفاظ ان کے ناقص ہونے کی وجہ سے جمع لائے گئے ہیں جیسا کہ ﴿ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ ﴾ (النحل 16:48) اور ﴿ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ﴾ (البقرۃ 2:257) اور ﴿ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ﴾ (الأنعام 6:1) کے علاوہ اس کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں۔ ضحاک کہتے ہیں کہ ابن مسعود نے ﴿ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ﴾ کو [وَالّٰتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ]

---

[1] تفسیر الطبری: 25/22. [2] تفسیر الطبری: 26/22.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

(واوِ عاطفہ کے ساتھ) پڑھا ہے۔①

اور فرمایا: ﴿ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۚ خَالِصَةً لَّكَ ...... ﴾ الآیۃ '' اور کوئی مومن عورت اگر اپنا آپ پیغمبر کو ہبہ کر دے (مہر لینے کے بغیر نکاح میں آنا چاہے) بشرطیکہ پیغمبر بھی اس سے نکاح کرنا چاہیں (تو وہ بھی حلال ہے یہ اجازت) صرف آپ کے لیے ہے......'' یعنی اے نبی! آپ کے لیے وہ مومن عورت بھی حلال ہے جو اپنا آپ، آپ کو بخش دے اور وہ مہر لیے بغیر آپ سے شادی کرنا چاہے، اگر آپ چاہیں تو اس سے شادی کر لیں، اس آیت میں دو شرطیں مسلسل آئی ہیں۔②

امام احمد نے سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں نے اپنا نفس آپ کو بخش دیا اور یہ کہہ کر وہ طویل وقت تک کھڑی رہی، ایک شخص اٹھا اور اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اگر آپ کو ضرورت نہیں تو اس سے میری شادی کر دیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ تُصْدِقُهَا إِيَّاهُ؟] ''کیا تمھارے پاس اسے مہر دینے کے لیے کچھ ہے؟'' اس نے عرض کی: میرے پاس تو صرف میری یہ چادر ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنْ أَعْطَيْتَهَا إِزَارَكَ جَلَسْتَ لَا إِزَارَ لَكَ، فَالْتَمِسْ شَيْئًا] ''اگر تم نے اپنی چادر اسے دے دی تو خود بیٹھ رہو گے اور تمھارے پاس کوئی چادر نہ ہو گی، لہٰذا کوئی اور چیز تلاش کرو'' اس نے عرض کی: میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: [اِلْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِّنْ حَدِيدٍ!] ''تلاش کرو۔ خواہ لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو!'' اس نے کوشش کی مگر اسے کوئی چیز نہ ملی۔ نبی ﷺ نے اس سے فرمایا: [هَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْءٌ؟] ''کیا تمھیں قرآن مجید کا کچھ حصہ یاد ہے؟'' اس نے عرض کی: جی ہاں! مجھے فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں، اس نے سورتوں کے نام لیے، نبی ﷺ نے اس سے فرمایا: [قَدْ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ] ''تمھیں جو قرآن یاد ہے، اس کے بدلے میں، میں نے تمھارا اس عورت سے نکاح کر دیا'' مہر کے طور پر قرآن مجید کی جو سورتیں تمھیں یاد ہیں وہ اسے بھی یاد کرا دو۔③ بخاری و مسلم نے اسے بروایت مالک بیان کیا ہے۔④ ابن ابو حاتم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جس عورت نے اپنا آپ نبی ﷺ کو بخش دیا تھا اس کا نام خولہ بنت حکیم تھا۔⑤

امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ میں ان عورتوں سے غیرت کھایا کرتی تھی جو اپنا آپ نبی ﷺ کو بخش دیا کرتی تھیں اور میں کہتی تھی کہ کیا کوئی عورت اپنا آپ بخش سکتی ہے!؟ اور جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

① تفسیر الطبری:27/22 . ② پہلی شرط: ''اگر مومن عورت اپنے آپ کو ہبہ کر دے'' دوسری شرط: ''اگر نبی اس سے نکاح کرنا چاہے۔'' ③ مسند أحمد:336/5 . ④ صحیح البخاری، النکاح، باب: السلطان ولی لقول النبیﷺ: [زوجناکها بمامعك من القرآن]، حدیث:5135 و صحیح مسلم، النکاح، باب الصداق و جواز کونه تعلیم قرآن وخاتم حدید ......، حدیث:1425. ⑤ تفسیر ابن أبی حاتم:3143/10 و صحیح البخاری، النکاح، باب: هل للمرأة أن تهب نفسهالأحد؟ حدیث:5113.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿ تُرۡجِیۡ مَنۡ تَشَآءُ مِنۡهُنَّ وَتُــٔۡوِیۡۤ اِلَیۡكَ مَنۡ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابۡتَغَیۡتَ مِمَّنۡ عَزَلۡتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡكَ ؕ ﴾ (الأحزاب 51:33) ''اور آپ کو یہ بھی اختیار ہے کہ ان میں سے جس بیوی کو چاہیں مؤخر کر دیں اور جسے چاہیں اپنے پاس جگہ دے دیں اور جس کو آپ نے علیحدہ کر دیا ہوا گر اس کو پھر اپنے پاس طلب کر لیں تو آپ پر کچھ گناہ نہیں۔'' تو میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ آپ کی خواہش کو بہت جلد پورا فرما دیتا ہے۔[1] ابن ابو حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کوئی عورت نہ تھی جس نے اپنا آپ نبی اکرم ﷺ کو بخش دیا ہو۔[2] اسے ابن جریر نے یونس بن بُکیر سے بھی روایت کیا ہے کہ جن خواتین نے اپنا آپ رسول اللہ ﷺ کو بخشا آپ نے ان میں سے کسی ایک کو بھی قبول نہیں فرمایا تھا۔[3] اگرچہ یہ آپ کے لیے مباح تھا اور آپ کے ساتھ یہ حکم خاص تھا لیکن یہ آپ کی مرضی پر موقوف تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنۡ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنۡ یَّسۡتَنۡكِحَهَا ﴾ ''بشرطیکہ پیغمبر بھی اس سے نکاح کرنا چاہیں۔'' ﴿ خَالِصَةً لَّكَ مِنۡ دُوۡنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ؕ ﴾ ''(یہ اجازت اے محمد!) خاص آپ ہی کے لیے ہے مسلمانوں کے علاوہ۔'' یعنی بخشی ہوئی عورت آپ کے سوا اور کسی کے لیے حلال نہیں، لہٰذا اگر کوئی عورت اپنے آپ کو کسی مرد کو بخش دے تو وہ اس کے لیے حلال نہیں جب تک اسے بطور مہر کچھ دے نہ دے۔[4] مجاہد، شعبی اور دیگر ائمہ تفسیر نے بھی یہی کہا ہے۔[5] یعنی جب کوئی عورت اپنا نفس کسی مرد کے سپرد کر دے اور وہ جب اس کے ساتھ دخول کرے تو اس پر مہر مثل واجب ہوگا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے بِرْوَع بنت واشق کے بارے میں فیصلہ فرمایا تھا جب اس نے اپنے آپ کو سپرد کر دیا تھا اور جب اس کا شوہر فوت ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ اسے مہر مثل دیا جائے۔[6] نبی اکرم ﷺ کے علاوہ کسی اور کے لیے اپنے آپ کو سپرد کر دینے والی عورت کے لیے (خاوند کی) موت اور دخول حق مہر کے تعین اور مہر مثل کے ثبوت کے لیے یکساں ہیں لیکن نبی ﷺ اگر کسی مفوضہ عورت سے دخول بھی فرما لیں تو بھی آپ پر کچھ واجب نہیں ہے کیونکہ آپ کے لیے مہر، ولی اور گواہوں کے بغیر بھی نکاح کرنا جائز ہے جیسا کہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے قصے سے معلوم ہوتا ہے، اسی لیے امام قتادہ نے ﴿ خَالِصَةً لَّكَ مِنۡ دُوۡنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ؕ ﴾ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ کسی عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ نبی ﷺ کے سوا، ولی اور مہر کے بغیر اپنا آپ کسی مرد کو بخش دے۔[7]

﴿ قَدۡ عَلِمۡنَا مَا فَرَضۡنَا عَلَیۡهِمۡ فِیۡۤ اَزۡوَاجِهِمۡ وَمَا مَلَكَتۡ اَیۡمَانُهُمۡ ﴾ ''ہم نے ان کی بیویوں اور جن کے مالک بنے ہیں ان کے دائیں ہاتھ کے بارے میں جو (مہر واجب الادا) مقرر کر دیا ہے یقیناً ہم کو معلوم ہے۔'' اُبی بن کعب، مجاہد، حسن، قتادہ

[1] صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿ تُرۡجِیۡ مَنۡ تَشَآءُ مِنۡهُنَّ وَتُــٔۡوِیۡۤ ...... ﴾ (الأحزاب51:33)......، حدیث:4788 وصحیح مسلم، النکاح، باب جواز هبتها نوبتها لضرتها، حدیث: 1464. [2] تفسیر ابن أبی حاتم:3144/10 والمعجم الکبیر للطبرانی:296/11، حدیث:11787 والسنن الکبرٰی للبیهقی، النکاح، باب ما أبیح......:55/7. [3] تفسیر الطبری :29/22 . [4] تفسیر ابن أبی حاتم:3144/10 . [5] تفسیر الطبری :28,27/22 . [6] سنن أبی داود، النکاح، باب فیمن تزوج ولم یسم لها صداقا......، حدیث :2116 و 2114 و سنن ابن ماجه، النکاح، باب الرجل یتزوج ولا یفرض لها فیموت علی ذلك، حدیث:1891. [7] تفسیر الطبری:28/22 .

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ

آپ اپنی بیویوں میں سے جسے چاہیں مؤخر کریں (چھوڑ دیں) اور جسے چاہیں اپنے پاس جگہ دیں اور جنھیں آپ نے الگ کر دیا ہے، ان میں سے جسے بھی

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَآ

آپ (اپنے پاس رکھنا) چاہیں، تو بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں، یہ (اختیار) اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں، اور وہ غمگین نہ ہوں

اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ﴿51﴾

اور جو کچھ بھی آپ انھیں دیں وہ سب اس پر راضی ہوں، اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تمھارے دلوں میں ہے۔ اور اللہ خوب جاننے والا، نہایت بردبار ہے ﴿51﴾

اور ابن جریر اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہے کہ ہم نے ان کے لیے چار تک آزاد عورتوں کو محدود کر دیا ہے۔[1] لیکن لونڈیاں جس قدر چاہیں رکھ سکتے ہیں اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ امت کے لیے نکاح کے بارے میں ہم نے ولی، مہر اور گواہوں کی شرطوں کو مقرر کیا ہے مگر آپ کے لیے رخصت ہے اور ان میں سے کوئی شرط آپ کے لیے واجب نہیں ہے۔ ﴿ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿50﴾ ﴾ ”(یہ اس لیے کہا گیا ہے) کہ آپ پر کسی طرح کی تنگی نہ رہے اور اللہ بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

تفسیر آیت: 51

نبی ﷺ کے لیے اختیار: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ وہ ان عورتوں سے غیرت محسوس کرتی تھیں جنھوں نے اپنا آپ رسول اللہ ﷺ کو بخش دیا تھا، وہ کہا کرتی تھیں کیا عورت کو حیا نہیں آتی کہ وہ اپنے نفس کو مہر کے بغیر پیش کر دے! اور جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿ تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ ...... ﴾ الآیۃ ”ان میں سے جس (بیوی) کو چاہیں مؤخر کر دیں اور جسے چاہیں اپنے پاس جگہ دے دیں......“ تو انھوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! میں دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہش کو بہت جلد پورا فرما دیتا ہے۔[2] قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اسے روایت کیا ہے۔[3] اس سے معلوم ہوا کہ ﴿ تُرْجِيْ ﴾ کے معنی ہیں کہ مؤخر کر دیں ﴿ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ ﴾ ”ان میں سے جسے چاہیں۔“ یعنی اپنا آپ رسول اللہ ﷺ کو بخشنے والی عورتوں میں سے۔ ﴿ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ ﴾ ”اور جسے چاہیں اپنے پاس رکھیں۔“ یعنی جسے آپ چاہیں قبول کر لیں اور جسے چاہیں رد کر دیں اور جسے ایک بار رد کر دیں اس کے بارے میں بھی اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو اسے پھر اپنے پاس بلا لیں، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ؕ ﴾ ”اور جس کو آپ نے علیحدہ کر دیا ہوا گر اس کو پھر اپنے پاس طلب کر لیں تو آپ پر کچھ گناہ نہیں۔“

کچھ دیگر اصحاب تفسیر نے کہا ہے کہ ﴿ تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ ...... ﴾ الآیۃ سے مراد یہ ہے کہ اپنی بیویوں کے لیے باری مقرر نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں، ان میں سے جس کو چاہیں پہلے طلب کر لیں اور جسے چاہیں بعد میں طلب کر لیں جس سے

[1] تفسیر الطبری: 30/22. [2] مسند أحمد: 158/6. [3] دیکھیے الأحزاب، آیت: 50 کے ذیل میں۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

چاہیں مجامعت کریں اور جس سے چاہیں مجامعت نہ کریں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، حسن، قتادہ، ابورزین، عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم اور دیگر کئی ائمہ سے اسی طرح مروی ہے۔ ① لیکن اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے باری مقرر فرما رکھی تھی۔ فقہائے شافعیہ اور دیگر کا مذہب ہے کہ آپ پر باری مقرر کرنا واجب نہ تھا اور انھوں نے اسی آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے۔

امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت: ﴿ تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَ تُـْٔوِیْۤ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَ مَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكَ ؕ﴾ کے نازل ہونے کے بعد ہم میں سے جس کا دن ہوتا تھا اس عورت سے اجازت لے لیا کرتے تھے، حدیث کی راویہ (معاذہ) کہتی ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کیا جواب دیا کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں کہا کرتی تھی کہ اگر اس کا حق مجھے ہے تو اے اللہ کے رسول! میں یہ نہیں چاہتی کہ آپ پر کسی کو ترجیح دوں۔ ② یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ اس سے مراد عدم وجوب تقسیم ہے اور پہلی حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ یہ آیت اپنا آپ بخشنے والی عورتوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اسی وجہ سے ابن جریر نے اس بات کو اختیار کیا ہے کہ یہ آیت عام ہے، اپنا آپ بخش دینے والی عورتوں کے بارے میں بھی ہے اور ان بیویوں کے بارے میں بھی جو آپ کے پاس تھیں کہ آپ کو ان کے بارے میں باری کی تقسیم و عدم تقسیم کا اختیار ہے۔ ③ اور ابن جریر کی اختیار کردہ یہ بات بہت اچھی، عمدہ اور قوی ہے اور اس سے تمام احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ تَقَرَّ اَعْیُنُهُنَّ وَ لَا یَحْزَنَّ وَ یَرْضَیْنَ بِمَاۤ اٰتَیْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ﴾ ''یہ (اجازت) زیادہ قرین قیاس ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غمناک نہ ہوں اور جو کچھ آپ ان کو دیں اسے لے کر سب خوش رہیں۔'' یعنی جب انھیں یہ معلوم ہوگا کہ تقسیم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے تنگی کو دور فرما دیا ہے اور اگر آپ چاہیں تو باری مقرر فرمائیں اور اگر چاہیں تو مقرر نہ فرمائیں جس طرح بھی آپ کر لیں کوئی حرج نہیں اور اگر آپ ان کے لیے باریاں مقرر فرماتے ہیں تو یہ آپ کا اختیار ہے، آپ پر واجب نہیں ہے تو یہ جان کر انھیں فرحت و مسرت ہوگی اور وہ اسے آپ کے حسن اخلاق اور احسان پر محمول کریں گی کہ اختیار کے باوجود آپ نے ان کے لیے باریاں مقرر کر کے عدل و انصاف کا مظاہرہ فرمایا ہے۔

اور فرمایا: ﴿ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ﴾ ''اور جو کچھ تمھارے دلوں میں ہے اللہ اسے جانتا ہے۔'' یعنی دل میں جو بعض کی طرف زیادہ میلان ہے اور جسے ختم کرنا ممکن نہیں جیسا کہ امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے درمیان باریاں عدل و انصاف کے ساتھ مقرر فرما دیا کرتے تھے اور اس کے باوجود آپ یہ دعا کیا کرتے تھے: [اَللّٰهُمَّ! هٰذَا فِعْلِي فِيمَا أَمْلِكُ، فَلَا تَلُمْنِي فِيمَا تَمْلِكُ وَلَا أَمْلِكُ] ''اے اللہ! یہ میرا فعل ہے، اس کے بارے میں جس کا میں مالک ہوں اور اس کے بارے میں مجھے ملامت نہ فرما جس کا تو مالک ہے اور میں مالک

① تفسیر الطبری: 32,31/22. ② صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿ تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ ...... ﴾ (الأحزاب 51:33) ......، حدیث: 4789. ③ تفسیر الطبری: 33,32/22.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

لَا یَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَاۤ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ

اوران کے بعد آپ کے لیے (اور) عورتیں حلال نہیں اور نہ یہ (جائز ہے) کہ آپ ان (موجودہ بیویوں) کی جگہ اور بیویاں بدل لیں اگر چہ ان کا حسن آپ کو

اِلَّا مَا مَلَكَتْ یَمِیْنُكَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ رَّقِیْبًا ﴿52﴾ ع 6 12 3

اچھا لگے، سوائے ان (لونڈیوں) کے جن کا مالک آپ کا دایاں ہاتھ بنا ہے، اور اللہ ہر چیز پر خوب نگہبان ہے ﴿52﴾

نہیں۔"[1] اس حدیث کو اہل سنن اربعہ نے بھی روایت کیا ہے۔[2] اور امام ابوداود رحمہ اللہ نے [فَلَا تَلُمْنِي فِيمَا تَمْلِكُ وَلَا أَمْلِكُ] "تو اس کے بارے میں مجھے ملامت نہ فرما جس کا تو مالک ہے اور میں مالک نہیں۔" کے بعد کہا ہے کہ اس سے مراد "دلی محبت" ہے۔ اس حدیث کی سند صحیح اور اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔[3] پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد یہ الفاظ اسی لیے ذکر فرمائے ہیں: ﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَلِیْمًا ﴿51﴾﴾ "اور اللہ بڑا جاننے والا، نہایت بردبار ہے۔" یعنی وہ دلوں کے بھیدوں کو جانتا اور بردباری و بخشش کا معاملہ فرماتا ہے۔

تفسیر آیت: 52

رسول اللہ ﷺ کی صحبت اختیار کرنے کا بدلہ: کئی علمائے تفسیر، مثلاً: ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، ضحاک، قتادہ، ابن زید اور ابن جریر رحمہم اللہ وغیرہ[4] نے ذکر فرمایا ہے کہ ازواج مطہرات کو جب اختیار دیا گیا اور انھوں نے دنیوی مال و منال کے بجائے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور دار آخرت کو اپنے لیے اختیار کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس حسن عمل سے خوش ہو کر ان کی جزا کے طور پر اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا ہے۔ جب انھوں نے حسن انتخاب کا مظاہرہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کو اپنے لیے پسند کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو جزا یہ دی کہ اپنے رسول ﷺ کو انھی ازواج پر اکتفا کرنے کا حکم دے دیا اور ان کے لیے دیگر عورتوں سے شادی کرنے یا انھیں چھوڑ کر اور عورتیں کرنے کو حرام قرار دے دیا، خواہ ان کا حسن آپ کو کیسا ہی اچھا لگے، البتہ باندیوں اور لونڈیوں کے سلسلے میں اجازت کو برقرار رکھا لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے تنگی کو رفع کرتے ہوئے، اس آیت کے حکم کو منسوخ فرما دیا اور دیگر عورتوں سے شادی کو جائز قرار دے دیا، یہ الگ بات ہے کہ ان کے بعد رسول اللہ ﷺ نے کسی اور عورت سے شادی نہ کی تاکہ رسول اللہ ﷺ کا ان پر احسان برقرار رہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے انتقال سے قبل اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے عورتوں کو حلال قرار دے دیا تھا۔[5] اور اسے امام ترمذی اور امام نسائی نے بھی اپنی اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔[6]

---

[1] مسند أحمد: 144/6. [2] جامع الترمذي، النكاح، باب ماجاء في التسوية بين الضرائر، حديث: 1140 وسنن أبي داود، النكاح، باب في القسم بين النساء، حديث: 2134 وسنن النسائي، عشرة النساء، باب ميل الرجل إلى بعض نسائه......، حديث: 3395 و سنن ابن ماجه، النكاح، باب القسمة بين النساء، حديث: 1971، حدیث ضعیف ہے۔ [3] سنن أبي داود، النكاح، باب في القسم بين النساء، حديث: 2134. [4] تفسير الطبري: 22/36-41. [5] مسند أحمد: 41/6. [6] جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة الأحزاب، حديث: 3216 و سنن النسائي، النكاح، باب ما افترض الله عزوجل على رسوله......، حديث: 3206.

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ

اے ایمان والو! تم نبی کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو الا یہ کہ تمھیں کھانے کے لیے اجازت دی جائے، نہ یہ کہ (وہاں جاکر) کھانا پکنے کا انتظار کرتے

اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ

رہو، اور لیکن جب تمھیں دعوت دی جائے تب تم داخل ہو جاؤ، پھر جب کھانا کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ، اور (وہیں) باتوں میں نہ لگے رہو، بلاشبہ تمھاری یہ

اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ

روش نبی (ﷺ) کو تکلیف دیتی ہے، سو وہ تم سے شرماتے ہیں، اور اللہ حق بات سے نہیں شرماتا، اور جب تم ان (ازواج نبی) سے کوئی چیز مانگو تو پردے

مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ

کے پیچھے سے مانگو، یہ بات تمھارے دلوں اور ان کے دلوں کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے، اور تمھارے لیے یہ جائز نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو ایذا دو، اور نہ

اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ

یہ (جائز ہے) کہ تم اس (کی وفات) کے بعد کبھی اس کی بیویوں سے نکاح کرو، بے شک تمھارا یہ فعل اللہ کے نزدیک بہت بڑا (گناہ) ہے (53) اگر تم کوئی

عَظِيْمًا (53) اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (54)

چیز ظاہر کرو یا اسے چھپاؤ تو بلاشبہ اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے (54)

دیگر علمائے تفسیر نے کہا ہے کہ اس آیت: ﴿لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ جب ہم نے ان عورتوں کی تفصیل بیان کر دی جن کو آپ کے لیے حلال قرار دیا ہے۔ یعنی وہ بیویاں جن سے مہر دے کر نکاح کیا ہے، باندیاں، چچا اور پھوپھی کی بیٹیاں، ماموں اور خالہ کی بیٹیاں اور اپنا آپ رسول اللہ ﷺ کو بخش دینے والی عورتیں حلال ہیں جبکہ ان کے سوا دیگر عورتیں حلال نہیں ہیں۔ ایک روایت کے مطابق ابی بن کعب اور مجاہد کا بھی یہی قول ہے۔[1] ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو مومن مہاجر عورتوں کے سوا دیگر عورتوں سے نکاح سے منع کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ﴾ ''(اے پیغمبر!) ان کے سوا اور عورتیں آپ کے لیے جائز نہیں اور نہ یہ کہ ان بیویوں کو چھوڑ کر اور بیویاں کر لیں، خواہ ان کا حسن آپ کو کیسا ہی اچھا لگے مگر وہ جن (لونڈیوں) کا مالک آپ کا دایاں ہاتھ بنا ہے (کے بارے میں آپ کو اختیار ہے۔)'' پس اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے مومن عورتوں اور اس مومن عورت کو حلال قرار دیا جو اپنا آپ رسول اللہ ﷺ کو بخش دے اور اسلام کے سوا ہر دین کی عورت کو آپ کے لیے حرام قرار دے دیا۔ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ...... الآیة (المائدة 5:5) ''اور جو شخص ایمان کا منکر ہوا، تو یقیناً اس کے عمل ضائع ہو گئے ......''[2]

ابن جریر نے فرمایا ہے کہ یہ آیت عام ہے۔ یہ ان تمام اقسام کی عورتوں کے لیے بھی ہے جن کا مذکورہ بالا آیت میں ذکر ہوا

[1] تفسير الطبري: 37,36/22 . [2] جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة الأحزاب، حديث: 3215 حديث ضعیف ہے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہے اوران عورتوں کے لیے بھی ہے جو آپ کی عصمت میں تھیں۔[1] اور جن کی تعداد نو تھی۔ ابن جریر کی یہ بات بہت عمدہ ہے اور بہت سے سلف نے بھی اس آیت سے یہی معنی مراد لیے ہیں اور دونوں کے قول میں کوئی تضاد بھی نہیں، دونوں معنی ہی مراد ہوسکتے ہیں۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ ﴾ ''اور نہ یہ (جائز ہے) کہ ان بیویوں کو چھوڑ کر اور بیویاں کر لیں، خواہ ان کا حسن آپ کو کیسا ہی اچھا لگے۔'' ان کے علاوہ اور عورتوں سے شادی سے منع کر دیا اور اس بات سے بھی کہ آپ ان میں سے کسی کو طلاق دے کر اس کے بجائے کسی اور عورت سے شادی کر لیں، البتہ لونڈیوں کے بارے میں جواز کو برقرار رکھا گیا۔

تفسیر آیات: 54,53

کاشانۂ نبوی میں داخلے کے آداب اور حکمِ حجاب: یہ آیت حجاب ہے اور اس میں بہت سے شرعی احکام و آداب بیان کیے گئے ہیں، یہ آیت بھی ان آیات کریمہ میں سے ہے جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے قول کے موافق نازل ہوئی تھیں جیسا کہ صحیحین میں ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے اپنے رب عزوجل کی تین باتوں میں موافقت کی، میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کاش! آپ مقام ابرہیم کو جائے نماز بنالیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمادیا: ﴿ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ ﴾ (البقرة 2:125) ''اور (جس) مقام (پر) ابراہیم (کھڑے ہوئے تھے اس) کو نماز کی جگہ بنالو!'' میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ کی ازواج مطہرات کے پاس نیک و بد ہر قسم کے لوگ آتے ہیں، کاش! آپ انھیں پردے کا حکم دے دیں تو اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب کو نازل فرمادیا، میں نے ازواج مطہرات سے کہا جب وہ حمیت وغیرت میں آکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اکٹھی ہوگئیں۔ ﴿ عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ ﴾ (التحريم 66:5) ''اگر پیغمبر تم کو طلاق دے دیں تو عجب نہیں کہ ان کا پروردگار تمھارے بدلے میں ان کو تم سے بہتر بیویاں دے دے۔'' تو یہ الفاظ بھی آیت میں اسی طرح نازل ہوگئے۔[2] مسلم کی ایک روایت میں بدر کے قیدیوں کا بھی ذکر ہے اور یہ چوتھا واقعہ ہے۔[3]

اور امام بخاری نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کے پاس نیک و بد ہر قسم کے لوگ آتے ہیں، لہٰذا کاش! آپ امہات المؤمنین کو پردے کا حکم دے دیں تو اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب کو نازل فرمادیا۔[4] امام بخاری نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو آپ نے لوگوں کی دعوت کی، انھوں نے کھانا کھالیا تو باتیں کرنے کے لیے بیٹھ گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہونے کے لیے تیار ہوئے مگر وہ لوگ کھڑے نہ ہوئے، جب آپ نے یہ دیکھا تو آپ کھڑے

---

① تفسير الطبري : 41/22. ② صحيح البخاري، الصلاة، باب ماجاء في القبلة......، حديث: 402 و صحيح مسلم، الفضائل، باب من فضائل عمر رضی اللہ عنہ، حديث: 2399. ③ صحيح مسلم، الفضائل، باب من فضائل عمر رضی اللہ عنہ، حديث: 2399. ④ صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ ﴾ (البقرة 2:125)......، حديث: 4483.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہو گئے، جب آپ کھڑے ہوئے تو کچھ لوگ آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے مگر تین شخص بیٹھے رہے، نبی ﷺ نے اندر تشریف لے جانا چاہا مگر وہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے، پھر بالآخر وہ کھڑے ہو کر چل پڑے، میں نے نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں، آپ آئے اور اندر تشریف لے گئے، میں نے بھی اندر داخل ہونا چاہا مگر میرے اور آپ کے درمیان پردہ حائل کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرما دیا: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا...... ﴾ الآیة ''مومنو! پیغمبر کے گھروں میں نہ جایا کرو مگر اس صورت میں کہ تم کو کھانے کے لیے اجازت دی جائے، اس کے پکنے کا انتظار بھی نہ کرنا پڑے اور لیکن جب تم (کھانے پر) بلائے جاؤ تو آ جاؤ، پھر جب کھانا کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ......۔''[1] امام بخاری نے اسے ایک اور مقام پر بھی روایت کیا ہے۔[2] امام مسلم اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

بعد ازاں امام بخاری نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے شادی کی خوشی میں روٹی اور گوشت کی دعوت کی، کھانے کی دعوت دینے کے لیے مجھے بھیجا گیا، لوگ آتے، کھانا کھاتے اور چلے جاتے، پھر کچھ اور لوگ آتے، کھانا کھاتے اور چلے جاتے حتی کہ کوئی آدمی بھی ایسا نہ رہا جس کو میں کھانے کے لیے بلا سکوں، میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اب کوئی نہیں رہا جسے کھانے کے لیے میں بلاؤں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اِرْفَعُوا طَعَامَكُمْ] ''کھانا اٹھا لو۔'' تین لوگ اللہ کے نبی کے گھر میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے، نبی ﷺ گھر سے نکل کر عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی طرف تشریف لے گئے اور آپ نے فرمایا: [اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ أَهْلَ الْبَیْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں عرض کی: اور آپ پر بھی سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو۔ اے اللہ کے رسول! آپ نے اپنے اہل کو کیسا پایا؟ اللہ تعالیٰ آپ کو برکت عطا فرمائے۔ آپ تمام ازواج مطہرات کے حجروں میں تشریف لے گئے، آپ نے تمام ازواج مطہرات کو اسی طرح سلام کیا جس طرح عائشہ رضی اللہ عنہا کو کہا تھا اور سب نے اس طرح جواب دیا جس طرح عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا تھا، پھر نبی ﷺ واپس تشریف لے آئے مگر وہ تین شخص ابھی تک باتوں میں لگے ہوئے تھے، نبیٔ اکرم ﷺ بہت حیا دار تھے، آپ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی طرف تشریف لے گئے، نہیں معلوم کہ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی یا کسی اور نے کہ اب وہ لوگ چلے گئے ہیں، آپ واپس تشریف لے آئے حتی کہ جب آپ کا ایک قدم مبارک دروازے کے اندر کی طرف اور دوسرا باہر کی طرف تھا تو میرے اور آپ کے مابین پردہ لٹکا دیا گیا اور آپ پر آیتِ حجاب کو نازل کر دیا گیا۔[4] اصحاب کتب ستہ میں

---

[1] صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿ لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ ...... ﴾ (الأحزاب 53:33)، حدیث: 4791. [2] صحیح البخاری، الاستئذان، باب آیة الحجاب، حدیث: 6239و6271. [3] صحیح مسلم، النکاح، باب زواج زینب بنت جحش......، حدیث: (92)-1428 والسنن الکبری للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالیٰ: ﴿ لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ ...... ﴾: 436,435/6، حدیث: 11420. [4] صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله تعالیٰ: ﴿ لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ ...... ﴾ (الأحزاب 53:33)، حدیث: 4793.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سے صرف امام بخاری رحمہ اللہ ہی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے، البتہ امام نسائی نے اپنی کتاب عمل الیوم و اللیلة میں اسے روایت کیا ہے۔[1]

پھر فرمایا: ﴿لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ﴾ ''پیغمبر کے گھروں میں نہ جایا کرو۔'' یہ مومنوں کے لیے رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں اجازت کے بغیر داخل ہونے کی ممانعت ہے۔ زمانۂ جاہلیت اور ابتدائے اسلام میں لوگ اجازت کے بغیر گھروں میں داخل ہو جایا کرتے تھے لیکن غیرت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اجازت لینے کا حکم دے دیا اور یہ درحقیقت اس امت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعزاز و اکرام ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِیَّاکُمْ وَالدُّخُولَ عَلَی النِّسَاءِ] ''(گھروں میں اجنبی) عورتوں کے پاس جانے سے اجتناب کرو۔''[2] پھر اللہ تعالیٰ نے استثنیٰ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ اِلٰی طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ ۙ﴾ ''مگر اس صورت میں کہ تم کو کھانے کے لیے اجازت دی جائے، اس کے پکنے کا انتظار بھی نہ کرنا پڑے۔'' مجاہد اور قتادہ وغیرہ کہتے ہیں کہ کھانے کے پکنے اور تیار ہونے کا تمھیں انتظار نہ کرنا پڑے۔[3] یعنی کھانا جب پکایا جا رہا ہو تو تم گھات نہ لگاؤ کہ جب وہ تیار ہونے کے قریب ہو تو تم داخل ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ نے اسے ناپسند کرتے ہوئے اس کی مذمت فرمائی ہے اور یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ طفیلی بننا حرام ہے، عرب اس کو ضَیْفَن کہتے ہیں۔ امام خطیب بغدادی نے طفیلیوں کی مذمت میں ایک مستقل کتاب بھی لکھی ہے[4] جس میں ان کے بہت سے واقعات لکھے ہیں جن کا ذکر یہاں موجب طوالت ہوگا، پھر فرمایا: ﴿وَلٰکِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا﴾ ''اور لیکن جب تم (کھانے پر) بلائے جاؤ تو آ جاؤ، پھر جب کھانا کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ۔''

صحیح مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا دَعَا أَحَدُکُمْ أَخَاهُ فَلْیُجِبْ، عُرُسًا کَانَ أَوْ نَحْوَهُ] ''جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو دعوت دے تو اسے وہ دعوت قبول کر لینی چاہیے، خواہ وہ شادی کی دعوت ہو یا کوئی اور۔''[5] اور اسی لیے فرمایا: ﴿وَلَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ ؕ﴾ ''اور باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھے رہو۔'' جیسا کہ ان تین لوگوں نے بہت لمبی باتیں کرنا شروع کر دی تھیں اور وہ اپنے آپ کو بھول گئے تھے جبکہ رسول اللہ ﷺ کو یہ بات بہت گراں محسوس ہو رہی تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْکُمْ ز﴾ ''بلاشبہ یہ (بات) پیغمبر کو ایذا دیتی تھی تو وہ تم سے شرماتے تھے۔'' کہا گیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ پیغمبر کے گھر میں تمھارا اجازت کے بغیر داخل

---

[1] السنن الکبرٰی للنسائی، التفسیر، باب: مایقول صبیحة بنائه......: 76,75/6، حدیث: 10101. [2] صحیح البخاری، النکاح، باب لا یخلون رجل بامرأة إلا ذو محرم......، حدیث: 5232 و صحیح مسلم، السلام، باب تحریم الخلوة بالأجنبیة والدخول علیها، حدیث: 2172 عن عقبة بن عامر رضی اللہ عنہ. [3] تفسیر الطبری: 43,42/22. [4] اس کتاب کا نام التطفیل وحکایات الطفیلیین و نوادرهم وأخبارهم ہے۔ اسے بسام بن عبدالوہاب الجابی کی تحقیق سے دار ابن حزم (لبنان) نے شائع کیا ہے۔ [5] صحیح البخاری، النکاح، باب حق إجابة الولیمة......، حدیث: 5173 و صحیح مسلم، النکاح، باب الأمر بإجابة الداعی إلی دعوة، حدیث: (100)-1429 ، واللفظ له.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہونا ان پر شاق گزرتا اوران کے لیے باعث تکلیف تھا لیکن وہ شدت حیا کی وجہ سے لوگوں کو اس سے منع کرنے کو ناپسند فرماتے تھے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ممانعت کا حکم نازل فرمادیا، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيِ مِنَ الْحَقِّ ﴾ ''اور اللہ حق کہنے سے شرم نہیں کرتا۔'' اسی لیے اس نے تم کو اس سے منع کردیا اور ڈانٹ دیا ہے۔

پھر فرمایا: ﴿ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ﴾ ''اور جب ان (پیغمبر کی بیویوں) سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔'' یعنی جس طرح تمھیں ان کے پاس جانے سے منع کردیا ہے، اسی طرح ان کی طرف دیکھنے کی بھی قطعی ممانعت ہے، خواہ تمھیں ان سے کوئی چیز لینے کی ضرورت بھی ہو تو پھر بھی ان کی طرف نہ دیکھو اور اپنی ضرورت کی چیز پس پردہ مانگ لیا کرو۔

نبی ﷺ کو ایذا رسانی کی ممانعت اور ازواج مطہرات کا مسلمانوں پر حرام ہونا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝53 ﴾ ''اور تم کو شایاں نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف دو اور نہ یہ کہ ان کی بیویوں سے کبھی ان کے بعد نکاح کرو، بے شک یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا (گناہ کا کام) ہے۔'' ابن ابو حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ: ﴿ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﴾ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ یہ اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی تھی جس نے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ نبی ﷺ کے بعد آپ کی بعض بیویوں سے نکاح کرلے گا، ایک شخص نے سفیان سے پوچھا: کیا اس کا ارادہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کا تھا، انھوں نے جواب دیا کہ لوگوں نے ایسا ہی ذکر کیا ہے۔[1] مقاتل بن حیان اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے بھی اسی طرح کہا ہے۔[2] اس نے اپنی سند کے ساتھ سُدی سے روایت کیا ہے کہ یہ ارادہ کرنے والا شخص طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ تھا حتی کہ اس کی حرمت میں یہ حکم نازل ہوگیا۔[3] اسی وجہ سے تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جن بیویوں کو چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے، کسی بھی دوسرے شخص کے لیے آپ کے بعد ان سے نکاح کرنا حرام ہے، اس لیے کہ وہ دنیا و آخرت میں آپ کی ازواج مطہرات ہیں، پھر وہ مومنوں کی مائیں بھی ہیں جیسا کہ قبل ازیں بیان ہو چکا ہے۔[4] اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے بہت بڑا گناہ قرار دیا، اس بارے میں سختی کی اور اس پر یہ وعید کی ہے کہ ﴿ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝53 ﴾ ''بے شک یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا (گناہ کا کام) ہے۔''

پھر فرمایا: ﴿ اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝54 ﴾ ''اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو یا اس کو مخفی رکھو تو یقیناً اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔'' یعنی جس چیز کو بھی تم اپنے دلوں میں چھپاؤ گے اور جو بھی تمھارے مخفی دلی راز ہوں گے، اللہ تعالیٰ انھیں خوب جانتا ہے کہ اس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں۔ ﴿ يَعْلَمُ خَآىِٕنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ۝ ﴾ (المؤمن

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 3150/10. [2] تفسیر الطبري: 50/22 وتفسیر ابن أبي حاتم: 3150/10. [3] تفسیر ابن أبي حاتم: 3150/10. [4] دیکھیے الأحزاب، آیت: 6 کے ذیل میں۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآىِٕهِنَّ وَلَآ اَبْنَآىِٕهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ

عورتوں پر اپنے باپوں اور اپنے بیٹوں، اور اپنے بھائیوں، اور اپنے بھتیجوں، اور اپنے بھانجوں، اور اپنی عورتوں، اور

وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآىِٕهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

جن (لونڈیوں) کے مالک ہوئے ہیں ان کے دائیں ہاتھ (ان کے سامنے آنے میں) کوئی گناہ نہیں، اور (اے عورتو!) تم اللہ

كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿55﴾

سے ڈرتی رہو، بے شک اللہ ہر چیز پر گواہ ہے ﴿55﴾

(19:40) ''وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور جو (باتیں) سینے چھپائے ہوئے ہیں (ان کو بھی۔)''

تفسیر آیت:55

عورت کے وہ قریبی رشتہ دار جن سے پردہ نہیں: جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے عورتوں کو اجنبی مردوں سے پردے کا حکم دیا تو اب ان قریبی رشتے داروں کا ذکر ہو رہا ہے جن سے پردہ نہیں ہے جیسا کہ سورۂ نور کی درج ذیل آیت میں بھی انھیں مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے: ﴿ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآىِٕهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآىِٕهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآىِٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۪ ﴾ (النور 31:24) ''اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کیا کرو مگر جو اس میں سے کھلا رہتا ہو اور اپنے سینوں پر اوڑھنیاں اوڑھے رہا کریں اور اپنے خاوند اور باپ اور خسر اور بیٹوں اور خاوند کے بیٹوں اور اپنے بھائیوں اور بھتیجوں اور بھانجوں اور اپنی (ہی قسم کی) عورتوں اور لونڈیوں غلاموں کے سوا، نیز ان زیردست مردوں کے (سوا) جو عورتوں کی خواہش نہ رکھیں یا ایسے لڑکوں کے (سوا) جو عورتوں کے پردے کی چیزوں سے واقف نہ ہوں۔'' سورۂ نور کی آیت میں سورۂ احزاب کی اس آیت کی نسبت کی زیادہ چیزیں مذکور ہیں اور اس آیت کی تفسیر اور اس کے بارے میں گفتگو قبل ازیں ہو چکی ہے۔[1] لہٰذا یہاں اس کے اعادے کی ضرورت نہیں۔

ابن جریر نے شعبی اور عکرمہ سے آیت کریمہ: ﴿ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآىِٕهِنَّ وَلَآ اَبْنَآىِٕهِنَّ ﴾ ''عورتوں پر اپنے باپوں اور اپنے بیٹوں سے (پردہ نہ کرنے میں) کچھ گناہ نہیں۔'' کے بارے میں روایت کیا ہے کہ میں نے پوچھا کہ یہاں چچا اور ماموں کا ذکر کیوں نہیں ہے! تو انھوں نے جواب دیا: اس لیے کہ وہ اپنے بیٹوں کے پاس اس کے حسن و جمال کا ذکر کرتے ہیں، شعبی وعکرمہ نے اس بات کو مکروہ سمجھا ہے کہ کوئی عورت اپنے ماموں یا چچا کے پاس اوڑھنی سر سے اتارے۔[2] ﴿ وَلَا نِسَآىِٕهِنَّ ﴾ ''نہ اپنی (قسم کی) عورتوں سے۔'' یعنی مومن عورتوں سے بھی پردہ نہیں ہے۔ ﴿ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ﴾ ''اور نہ ان سے جن کے مالک بنے ہیں ان کے دائیں ہاتھ۔'' یعنی اپنے غلاموں سے۔ سعید بن مسیّب کہتے ہیں کہ اس سے صرف لونڈیاں مراد

[1] دیکھیے النور، آیت: 31 کے ذیل میں۔ [2] تفسیر الطبری: 52/22.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ

بلاشبہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت و درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی اس پر درود و سلام بھیجو

وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿56﴾

اور خوب سلام بھیجو ﴿56﴾

ہیں غلام نہیں، اسے ابن ابوحاتم نے روایت کیا ہے۔ ﴿وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿55﴾﴾ ''اور (اے عورتو!) اللہ سے ڈرتی رہو، بے شک اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔'' یعنی اس سے خلوت میں بھی ڈرو اور جلوت میں بھی کیونکہ وہ ہر چیز سے واقف ہے، اس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں، لہٰذا ایسے نگہبان سے ہر وقت ڈرتی رہو۔

تفسیر آیت :56

نبی ﷺ پر درود بھیجنے کا حکم: امام بخاری رحمہ اللہ نے ابوالعالیہ کا قول ذکر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صلاۃ کے معنی فرشتوں کے پاس آپ ﷺ کی تعریف کرنا کے ہیں، فرشتوں کی صلاۃ کے معنی دعا کے ہیں۔[1] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ﴿يُصَلُّوْنَ﴾ کے معنی ہیں کہ وہ برکت کی دعائیں کرتے ہیں۔[2] امام بخاری رحمہ اللہ نے ابوالعالیہ اور ابن عباس کے قول کو اسی طرح معلق بیان فرمایا ہے۔ ابوعیسیٰ ترمذی نے کہا ہے کہ سفیان ثوری اور کئی ایک اہل علم سے مروی ہے کہ رب تعالیٰ کی صلاۃ کے معنی رحمت اور فرشتوں کی صلاۃ کے معنی استغفار کے ہیں۔[3] رسول اللہ ﷺ کی بہت سی متواتر احادیث میں درود بھیجنے کا حکم اور اس کی کیفیت کا ذکر ہے ہم ان میں سے کچھ کے تذکرے کی سعادت حاصل کریں گے۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ.

درود سے متعلق کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی روایات: امام بخاری نے مذکورہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر میں کعب بن عجرہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول! آپ پر سلام بھیجنے کو تو ہم نے جان لیا ہے، تو درود کیسے ہے؟ آپ نے فرمایا: کہو: [اَللّٰهُمَّ! صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ، اَللّٰهُمَّ! بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ] ''اے اللہ! تو محمد اور آل محمد پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے آل ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی ہے، بے شک تو ہی لائق حمد و ثنا، بڑائی بزرگی کا مالک ہے، اے اللہ! تو محمد اور آل محمد پر برکت نازل فرما جس طرح تو نے آل ابراہیم پر برکت نازل فرمائی ہے، بے شک تو ہی تعریف کے لائق، بڑائی اور بزرگی کا مالک ہے۔''[4]

---

① صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ﴾ (الأحزاب 33:56) ......، قبل الحديث: 4797. ② صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ﴾ (الأحزاب 56:33)......، قبل الحديث: 4797. ③ جامع الترمذي، الوتر، باب ماجاء في فضل الصلاة على النبي ﷺ، قبل الحديث: 486. ④ صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ﴾ (الأحزاب 36:53) ......، حديث:4797.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

امام احمد نے ابن ابولیلیٰ سے روایت کیا ہے کہ کعب بن عُجرہ مجھ سے ملے اور انھوں نے کہا: کیا میں تجھے ایک ہدیہ نہ دوں؟ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم نے جان لیا یا پہچان لیا ہے کہ آپ پر سلام کیسے ہے تو سوال یہ ہے کہ آپ کی ذات گرامی پر درود کیسے ہے۔ پس آپ نے فرمایا: تم کہو: [اَللّٰھُمَّ ! صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی آلِ إِبْرَاھِیمَ، إِنَّکَ حَمِیدٌ مَّجِیدٌ، اَللّٰھُمَّ! بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی آلِ إِبْرَاھِیمَ إِنَّکَ حَمِیدٌ مَّجِیدٌ] ”اے اللہ! تو محمد اور آل محمد پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے آل ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی، بے شک تو ہی لائق حمد وثنا، بڑائی اور بزرگی کا مالک ہے۔ اے اللہ! تو محمد اور آل محمد پر برکت نازل فرما جس طرح تو نے آل ابراہیم پر برکت نازل فرمائی، بے شک تو ہی تعریف کے لائق، بڑائی اور بزرگی کا مالک ہے۔“[1] اس حدیث کو محدثین کی ایک جماعت نے اپنی کتابوں میں مختلف اسانید کے ساتھ روایت فرمایا ہے۔[2]

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت: امام بخاری رحمہ اللہ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! یہ تو ہے آپ پر سلام مگر ہم آپ پر درود کس طرح بھیجیں۔ آپ نے فرمایا: [قُولُوا: اَللّٰھُمَّ ! صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُولِکَ، کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی آلِ إِبْرَاھِیمَ، وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیمَ] ”تم کہو: اے اللہ! اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے آل ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی، محمد اور آل محمد ﷺ پر برکت نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم علیہ السلام پر برکت نازل فرمائی۔“ ابوصالح نے لیث سے اس طرح روایت کیا ہے کہ [عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی آلِ إِبْرَاھِیمَ] ”محمد اور آل محمد ﷺ پر (برکت نازل فرما) جس طرح تو نے آل ابراہیم علیہ السلام پر برکت نازل فرمائی۔“ انھوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن حمزہ نے بیان کیا، انھوں نے کہا کہ ہم سے ابن ابوحازم اور دراوردی نے یزید سے، جو ابن الہاد ہے، روایت کیا ہے، انھوں نے کہا: [کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیمَ، وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیمَ وَآلِ إِبْرَاھِیمَ] ”جس طرح تو نے ابراہیم علیہ السلام پر رحمت نازل فرمائی، محمد اور آل محمد ﷺ پر برکت نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم علیہ السلام پر برکت نازل فرمائی۔“[3] اسے نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔[4]

ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت: امام احمد نے ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ صحابہ نے عرض کی: اے اللہ کے

① مسند أحمد: 241/4. ② صحیح البخاری، أحادیث الأنبیاء، باب: 10، حدیث: 3370 و جامع الترمذی، الوتر، باب ماجاء فی صفة الصلاة علی النبیﷺ، حدیث: 483 و سنن أبی داود، الصلاة، باب الصلاة علی النبیﷺ، حدیث: 976 و سنن النسائی، السهو، نوع آخر، حدیث: 1290 و اللفظ له و سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب الصلاة علی النبیﷺ، حدیث: 904. ③ صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ط﴾ (الأحزاب 56:33) ..... ، حدیث: 4798. ④ سنن النسائی، السهو، نوع آخر، حدیث: 1294 و سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب الصلاة علی النبیﷺ، حدیث: 903.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

رسول! ہم آپ پر درود کس طرح بھیجیں؟ آپ نے فرمایا: [اَللّٰھُمَّ! صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّأَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ ، کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی آلِ إِبْرَاھِیمَ، وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّأَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی آلِ إِبْرَاھِیمَ، إِنَّكَ حَمِیدٌ مَّجِیدٌ] ''اے اللہ! رحمت نازل فرما محمد ﷺ اور آپ کی ازواج واولاد پر جس طرح تو نے آل ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی اور برکت نازل فرما محمد ﷺ اور آپ کی ازواج واولاد پر جس طرح تو نے آل ابراہیم پر برکت نازل فرمائی، بے شک تو ہی تعریف کے لائق، بڑائی اور بزرگی کا مالک ہے۔''① اس حدیث کو امام ترمذی کے سوا باقی پانچوں محدثین نے روایت کیا ہے۔②

ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت: امام مسلم نے ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ ہم سعد بن عُبادہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں تھے، تو بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں عرض کی: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے تو ہم آپ پر کیسے درود بھیجیں؟ رسول اللہ ﷺ (یہ سن کر) خاموش رہے حتی کہ ہم نے خواہش کی کہ کاش وہ آپ سے سوال نہ کرتا، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم کہو: [اَللّٰھُمَّ! صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی آلِ إِبْرَاھِیمَ، وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی آلِ إِبْرَاھِیمَ فِی الْعَالَمِینَ ، إِنَّكَ حَمِیدٌ مَّجِیدٌ، وَّالسَّلَامُ کَمَا قَدْ عَلِمْتُم] ''اے اللہ! تو محمد و آل محمد پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے آل ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی اور برکت نازل فرما محمد ﷺ و آل محمد ﷺ پر جس طرح تو نے جہانوں میں آل ابراہیم پر برکت نازل فرمائی، بے شک تو ہی تعریف کے لائق، بڑائی اور بزرگی کا مالک ہے اور سلام بھیجنے کا طریقہ تو تم نے معلوم کر ہی لیا ہے۔'' اسے ابوداود، ترمذی، نسائی اور ابن جریر نے روایت کیا اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔③

فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کی روایت: امام احمد نے فضالہ بن عُبید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نماز میں دعا کرتے ہوئے سنا، اس نے نہ تو اللہ تعالیٰ کی بزرگی بیان کی اور نہ ہی نبی ﷺ پر درود پڑھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [عَجِلَ ھٰذَا] ''اس شخص نے جلدی کی ہے'' پھر آپ نے اسے بلایا اور اس سے یا کسی اور کو مخاطب کر کے فرمایا: [إِذَا صَلّٰی أَحَدُکُم فَلْیَبْدَأْ (بِتَمْجِیدِ رَبِّہٖ) وَالثَّنَاءِ عَلَیْہِ، ثُمَّ لِیُصَلِّ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ، ثُمَّ لِیَدْعُو بَعْدُ بِمَاشَاءَ] ''جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو پہلے وہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرے، پھر نبی ﷺ پر درود پڑھے، پھر اس کے بعد جو چاہے دعا

① مسند أحمد:424/5 . ② صحیح البخاري، أحادیث الأنبیاء، باب: 10، حدیث:3369 و صحیح مسلم، الصلاة، باب الصلاة علی النبي ﷺ ، حدیث: 407 و سنن أبي داود، الصلاة، باب الصلاة علی النبي ﷺ بعد التشهد، حدیث: 979 و سنن النسائي، السهو، نوع آخر، حدیث:1295و سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب الصلاة علی النبي ﷺ، حدیث: 905. ③ صحیح مسلم، الصلاة، باب الصلاة علی النبي ﷺ بعد التشهد، حدیث: 405 و سنن أبي داود، الصلاة، باب الصلاة علی النبي ﷺ ، حدیث: 980 و جامع الترمذي، تفسیر القرآن، باب ومن سورة الأحزاب، حدیث:3220 و سنن النسائي، السهو، باب الأمر بالصلاة علی النبي ﷺ، حدیث:1286و تفسیر الطبري:54/22.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کرے۔‘‘[1] اسے ابوداود، ترمذی اور نسائی نے روایت کیا اور ترمذی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔[2] اور اسے ابن خزیمہ اور ابن حبان نے بھی اپنی اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔[3]

نبی ﷺ پر درود بھیجنے کی فضیلت: امام ترمذی رحمہ اللہ نے اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب دو تہائی رات ختم ہو جاتی تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو جاتے اور فرماتے: [يَاأَيُّهَاالنَّاسُ !اُذْكُرُو االلّٰهَ، اُذْكُرُوا اللّٰهَ جَاءَ تِ الرَّاجِفَةُ، تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ، جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيهِ، جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيهِ] ’’اے لوگو! اللہ کا ذکر کرو، اللہ کا ذکر کرو، بھونچال طاری کر دینے والی (قیامت) آ گئی، اس کے پیچھے ایک اور بھونچال طاری کر دینے والی (قیامت) آ رہی ہے، موت اپنی ساری بے ہوشیوں کے ساتھ آ رہی ہے، موت اپنی ساری بے ہوشیوں کے ساتھ آ رہی ہے۔‘‘ اُبی نے کہا کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں آپ پر کثرت سے درود پڑھتا ہوں تو کتنا درود پڑھوں؟ آپ نے فرمایا: [مَاشِئْتَ] ’’جتنا چاہو۔‘‘ میں نے عرض کی: چوتھا حصہ؟ آپ نے فرمایا: [مَاشِئْتَ، فَإِنْ زِدْتَّ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ] ’’جتنا چاہو اور اگر زیادہ پڑھو تو تمھارے لیے بہتر ہے۔‘‘ میں نے عرض کی: نصف؟ آپ نے فرمایا: [مَاشِئْتَ وَإِنْ زِدْتَّ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ] ’’جتنا چاہو اور اگر زیادہ پڑھو تو تمھارے لیے بہتر ہے۔‘‘ میں نے عرض کی: دو تہائی؟ آپ نے فرمایا: [مَاشِئْتَ، فَإِنْ زِدْتَّ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ] ’’جتنا چاہو اور اگر زیادہ پڑھو تو تمھارے لیے بہتر ہے۔‘‘ میں نے عرض کی: میں اپنی ساری دعا میں آپ پر درود ہی پڑھتا رہوں گا؟ تو آپ نے فرمایا: [إِذًا تُكْفٰى هَمَّكَ وَيُغْفَرُلَكَ ذَنْبُكَ] ’’تب تو تمھارے غم و فکر دور کر دیے جائیں گے اور تمھارے گناہ بخش دیے جائیں گے۔‘‘[4] امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی روایت: امام احمد رحمہ اللہ نے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آپ کے چہرۂ اقدس سے مسرت کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ صحابہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم آپ کے چہرۂ اقدس پر مسرت کے آثار دیکھ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: [إِنَّهُ أَتَانِي مَلَكٌ، فَقَالَ: يَامُحَمَّدُ ! أَمَايُرْضِيكَ أَنَّ رَبَّكَ عَزَّوَجَلَّ يَقُولُ: إِنَّهُ لَا يُصَلِّي عَلَيْكَ أَحَدٌ مِّنْ أُمَّتِكَ إِلَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا وَّلَا يُسَلِّمُ عَلَيْكَ أَحَدٌ مِّنْ أُمَّتِكَ إِلَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا؟ قَالَ: بَلٰى !] ’’میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور اس نے کہا ہے: اے محمد! کیا آپ اس بات پر خوش نہیں کہ آپ کے پروردگار عزّ وجلّ نے فرمایا ہے کہ آپ کی امت میں سے جو بھی آپ پر ایک بار درود بھیجے گا میں اس پر دس رحمتیں نازل کروں گا اور آپ کی امت میں سے جو آپ پر ایک بار سلام بھیجے گا تو میں دس مرتبہ اس پر سلامتی نازل کروں گا، آپ نے

[1] مسند أحمد: 18/6 واللفظ له، البتہ قوسین والے الفاظ ابوداود کے مطابق ہیں۔ [2] سنن أبي داود، الوتر، باب الدعاء، حديث: 1481 وجامع الترمذي، الدعوات، باب في إيجاب الدعاء بتقديم الحمد......، حديث: 3476 و سنن النسائي، السهو، باب التمجيد والصلاة على النبي ﷺ......، حديث: 1285. [3] صحيح ابن خزيمة، الأذان والإقامة، باب الصلاة على النبي ﷺ......: 351/1، حديث: 710,709 و صحيح ابن حبان، الصلاة، ذكر البيان بأن المرء مأمور بالصلاة على النبي ﷺ......: 290/5، حديث: 1960. [4] جامع الترمذي، صفة القيامة، باب في الترغيب في ذكر الله وذكر الموت......، حديث: 2457.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

فرمایا: کیوں نہیں! (اس سے بہت خوش ہوں۔)‘‘[1] اسے نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

امام احمد رحمہ اللہ نے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ بہت ہشاش بشاش تھے اور آپ کے چہرۂ اقدس سے مسرت کے آثار نمایاں ہو رہے تھے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آج آپ بہت خوش وخرم ہیں اور خوشی ومسرت کے آثار چہرۂ اقدس پر جھلک رہے ہیں؟ فرمایا: [أَجَلْ، أَتَانِي آتٍ مِّنْ رَّبِّي عَزَّوَجَلَّ، فَقَالَ: مَنْ صَلّٰى عَلَيْكَ مِنْ أُمَّتِكَ صَلَاةً كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِهَا عَشْرَحَسَنَاتٍ وَّمَحَا عَنْهُ عَشْرَ سَيِّئَاتٍ وَّرَفَعَ لَهٗ عَشْرَدَرَجَاتٍ وَّرَدَّعَلَيْهِ مِثْلَهَا] ’’ہاں، میرے پاس میرے رب عزوجل کی طرف سے آنے والا ایک آیا اور اس نے کہا کہ آپ کی امت میں سے جو شخص آپ پر ایک بار درود بھیجے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دے گا، اس کے دس گناہ معاف کر دے گا اور اس کے دس درجات بلند کر دے گا اور اس پر اسی طرح درود بھیجے گا۔‘‘[3] اس حدیث کی سند جید ہے، دیگر ائمۂ محدثین نے اسے بیان نہیں کیا۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت: امام مسلم، ابوداود، ترمذی اور نسائی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدَةً، صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا] ’’جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجے گا، اللہ تعالیٰ اس پر اس کے بدلے میں دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔‘‘[4] امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس باب میں عبدالرحمٰن بن عوف، عامر بن ربیعہ، عمار، ابوطلحہ، انس اور اُبی بن کعب رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث مروی ہیں۔

حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی روایت: امام احمد رحمہ اللہ نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اَلْبَخِيلُ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ، ثُمَّ لَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ] ’’وہ شخص بخیل ہے جس کے پاس میرا ذکر کیا گیا، پھر اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا۔‘‘[5] اور ابوسعید (عبدالرحمٰن بن عبداللہ مولیٰ بنی ہاشم) کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: [فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ] ’’تو اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا۔‘‘ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور حسن غریب صحیح قرار دیا ہے۔[6]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت: امام ترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ، وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ

[1] مسند أحمد :30/4. [2] السنن الكبرى للنسائي، عمل اليوم والليلة، ثواب الصلاة على النبي ﷺ :21/6، حديث: 9888. [3] مسند أحمد: 29/4 مزید دیکھیے صحيح الترغيب والترهيب للألباني: 291/2 ، حديث: 1661 و شعب الإيمان للبيهقي، باب في تعظيم النبي ﷺ......: 212/2 ، حديث: 1561. [4] صحيح مسلم، الصلاة، باب الصلاة على النبي ﷺ ......، حديث: 408 و سنن أبي داود، الوتر، باب في الاستغفار، حديث: 1530 جبکہ قوسین والا لفظ جامع الترمذي، الوتر، باب ماجاء في فضل الصلاة......، حديث: 485 میں ہے۔ و سنن النسائي، السهو، باب الفضل في الصلاة على النبي ﷺ ، حديث: 1297. [5] مسند أحمد: 201/1 . [6] جامع الترمذي، الدعوات، باب: [رغم أنف رجل ذكرت عنده......]، حديث: 3546.

’’محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ‘‘

www.KitaboSunnat.com

أَنْ يُّغْفَرَلَهُ وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ أَدْرَكَ عِنْدَهُ أَبَوَاهُ الْكِبَرَ فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ] ''اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا، اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس پر رمضان کا مہینہ داخل ہوا اور اس کی بخشش ہوئے بغیر گزر گیا اور اس شخص کی ناک بھی خاک آلود ہو جس کے پاس اس کے ماں باپ بوڑھے ہو گئے اور وہ اسے جنت میں داخل نہ کرا سکے۔''[1] امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔

درود شریف پڑھنے کے متعدد مواقع

بہت سے اوقات میں درود شریف پڑھنے کا حکم آیا ہے، مثلاً:

اذان کے بعد درود شریف: اذان کے بعد درود شریف پڑھنا جیسا کہ اس حدیث میں ہے جسے امام احمد نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [إِذَا سَمِعْتُمْ مُؤَذِّنًا فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ، ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا ثُمَّ سَلُوا (اللّٰه) لِيَ الْوَسِيلَةَ، فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَاتَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِاللّٰهِ وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَاهُوَ، فَمَنْ سَأَلَ لِيَ الْوَسِيلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ] ''جب تم مؤذن کو سنو تو اسی طرح کہو جس طرح وہ کہتا ہے، پھر مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا، پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلے کا سوال کرو، وہ جنت کا وہ مقام ہے جو بندگانِ الٰہی میں سے صرف ایک ہی بندے کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہوں گا پس جس نے میرے لیے وسیلے کا سوال کیا، اس کے لیے میری شفاعت ثابت ہو جائے گی۔''[2] اسے امام مسلم، ابوداود، ترمذی اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت درود شریف: مسجد میں داخل اور خارج ہوتے وقت بھی درود پڑھنا چاہیے، امام احمد نے فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ وسلام بھیجتے، پھر یہ دعا پڑھتے: [اَللّٰهُمَّ! اِغْفِرْلِي ذُنُوبِي، وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ] ''اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔'' اور جب آپ مسجد سے باہر تشریف لے جاتے تو پھر بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ وسلام بھیجتے، پھر یہ دعا پڑھتے: [اَللّٰهُمَّ! اِغْفِرْلِي ذُنُوبِي، وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ فَضْلِكَ] ''اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما دے اور میرے لیے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔''[4]

---

[1] جامع الترمذي، الدعوات، باب: [رغم أنف رجل ذكرت عنده......]، حديث: 3545، مزید دیکھیے مسند أحمد: 254/2. [2] مسند أحمد: 168/2 جبکہ قوسین والا لفظ صحیح مسلم، الصلاة، باب استحباب القول......، حديث: 384 میں ہے۔ [3] صحیح مسلم، الصلاة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن......، حديث: 384 وسنن أبي داود، الصلاة، باب مايقول إذا سمع المؤذن، حديث: 523 وجامع الترمذي، المناقب، باب: [سلوا الله لي الوسيلة......]، حديث: 3614 وسنن النسائي، الأذان، باب الصلاة على النبي ﷺ، حديث: 679. [4] مسند أحمد: 283,282/6، مزید دیکھیے جامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء مايقول عند دخوله المسجد، حديث: 315,314.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

نمازِ جنازہ میں درود شریف: نمازِ جنازہ میں بھی نبی ﷺ پر درود پڑھا جاتا ہے سنت یہ ہے کہ نمازِ جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھی جائے، دوسری تکبیر کے بعد نبی ﷺ پر درود پڑھا جائے، تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعا کی جائے اور چوتھی تکبیر کے بعد کہا جائے: [اَللّٰهُمَّ! لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ] ’’اے اللہ! تو ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ کرنا اور اس (کی وفات) کے بعد ہمیں فتنہ و آزمائش میں مبتلا نہ کرنا۔‘‘ ① امام شافعی ؒ نے ابوامامہ بن سہل بن حنیف سے روایت کیا ہے کہ انھیں صحابۂ کرام ؓ میں سے ایک شخص نے یہ خبر دی کہ نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ امام تکبیر کہے، پھر پہلی تکبیر کے بعد سرّی طور پر سورۂ فاتحہ پڑھے، پھر نبی ﷺ پر درود پڑھے اور اخلاص کے ساتھ جنازے کی دعائیں پڑھے، تکبیرات میں کچھ نہ پڑھے، پھر سرّی طور پر سلام پھیر دے۔ ② امام نسائی نے بھی اسے انھی ابوامامہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ سنت یہ ہے، پھر اس روایت کو ذکر کیا ہے۔ ③ صحابی کا یہ کہنا کہ سنت یہ ہے، صحیح قول کے مطابق یہ مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔

دعا میں درود شریف: مستحب یہ ہے کہ دعا کے آخر میں درود شریف پڑھا جائے۔ امام ترمذی ؒ نے عمر بن خطاب ؓ سے روایت کیا ہے کہ دعا آسمان و زمین کے درمیان موقوف رہتی اور اس وقت تک اوپر نہیں چڑھتی، جب تک تم اپنے نبی ﷺ پر درود نہ پڑھ لو۔ اسے معاذ بن حارث نے ابوقرہ سے، انھوں نے سعید بن مسیّب سے اور انھوں نے حضرت عمر ؓ سے مرفوع روایت کیا ہے۔ ④

دعائے قنوت میں درود شریف: ان سب مقامات سے زیادہ تاکید درود پڑھنے کی دعائے قنوت میں ہے امام احمد، اہل سنن، ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم نے حسن بن علی ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وتر میں پڑھنے کے لیے مجھے دعا کے یہ کلمات سکھائے: [اَللّٰهُمَّ! اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ، وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ، وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَبَارِكْ لِي

---

① چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے قبل مختصر دعا کرنا بھی موقوفاً ثابت ہے جیسا کہ ابویعفور ؒ کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن ابواوفی ؓ کے پاس حاضر ہوا۔ انھوں نے جنازے پر چار تکبیریں کہیں، پھر کچھ ٹھہرے، یعنی دعا کرنے لگے۔ پھر فرمایا: تمھارا خیال تھا کہ میں پانچ تکبیریں کہوں گا۔ انھوں نے کہا: نہیں۔ آپ فرمانے لگے کیونکہ رسول اللہ ﷺ (جنازے پر) چار تکبیریں ہی کہا کرتے تھے۔ مسند البزار:277/8، حدیث:3342 و السنن الکبرٰی للبیهقی، الجنائز، جماع أبواب التکبیر علی الجنائز……:35/4 لیکن اس موقع پر مفسر ؒ کے بیان کردہ الفاظ ہی ضروری نہیں کیونکہ روایت میں ان کی تخصیص نہیں۔ اور یہ الفاظ جنازے کی دوسری دعاؤں میں ذکر ہوئے ہیں۔ دیکھیے الموطأ للإمام مالك، الجنائز، باب مایقول المصلی علی الجنازة:78/1، حدیث :544 عن أبی هریرة موقوفاً. ان سے ملتے جلتے مرفوع الفاظ دیکھیے سنن أبی داود، الجنائز، حدیث:3201 و سنن ابن ماجه، الجنائز، حدیث:1498. ② الأم للشافعی، الجنائز، باب الصلاة علی الجنازة والتکبیر……:141/2، رقم:589 مزید دیکھیے السنن الکبرٰی للبیهقی، الجنائز، باب القراءة فی صلاة الجنازة: 39/4. ③ سنن النسائی، الجنائز، باب الدعاء، حدیث:1991 . ④ جامع الترمذی، الوتر، باب ماجاء فی فضل الصلاة علی النبی ﷺ، حدیث: 484 موقوفًا. تفصیل کے لیے دیکھیے السلسلة الصحیحة:54/5، حدیث:2035 و صحیح الجامع الصغیر:832/2 و العلل المتناهیة:358/2 اور دعائیہ الفاظ سے پہلے اور حمد و ثنا کے بعد درود پڑھنے کے متعلق چند صفحات قبل دیکھیے عنوان: ’’فضالہ بن عبید ؓ کی روایت‘‘

’’محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ‘‘

www.KitaboSunnat.com

فِيمَا أَعْطَيْتَ، وَقِنِي شَرَّمَا قَضَيْتَ، فَإِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ، إِنَّهُ لَايَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ، (وَلَايَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ) تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ] ''اے اللہ! جن لوگوں کو تو نے ہدایت دی ہے، ان کے زمرے میں تو مجھے بھی ہدایت دے اور مجھے بھی ان لوگوں کے زمرے میں (دنیاوآخرت کی) عافیت دے جن کو تو نے عافیت دی ہے اور جن لوگوں کا تو کارساز بنا ہے، ان (کے زمرے) میں تو میرا بھی کارساز بن جا اور جو کچھ تو نے مجھے عطا فرمایا ہے، اس میں برکت دے اور جو تو نے میرے لیے مقدر کیا ہے اس کے شر سے مجھے بچا، اس لیے کہ بے شک تیرا حکم سب پر چلتا ہے اور تیرے اوپر کسی کا حکم نہیں چلتا، جس کا تو مددگار بن گیا وہ کبھی ذلیل نہیں ہوتا اور جس کو تو نے اپنا دشمن قرار دے دیا وہ کبھی عزت نہیں پاتا،① تو ہی برکت والا ہے، اے ہمارے پروردگار! اور تو ہی سب سے بلند وبالا ہے۔'' امام نسائی نے سنن میں اس کے بعد یہ الفاظ بھی روایت کیے ہیں: [وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ] ''اور اللہ تعالیٰ محمد ﷺ پر رحمت نازل فرمائے۔''②

جمعے کے دن درود شریف: جمعے کے دن اور جمعے کی رات کثرت سے درود پڑھنا بھی مستحب ہے۔ امام احمد نے اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِيهِ قُبِضَ، وَفِيهِ النَّفْخَةُ وَفِيهِ الصَّعْقَةُ، فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ] ''تمھارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ ہے، اس دن آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اور اسی دن فوت کیے گئے، اسی دن صور میں پھونکا جائے گا اور اسی دن سب لوگ بے ہوش ہوں گے، پس تم اس دن مجھ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھا کرو، بے شک تمھارا درود مجھ پر پیش کر دیا جائے گا۔'' صحابہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا جبکہ آپ بوسیدہ ہو جائیں گے تو آپ نے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ] ''بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام قرار دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔''③ اس حدیث کو امام ابوداود، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔④ اور امام ابن خزیمہ، ابن حبان، دارقطنی نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور امام نووی نے بھی الأذکار میں اسے صحیح کہا ہے۔⑤

① مسند أحمد: 199/1 وسنن أبي داود، الوتر، باب القنوت فی الوتر، حديث:1425 وجامع الترمذی، الوتر، باب ماجاء فی القنوت فی الوتر، حديث: 464 وسنن النسائی، قيام الليل......، باب الدعاء فی الوتر، حديث:1747,1746 وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء فی القنوت فی الوتر، حديث:1178 وصحيح ابن خزيمة، ذكر الوتر وما فيه من السنن، باب ذكر الدليل على أن النبیﷺ إنما أوتر......:152,151/2، حديث:1095 وصحيح ابن حبان، الرقائق، باب ذكر الزجر عما يريب المرء......: 499,498/2، حديث: 722 والمستدرك للحاكم:172/3، حديث: 4801,4800 جبکہ قوسین والے الفاظ ابوداود کے مذکورہ حوالے میں دیکھیے۔ ② سنن النسائی، قيام الليل......، باب الدعاء فی الوتر، حديث :1747 یہ حدیث ضعیف ہے۔ ③ مسند أحمد : 8/4 . ④ سنن أبي داود، الصلاة، باب فضل يوم الجمعة......، حديث:1047 وسنن النسائی، الجمعة، إكثار الصلاة على النبیﷺ......، حديث1375. ⑤ صحيح ابن خزيمة، الجمعة، باب فضل الصلاة على النبیﷺ......:118/3، حديث: 1733 وصحيح ابن حبان، الرقائق، ذكر البيان بأن صلاة من صلى على المصطفیﷺ......:191/3، حديث:910.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ

بلاشبہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں، اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے، اور ان کے لیے رسوا کن

عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿57﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا

عذاب تیار کیا ہے ﴿57﴾ اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایذا پہنچائیں جبکہ انھوں نے کوئی جرم نہ کیا ہو تو یقیناً ان لوگوں

7 ع 6 4 بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿58﴾ ع

نے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اٹھایا ﴿58﴾

تفسیر آیات: 58,57

اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دینے والا دنیا و آخرت میں ملعون ہے: اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو ڈانٹ ڈپٹ اور سرزنش کی ہے جو اس کے احکام کی مخالفت، اس کے محرمات کا ارتکاب کرے اور اس پر اصرار کر کے اسے ایذا دے اور اس کے رسول پر عیب یا نقص کا الزام لگا کر اسے ایذا دے۔ عِيَاذًا بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ۔ عکرمہ نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ ''یقیناً جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو رنج پہنچاتے ہیں۔'' کے بارے میں کہا ہے کہ یہ آیت مصوروں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[1]

صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: يُؤْذِينِي ابْنُ آدَمَ، يَسُبُّ الدَّهْرَ وَأَنَا الدَّهْرُ، أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ] ''اللہ عزوجل ارشاد فرماتے ہیں کہ ابن آدم مجھے ایذا پہنچاتا ہے کہ زمانے کو گالی دیتا ہے اور میں ہی زمانہ ہوں کہ اس کے رات دن کو بدلتا ہوں۔''[2] اس کا مفہوم یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت کے لوگ کہا کرتے تھے: ہائے زمانے کی بربادی! ہمارے ساتھ اس نے یہ یہ کیا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے افعال کو زمانے کی طرف منسوب کرتے اور اسے گالی دیا کرتے تھے، حالانکہ ان کا فاعل اللہ عزوجل ہے، لہٰذا اس سے منع کر دیا گیا۔[3] عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنھوں نے رسول اللہ ﷺ پر صفیہ بنت حُیی بن اخطب سے شادی کرنے کی وجہ سے طعن کیا تھا۔[4] بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت کریمہ عام ہے اور ہر اس شخص کے بارے میں ہے جو کسی بھی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کو ایذا دے اور جس نے رسول اللہ ﷺ کو ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی جیسا کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

---

[1] تفسير الطبرى:55/22. [2] صحيح البخارى، التفسير، باب: ﴿وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ﴾ (الجاثية45:24)، حديث: 4826 وصحيح مسلم، الألفاظ من الأدب وغيرها، باب النهى عن سبّ الدهر، حديث:(2)-2246 واللفظ له. [3] اس کا مطلب یہ ہے کہ اہلِ جاہلیت ان پر مختلف حالات لانے والے کو گالیاں دیتے تھے، ان کا خیال یہ تھا کہ انقلابات لانے والا زمانہ ہے اس بنا پر اسے گالیاں دیتے تھے، اور حقیقت میں انقلابات لانے والا اللہ تعالیٰ ہے جبکہ وہ اس طرح اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دہر تو میں ہوں، یعنی جسے تم انقلابات لانے والا سمجھتے ہو وہ تو میں ہوں۔ [4] تفسير الطبرى :55/22 .

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ

اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں، یہ (بات اس کے) زیادہ قریب ہے کہ

ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿59﴾ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ

وہ پہچان لی جائیں تو انھیں ایذا نہ پہنچائی جائے، اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ﴿59﴾ اگر منافقین اور جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے

وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَاۤ

اور مدینے میں جھوٹی افواہیں اڑانے والے باز نہ آئے تو ہم ضرور آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے، پھر وہ آپ کے قرب و جوار، اس (مدینے) میں تھوڑی

اِلَّا قَلِيْلًا ۛ﴿60﴾ مَّلْعُوْنِيْنَ ۛ اَيْنَمَا ثُقِفُوْۤا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ﴿61﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ

مدت ہی رہ سکیں گے ﴿60﴾ وہ ملعون و مردود ہیں، جہاں بھی وہ پائے جائیں گے پکڑ لیے جائیں گے اور بری طرح قتل کر دیے جائیں گے ﴿61﴾ ان لوگوں میں بھی

خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿62﴾

جو پہلے گزر چکے ہیں اللہ کا یہی طریقہ رہا ہے، اور آپ اللہ کے طریقے میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے ﴿62﴾

مومنوں کو ایذا دینے والوں کے لیے وعید: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا﴾ ”اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسے کام (کی تہمت) سے جو انھوں نے نہ کیا ہو ایذا دیں۔“ یعنی ان کی طرف ایسی بات منسوب کریں جن سے وہ بری ہوں اور جسے انھوں نے نہ کیا ہو۔ ﴿فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿58﴾﴾ ”تو انھوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھایا۔“ یعنی یہ بہت بڑا بہتان ہے کہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کی طرف عیب و نقص کے طور پر کوئی ایسی بات منسوب کی جائے جو انھوں نے کی ہی نہ ہو، اس وعید کے زیادہ تر مصداق تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرنے والے لوگ ہیں، پھر وہ رافضی جو حضرات صحابۂ کرام کی تنقیص کرتے اور ان کی طرف ایسے عیوب کو منسوب کرتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بری قرار دیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں جو بیان فرمایا ہے، یہ لوگ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی صفات اس کے الٹ بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ مہاجرین و انصار سے راضی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اور بھی مختلف انداز سے مدح و ستائش کی ہے مگر یہ جاہل اور غبی انھیں گالیاں دیتے، ان کی تنقیص کرتے اور ان کے بارے میں وہ کچھ ذکر کرتے ہیں جس کا کوئی وجود ہی نہیں اور جسے انھوں نے کبھی کیا ہی نہیں۔

حقیقت میں ان رافضیوں کے دل ٹیڑھے ہیں یہ اچھے لوگوں کی مذمت کرتے اور برے لوگوں کی تعریف کرتے ہیں۔ امام ابوداود نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول! غیبت کیا ہے؟ فرمایا: [ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ] ”تمھارا اپنے بھائی کا (اس طرح) ذکر کرنا جو اسے ناپسند ہو۔“ عرض کی گئی کہ اگر وہ بات میرے بھائی میں موجود ہو جسے میں کہہ رہا ہوں؟ آپ نے فرمایا: [فَإِنْ كَانَ فِيهِ مَاتَقُولُ فَقَدِ اغْتَبْتَهُ وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيهِ مَاتَقُولُ فَقَدْ بَهَتَّهُ] ”اگر وہ بات اس میں موجود ہو جو تم کہہ رہے ہو تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر اس میں وہ بات نہیں ہے جو تم کہہ رہے ہو تو تم نے اس

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

پر بہتان لگایا۔‘‘[1] امام ترمذی نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا اور اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔[2]

تفسیر آیات: 59-62

پردے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ مومن عورتوں کو، خصوصاً اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو ان کے عزت و شرف کی بنا پر، یہ حکم دے دیں کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادروں کا کچھ حصہ لٹکا لیا کریں تاکہ وہ زمانۂ جاہلیت کی عورتوں اور باندیوں سے ممتاز ہو جائیں۔ جلباب اس بڑی چادر کو کہتے ہیں جو دوپٹے کے اوپر ہوتی ہے اور یہ ابن مسعود، عبیدہ، قتادہ، حسن بصری، سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی، عطاء خراسانی اور کئی ایک اہل علم کا قول ہے۔[3] اور یہ آج کل اوپر اوڑھی جانے والی چادر کے قائم مقام ہے۔ جوہری کہتے ہیں کہ جِلباب ایسی چادر کو کہتے ہیں جس سے جسم کو ڈھانپ لیا جائے۔[4] علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ بوقت ضرورت اپنے گھروں سے باہر نکلیں تو وہ اپنے چہروں کو اپنے سروں کے اوپر سے چادر کے ساتھ ڈھانپ لیا کریں اور ایک آنکھ ننگی کر لیا کریں۔[5] محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے عَبِیدَہ سلمانی سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ﴾ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے اپنے چہرے اور سر کو چھپا لیا اور اپنی بائیں آنکھ کو ننگا کر لیا۔[6] ﴿ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ﴾ ’’یہ (امر) زیادہ قرین قیاس ہے کہ وہ پہچان لی جائیں، پھر انھیں کوئی تکلیف نہ دی جائے۔‘‘ یعنی جب وہ ایسا کریں گی تو معلوم ہو گا کہ وہ آزاد اور شریف عورتیں ہیں، نہ وہ لونڈیاں ہیں اور نہ بدکردار۔ ﴿ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۵۹ ﴾ ’’اور اللہ بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘ یعنی زمانۂ جاہلیت میں جو کچھ ہوا اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دے گا کیونکہ اس وقت انھیں اس کا علم نہ تھا۔

شریر منافقوں کے لیے سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ: پھر اللہ تعالیٰ نے منافقوں کو سرزنش کرتے ہوئے فرمایا۔ اور یاد رہے منافقوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو ایمان ظاہر کرتے اور کفر کو چھپاتے ہیں: ﴿ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ﴾ ’’اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے۔‘‘ عکرمہ نے کہا ہے کہ یہاں ان سے مراد زانی لوگ ہیں۔[7] ﴿ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ ﴾ ’’اور جو مدینہ (کے شہر) میں بری بری خبریں اڑایا کرتے ہیں۔‘‘ یعنی جو لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ دشمن آ گئے، جنگیں آ گئیں، حالانکہ یہ لوگ ایسی خبریں محض کذب و افترا کے طور پر اڑایا کرتے ہیں، اگر یہ لوگ ان باتوں سے باز نہ آئے اور انھوں نے حق کی طرف

---

[1] سنن أبي داود، الأدب، باب في الغيبة، حديث:4874. [2] جامع الترمذي، البر والصلة، باب ماجاء في الغيبة، حديث:1934 مزید دیکھیے صحیح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تحريم الغيبة، حديث:2589. [3] تفسير القرطبي: 244,243/14 وتفسير الطبري:57/22. [4] الصحاح، مادة: جلب. [5] تفسير الطبري: 57/22 یہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت نہیں ہے کیونکہ اس میں ایک راوی ابوصالح ہے جس میں ضعف ہے، نیز علی بن ابوطلحہ کا ابن عباس سے سماع ثابت نہیں ہے جبکہ المصنف لابن أبي شيبة: 541/3 میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے خلاف روایت آئی ہے۔ [6] تفسير الطبري: 57/22. [7] تفسير الطبري: 58/22.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ

لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دیجیے: اس کا علم تو بس اللہ ہی کے پاس ہے، آپ کو کیا خبر، شاید قیامت قریب ہی ہو؟ 63 بلاشبہ

قَرِيْبًا ﴿63﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ﴿64﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ

اللہ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے خوب بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے 64 وہ اس میں ہمیشہ ابد تک رہیں گے، وہ (اپنا) کوئی دوست اور

وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿65﴾ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا

کوئی مددگار نہ پائیں گے 65 جس دن آگ میں ان کے چہرے الٹ پلٹ کیے جائیں گے تو وہ کہیں گے: اے کاش! ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی،

الرَّسُوْلَا ﴿66﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿67﴾ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ

اور ہم نے رسول کی اطاعت کی ہوتی 66 اور وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! بے شک ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی اطاعت کی، تو انھوں

ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿68﴾ ع 8 10 5

نے ہمیں گمراہ کر دیا 67 اے ہمارے رب! ان کو دوگنا عذاب دے اور ان پر بڑی سخت (اور زیادہ) لعنت کر 68

رجوع نہ کیا تو ﴿لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ﴾ ''ضرور ہم آپ کو ان کے پیچھے لگا دیں گے۔'' علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے۔[1] اور قتادہ کہتے ہیں: ﴿لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ ہم آپ کو ان کے خلاف بھڑکا دیں گے۔[2] اور سدی کہتے ہیں کہ ہم آپ کو ان کے بارے میں معلوم کرا دیں گے۔ ﴿ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ﴾ ''پھر وہاں آپ کے پڑوس میں نہ رہ سکیں گے۔'' یعنی مدینہ میں۔ ﴿اِلَّا قَلِيْلًا ﴿60﴾ مَّلْعُوْنِيْنَ﴾ ''مگر تھوڑے دن (وہ بھی) پھٹکارے ہوئے۔'' یعنی مدینہ میں ان کی مدت اقامت بہت قلیل ہوگی، اور یہ راندھے اور پھٹکارے ہوئے بھی ہوں گے۔ ﴿اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا﴾ ''جہاں بھی پائے گئے پکڑے گئے۔'' اپنی ذلت وقلت کی وجہ سے، ﴿وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ﴿61﴾﴾ ''اور قتل کیے جائیں گے خوب قتل کیا جانا۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ﴾ ''جو لوگ اس سے پہلے گزر چکے ہیں، ان کے بارے میں بھی اللہ کی یہی عادت رہی ہے۔'' یعنی منافقوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہی طریقہ رہا ہے کہ جب وہ اپنے نفاق اور کفر کے باعث سرکشی اختیار کرتے ہیں اور اس سے باز نہیں آتے تو اہل ایمان کو ان پر مسلط کر دیا جاتا ہے جو ان کو مغلوب کر دیتے ہیں، ﴿وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿62﴾﴾ ''اور آپ اللہ کی عادت میں ہرگز تغیر وتبدل نہ پائیں گے۔'' یعنی اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی عادت میں کوئی تغیر وتبدل رونما نہیں ہوتا۔

تفسیر آیات: 63-68

قیامت کے دن کا علم اللہ ہی کو ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے کہ انھیں قیامت کا علم نہیں ہے، خواہ لوگ ان سے اس بارے میں دریافت بھی کریں، اس سلسلے میں معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا

① تفسير الطبري: 59/22. ② تفسير الطبري: 60/22.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ اعراف میں بھی فرمایا ہے۔[1] اور وہ مکی سورت ہے اور یہ مدنی ہے، الغرض! اس کا علم اس ذات پاک کو ہے جو اسے قائم فرمائے گا، البتہ اس نے یہ ضرور فرما دیا ہے کہ قیامت عنقریب آنے والی ہے۔ ﴿ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا ﴾ ''اور آپ کو کیا معلوم شاید قیامت قریب ہی آ گئی ہو؟'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ﴾ (القمر 1:54) ''قیامت قریب آ پہنچی اور چاند شق ہو گیا۔'' اور فرمایا: ﴿ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ ﴾ (الأنبياء 1:21) ''لوگوں کا حساب (اعمال کا وقت) نزدیک آ پہنچا ہے اور وہ غفلت میں (پڑے اس سے) اعراض کیے جا رہے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اَتٰى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ﴾ (النحل 1:16) ''اللہ کا حکم (عذاب، گویا) آ ہی پہنچا، پس (اے کافرو!) اس کے لیے جلدی مت کرو۔''

کفار پر لعنت، ہمیشہ کے لیے جہنم اور حسرت: پھر فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ ''بے شک اللہ نے کافروں پر لعنت کی ہے۔'' یعنی اس نے انھیں اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے۔ ﴿ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ﴾ ''اور اس نے ان کے لیے (جہنم کی) آگ تیار کر رکھی ہے۔'' یعنی آخرت میں۔ ﴿ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ﴾ ''اس میں ابدالآباد رہیں گے۔'' یعنی اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور اس سے کبھی بھی نکل نہ سکیں گے۔ ﴿ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴾ ''نہ کسی کو دوست پائیں گے اور نہ مددگار۔'' ان کے لیے کوئی فریاد رس اور مددگار نہ ہو گا جو انھیں اس عذاب سے بچا سکے۔

پھر فرمایا: ﴿ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴾ ''جس دن ان کے چہرے آگ میں الٹے پلٹے جائیں گے، کہیں گے: اے کاش! ہم اللہ کی فرماں برداری کرتے اور رسول اللہ کا حکم مانتے۔'' یعنی انھیں چہروں کے بل دوزخ کی آگ میں گھسیٹا جائے گا اور ان کے چہروں کو جہنم میں الٹا دیا جائے گا، پھر وہ اس تمنا کا اظہار کریں گے کہ کاش! وہ دنیا میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والوں کے ساتھ ہوتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے میدانِ حشر میں ان کے حال کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۝ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ۗ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ۝ ﴾ (الفرقان 25:27-29) ''اور جس دن (عاقبت نااندیش) ظالم اپنے دونوں ہاتھوں پر کاٹے گا اور کہے گا کہ اے کاش! میں نے پیغمبر کے ساتھ رستہ اختیار کیا ہوتا، ہائے شامت! کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا، اس نے مجھ کو (کتاب) نصیحت کے میرے پاس آنے کے بعد بہکایا اور شیطان انسان کو عین وقت پر دغا دینے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۝ ﴾ (الحجر 15:2) ''کسی وقت کافر لوگ آرزو کریں گے کہ اے کاش! وہ مسلمان ہوتے۔'' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی بیان فرمایا ہے کہ وہ اس حالت میں بھی تمنا کریں گے کہ اے کاش! وہ دنیا میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے۔

[1] دیکھیے الأعراف، آیت: 187 کے ذیل میں۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَكَانَ

اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنھوں نے موسیٰ کو ایذا دی تھی، پھر اللہ نے اسے اس (جھوٹی بات) سے بری کر دیا جو انھوں نے کہی تھی،

عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ؕ ﴿69﴾

اور وہ اللہ کے نزدیک بڑے رتبے والا تھا ﴿69﴾

﴿ وَقَالُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿67﴾ ﴾ ''اور کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑے لوگوں کا کہا مانا تو انھوں نے ہم کو رستے سے گمراہ کر دیا۔'' طاؤس کہتے ہیں کہ ﴿ سَادَتَنَا ﴾ سے مراد اشراف ہیں اور ﴿ كُبَرَآءَنَا ﴾ سے مراد علماء ہیں۔ ﴿ رَبَّنَاۤ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ ﴾ ''اے ہمارے پروردگار! ان کو دگنا عذاب دے۔'' ایک تو ان کے کفر کی وجہ سے اور دوسرا ہمیں گمراہ کرنے کی وجہ سے۔ ابوالقاسم طبرانی نے ابورافع سے ان لوگوں کے نام کے ضمن میں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ میں شامل تھے، حجاج بن عمرو بن غزیہ کا ذکر بھی کیا ہے، یہ (دشمن سے) مقابلے کے وقت یہ کہہ کر ابھارا کرتے تھے: اے گروہ انصار! کیا تم یہ چاہتے ہو کہ رب تعالیٰ سے ملاقات کے وقت یہ کہو:

﴿ رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿67﴾ رَبَّنَاۤ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿68﴾ ﴾

''اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑے لوگوں کا کہا مانا تو انھوں نے ہم کو رستے سے گمراہ کر دیا۔ اے ہمارے پروردگار! ان کو دگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر۔''[1]

تفسیر آیت: 69

یہودیوں کی موسیٰ علیہ السلام پر افترا پردازی: امام بخاری رحمہ اللہ نے احادیث الانبیاء میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[إِنَّ مُوسٰى كَانَ رَجُلًا حَيِيًّا سِتِّيرًا لَّا يُرٰى مِنْ جِلْدِهٖ شَيْءٌ اسْتِحْيَاءً مِّنْهُ، فَآذَاهُ مَنْ آذَاهُ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، فَقَالَ: مَايَسْتَتِرُ هٰذَا التَّسَتُّرَ إِلَّا مِنْ عَيْبٍ بِجِلْدِهٖ، إِمَّا بَرَصٌ وَّإِمَّا أُدْرَةٌ وَّإِمَّا آفَةٌ، وَّإِنَّ اللّٰهَ أَرَادَ أَنْ يُّبَرِّئَهُ مِمَّا قَالُوا لِمُوسٰى، فَخَلَا يَوْمًا وَّحْدَهُ فَوَضَعَ ثِيَابَهُ عَلَى الْحَجَرِ ثُمَّ اغْتَسَلَ، فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ إِلٰى ثِيَابِهٖ لِيَأْخُذَهَا وَإِنَّ الْحَجَرَ عَدَا بِثَوْبِهٖ فَأَخَذَ مُوسٰى عَصَاهُ وَطَلَبَ الْحَجَرَ فَجَعَلَ يَقُولُ: ثَوْبِي حَجَرُ! ثَوْبِي حَجَرُ! حَتّٰى انْتَهٰى إِلٰى مَلَإٍ مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ فَرَأَوْهُ عُرْيَانًا أَحْسَنَ مَاخَلَقَ اللّٰهُ وَأَبْرَأَهُ مِمَّا يَقُولُونَ، وَقَامَ الْحَجَرُ وَّأَخَذَ ثَوْبَهٗ فَلَبِسَهٗ وَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا بِعَصَاهُ فَوَاللّٰهِ إِنَّ بِالْحَجَرِ لَنَدَبًا مِّنْ أَثَرِ ضَرْبِهٖ ثَلَاثًا أَوْ أَرْبَعًا أَوْ خَمْسًا، فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ؕ ﴿69﴾ ﴾]

[1] المعجم الکبیر للطبرانی: 3/224,223 ، حدیث: 3210.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''بے شک موسیٰ علیہ السلام بہت باحیا اور باپردہ انسان تھے، حیا کی وجہ سے وہ اپنے جسم کو چھپا کر رکھتے تھے اور ان کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہ آتا تھا مگر بنی اسرائیل کے کچھ لوگوں نے انھیں ایذا دیتے ہوئے کہا کہ وہ اس قدر پردہ پوشی سے کام اس لیے لیتے ہیں کہ ان کے جسم میں کوئی عیب ہے، برص ہے، ان کے خصیے پھولے ہوئے ہیں یا وہ کسی اور آفت میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو ان باتوں سے بے عیب قرار دیں۔ ایک دن وہ خلوت میں تھے، انھوں نے کپڑے اتار کر پتھر پر رکھ دیے اور غسل کرنا شروع کر دیا، جب غسل سے فارغ ہوئے تو وہ اپنے کپڑے پکڑنے لگے مگر وہ پتھر (جس پر کپڑے رکھے ہوئے تھے) کپڑوں کے ساتھ دوڑ پڑا، موسیٰ نے اپنے عصا کو پکڑا اور پتھر کے پیچھے ہو لیے اور فرمانے لگے: پتھر میرے کپڑے! پتھر میرے کپڑے! پتھر دوڑ کر بنی اسرائیل کی ایک جماعت کے پاس جا رکا، انھوں نے موسیٰ علیہ السلام کو جب برہنہ دیکھا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے جسم کو بہت ہی احسن انداز میں پیدا فرمایا ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ نے انھیں بے عیب ثابت کر دیا، پتھر ٹھہر گیا، موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کپڑے لے کر زیب تن فرما لیے اور پتھر کو اپنے عصا سے مارنے لگے۔ اللہ کی قسم! موسیٰ علیہ السلام کے مارنے کی وجہ سے پتھر پر تین یا چار یا پانچ نشانات پڑ گئے، آپ نے فرمایا کہ اسی واقعہ کی طرف اس آیت کریمہ میں اشارہ کیا گیا ہے: ''مومنو! تم ان لوگوں جیسے نہ ہونا جنھوں نے موسیٰ علیہ السلام کو (عیب لگا کر) رنج پہنچایا تو اللہ نے ان کو بے عیب ثابت کیا اور وہ اللہ کے نزدیک آبرو والے تھے۔''[1] یہ حدیث صرف صحیح بخاری میں ہے، مسلم میں نہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن کچھ مال وغیرہ تقسیم فرمایا تو ایک انصاری نے کہا کہ اس تقسیم میں اللہ کی رضا کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ میں نے کہا کہ اے اللہ کے دشمن! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمھاری یہ بات ضرور بتاؤں گا، پس میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کر دی تو یہ سن کر آپ کا چہرہ اقدس گلنار ہو گیا، پھر آپ نے فرمایا: [رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلٰی مُوسٰی، لَقَدْ أُوذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ] ''اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ انھیں تو اس سے بھی زیادہ ایذا دی گئی مگر انھوں نے صبر کیا۔''[2] اسے امام بخاری اور مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

﴿وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ۝﴾ ''اور وہ اللہ کے نزدیک آبرو والے تھے۔'' یعنی انھیں اپنے رب تعالیٰ کے ہاں وجاہت اور جاہ و منصب حاصل تھا۔ حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے ہاں مستجاب الدعوات تھے۔[4] بعض نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں انھیں جو عظیم وجاہت حاصل تھی اس کا اندازہ اس سے لگائیے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے بھائی ہارون کے بارے میں دعا کی کہ اللہ تعالیٰ انھیں بھی ان کے ساتھ نبی بنا دے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس دعا کو قبول فرما لیا تھا جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ۝﴾ (مریم 19:53) ''اور ہم نے اپنی مہربانی سے ان کو ان کا بھائی ہارون پیغمبر عطا کیا۔''

---

[1] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب: 28، حديث: 3404. [2] مسند أحمد: 380/1. [3] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب: 28، حديث: 3405 وصحيح مسلم، الزكاة، باب إعطاء المؤلفة قلوبهم على الإسلام......، حديث: 1062. [4] تفسير البغوي: 666/3.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿70﴾ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور ٹھیک ٹھیک بات کہا کرو ﴿70﴾ وہ تمھارے عمل درست کر دے گا اور تمھارے لیے تمھارے گناہ بخش دے گا، اور

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿71﴾

جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، تو یقیناً اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی ﴿71﴾

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا

بلاشبہ ہم نے (اپنی) امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تو انھوں نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا اور وہ اس سے

وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ﴿72﴾ لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ

ڈر گئے، اور وہ (امانت) انسان نے اٹھالی، یقیناً وہ بڑا ظالم اور بہت جاہل ہے ﴿72﴾ (ہم نے یہ امانت اس لیے اٹھوائی) کہ اللہ منافق مردوں

الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ

اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے، اور اللہ مومن مردوں اور مومن عورتوں پر رحم فرمائے، اور اللہ بہت

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿73﴾ ع 9 5 6

بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ﴿73﴾

تفسیر آیات: 71,70

مومنوں کو تقوے اور صدق کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اس کے تقوے کو اختیار کریں، اس کی اس طرح عبادت کریں، گویا اسے دیکھ رہے ہوں، ﴿ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿70﴾ ﴾ ”اور سیدھی بات کہا کرو۔“ ایسی سیدھی بات جس میں کوئی کجی اور انحراف نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا ہے کہ جب وہ ایسا کریں گے تو وہ انھیں اس کا اجر و ثواب عطا فرمائے گا، ان کے اعمال کو درست فرما دے گا، انھیں اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائے گا، ان کے سابقہ گناہوں کو معاف فرما دے گا اور مستقبل میں سرزد ہونے والے گناہوں سے توبہ کی توفیق عطا فرما دے گا، پھر فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿71﴾ ﴾ ”اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے گا تو بے شک بہت بڑی مراد پائے گا۔“ اور وہ یہ کہ اسے آتش دوزخ سے بچا لیا جائے گا اور جنت کی ابدی نعمتوں سے سرفراز کر دیا جائے گا۔

تفسیر آیات: 73,72

انسان کا بارِ امانت اٹھانا: عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ امانت سے مراد طاعت ہے، اللہ تعالیٰ نے اس امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کرنے سے پہلے پیش کیا تھا مگر انھوں نے اس بار کے اٹھانے کی اپنے آپ میں طاقت نہ پائی تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ میں نے امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تھا مگر انھوں نے اس کے اٹھانے کی طاقت نہیں پائی تو اس میں جو کچھ ہے کیا اس کے ساتھ تم اسے اٹھا سکتے ہو؟ انھوں عرض کی: اے میرے رب! اس میں کیا ہے؟ فرمایا: اگر تم نیکی کرو گے تو اچھی جزا ملے گی اور برائی کرو گے تو سزا ملے

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

گی تو آدم علیہ السلام نے اسے لے کر اٹھا لیا، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ۖ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ﴾ ''اور انسان نے اس کو اٹھا لیا، بے شک وہ (انسان اس امانت میں خیانت کرنے والا) بڑا ظالم، بڑا جاہل تھا۔''[1]

اور علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ امانت سے مراد فرائض ہیں، اللہ تعالیٰ نے انھیں آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا کہ اگر وہ انھیں ادا کریں گے تو انھیں اجر و ثواب عطا فرمائے گا اور اگر وہ انھیں ضائع کر دیں گے تو انھیں عذاب دے گا مگر انھوں نے اس بار امانت کے اٹھانے کو ناپسند کیا اور وہ اس سے ڈر گئے کہ اللہ کے دین کی تعظیم کے تقاضوں کو پورا کرنے سے عاجز و قاصر نہ رہ جائیں، اسے جب آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کیا تو انھوں نے اسے قبول کر لیا اور یہی معنی اس ارشاد باری تعالیٰ کے ہیں: ﴿ وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ۖ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ﴾ ''اور انسان نے اس کو اٹھا لیا، بے شک وہ ظالم اور جاہل تھا۔'' یعنی ''جھول'' سے مراد اللہ تعالیٰ کے حکم سے غفلت ہے۔[2] مجاہد، سعید بن جبیر، ضحاک، حسن بصری اور کئی ایک ائمہ تفسیر نے بھی یہی کہا ہے کہ امانت سے مراد فرائض ہیں۔[3] کچھ دیگر لوگوں کا کہنا ہے کہ اس سے مراد طاعت ہے۔[4] اعمش نے ابوضحیٰ سے اور انھوں نے مسروق سے روایت کیا ہے کہ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ بھی امانت ہے کہ عورت کو اپنی شرم گاہ کے بارے میں امین ٹھہرایا گیا ہے۔[5] قتادہ کا قول ہے کہ امانت سے مراد دین، فرائض اور حدود ہیں۔[6] امام مالک رحمہ اللہ نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ امانت سے مراد تین چیزیں ہیں: (1) نماز (2) روزہ (3) غسل جنابت۔

ان تمام اقوال میں کوئی تضاد نہیں ہے بلکہ یہ سب اس نکتے پر متفق ہیں کہ اس سے مراد ذمہ داری کا بوجھ اور اوامر و نواہی کو ان کی شرائط کے ساتھ قبول کرنا ہے اور وہ یہ کہ اگر اس نے اس امانت کو پورا کیا تو اسے اجر و ثواب سے نوازا جائے گا اور اگر اس نے اسے پورا نہ کیا تو اسے سزا ملے گی، پس انسان نے اپنے ضعف، جہالت اور ظلم کے باوصف اسے قبول کر لیا۔ ہاں، البتہ جسے اللہ توفیق دے وہی اس بار امانت سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔ وَبِاللّٰهِ الْمُسْتَعَانُ.

امانت سے متعلق وہ حدیث بھی ہے جسے امام احمد نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو باتیں بیان فرمائیں جن میں سے ایک کو میں نے دیکھ لیا ہے اور دوسری کا انتظار کر رہا ہوں آپ نے ہمیں بیان فرمایا: امانت لوگوں کے دلوں کی جڑوں میں نازل ہوئی تھی، پھر قرآن نازل ہوا، لوگوں نے قرآن سے بھی معلوم کر لیا اور سنت سے بھی معلوم کر لیا کہ امانت کی کس قدر اہمیت ہے، پھر آپ نے ہم سے امانت کے اٹھا لیے جانے کے بارے میں بیان فرمایا، آپ نے بیان فرمایا: [يَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْأَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ، فَيَظَلُّ أَثَرُهَا مِثْلَ أَثَرِ الْوَكْتِ، ثُمَّ يَنَامُ نَوْمَةً، فَتُقْبَضُ الْأَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ، فَيَظَلُّ أَثَرُهَا مِثْلَ أَثَرِ الْمَجْلِ، كَجَمْرٍ دَحْرَجْتَهُ عَلَى رِجْلِكَ تَرَاهُ مُنْتَبِرًا وَّلَيْسَ فِيهِ

[1] تفسیر الطبری: 67/22. [2] تفسیر الطبری: 67/22. [3] تفسیر الطبری: 66/22. [4] تفسیر الطبری: 67/22.
[5] تفسیر الطبری: 68/22. [6] تفسیر الطبری: 69,68/22.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

شَيءٌ......فَيُصْبِحُ النَّاسُ يَتَبَايَعُونَ، لَا يَكَادُ أَحَدٌ يُؤَدِّي الْأَمَانَةَ حَتّٰى يُقَالَ: إِنَّ فِي بَنِي فُلَانٍ رَّجُلًا أَمِينًا حَتّٰى يُقَالَ لِلرَّجُلِ: مَا أَجْلَدَهُ وَأَظْرَفَهُ وَأَعْقَلَهُ! وَمَا فِي قَلْبِهِ حَبَّةٌ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ إِيمَانٍ] ''آدمی سورہا ہوگا کہ امانت اس کے دل سے کھینچ لی جائے گی تو اس کا نشان داغ کی طرح ہوگا، پھر وہ سوئے گا تو (باقی) امانت (بھی) اس کے دل سے کھینچ لی جائے گی، سو چھالے کی طرح اس کا نشان باقی رہ جائے گا، اس انگارے کی طرح جسے تم نے اپنے پاؤں پر ڈال دیا ہو (جس سے چھالا پڑ جائے) اسے تم پھولا ہوا دیکھتے ہو مگر اس میں کوئی چیز نہیں ہوتی......کہ لوگ خرید و فروخت کرنے لگیں گے مگر کوئی ایک آدمی بھی ایسا نہ ملے گا جو امانت کو ادا کرنے والا ہو حتی کہ کہا جانے لگے گا کہ فلاں خاندان میں ایک امانت دار شخص ہے یہاں تک بھی کہا جانے لگے گا کہ فلاں شخص کس قدر بہادر، کس قدر ہنس مکھ اور کس قدر عقل مند ہے، مگر اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہ ہوگا۔'' ایک وقت تھا کہ میں اس بات کی پروا نہیں کرتا تھا کہ میں نے کس سے خرید و فروخت کی ہے کیونکہ اگر خرید و فروخت کرنے والا مسلمان ہے تو اس کا دین اسے میری طرف لوٹا دے گا اور اگر وہ عیسائی یا یہودی ہے تو اس کا ولی اسے میرے پاس لوٹا دے گا، مگر آج میں تم میں سے صرف فلاں اور فلاں ہی سے خرید و فروخت کرتا ہوں۔[1] صحیحین میں یہ حدیث بروایت اعمش ہے۔[2]

امام احمد نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَرْبَعٌ إِذَا كُنَّ فِيكَ فَلَا عَلَيْكَ مَافَاتَكَ مِنَ الدُّنْيَا: حِفْظُ أَمَانَةٍ، وَّصِدْقُ حَدِيثٍ، وَّحُسْنُ خَلِيقَةٍ، وَّعِفَّةٌ فِي طُعْمَةٍ] ''جب تم میں چار چیزیں موجود ہوں تو پھر دنیا کی کسی بھی چیز کے موجود نہ ہونے کا تمھیں کوئی غم نہیں ہونا چاہیے: (1) حفظ امانت (2) سچ بولنا (3) حسن خلق اور (4) حلال کھانا۔''[3]

بارِ امانت اٹھانے کا نتیجہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ﴾ ''تاکہ اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے۔'' یعنی بنی آدم پر اس امانت، شرعی ذمہ داریوں کا بوجھ اس لیے ڈالا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ ان میں سے منافق مردوں اور عورتوں کو عذاب دے اور منافق وہ ہیں جو اہل ایمان کے خوف کی وجہ سے ایمان کو ظاہر کرتے ہیں اور کافروں کی اتباع کرنے کی خاطر کفر کو چھپاتے ہیں۔ ﴿وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ﴾ ''اور مشرک مرد اور مشرک عورتیں۔'' یعنی وہ لوگ جو ظاہری و باطنی طور پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے اور اس کے رسولوں کی مخالفت کرتے ہیں۔ ﴿وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾ ''اور اللہ مومن مردوں اور مومن عورتوں پر مہربانی کرے۔'' اور ان مومنوں پر رحم فرمائے جو اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے

---

[1] مسند أحمد:383/5 . [2] صحيح البخاري، الرقاق، باب رفع الأمانة، حديث:6497 و صحيح مسلم، الإيمان، باب رفع الأمانة والإيمان من بعض القلوب......، حديث:143. [3] مسند أحمد:177/2 بعض نے اگرچہ اسے سنداً ضعیف کہا ہے لیکن حدیث حسن ہے دیکھیے السلسلة الصحيحة:361/2، حديث:733، و صحيح الجامع الصغير:212/1، حديث:873 اور الموسوعة الحديثية (مسند أحمد):233/11، حديث:6652.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

رسولوں پر ایمان رکھتے اور اس کی طاعت بجا لاتے ہیں۔﴿ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ "اور اللہ تو بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔"

تفسیر سورۂ احزاب مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تحقیق و تخریج کے

مصادر و مراجع

اسم الكتاب	اسم المصنف	المطبعة	مقام	تاريخ الطبع
آداب الصحبة	لأبی عبدالرحمٰن السّلمی	دارالصحابة للتراث (C.D)	طنطا مصر	1410ھ 1990م
الإتقان	للإمام جلال الدين أبی الفضل عبدالرحمٰن السيوطی (849-911ھ)	دار المعرفة	بيروت لبنان	
الأحاديث الطوال	للحافظ سليمان بن أحمد الطبرانی (260-360ھ)	المكتب الإسلامی	بيروت دمشق عمان	1419ھ 1998م
الأحاديث المختارة	لأبی عبداللّٰه محمد بن عبدالواحد بن أحمد الحنبلی المقدسی(567-643ھ)	دارخضر	بيروت لبنان	1421ھ 2001م
أحكام القرآن	للإمام أبی بكر محمد بن عبداللّٰه المعروف بابن العربی (468-543ھ)	دارالكتب العربی	بيروت لبنان	1421ھ 2000م
الأدب المفرد	للإمام أبی عبداللّٰه محمد بن إسماعيل البخاری (194-256ھ)	المكتبة الإسلامية	الأُردن	1423ھ 2003م
الأدب المفرد	//	مكتبة المعارف	الرياض	1419ھ 1998م
إرشاد الساری	للإمام شهاب الدين أبی العباس أحمد بن محمد الشافعی القسطلانی (المتوفی 923ھ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1416ھ 1996م

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

إرواء الغليل	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانی (المتوفی 1420ھ)	المکتب الإسلامی	بیروت	1405ھ 1985م
الاستذکار	لأبی عمر یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر النمری الأندلسی (5368-5463ھ)	دار الوعی	حلب القاهرة	1414ھ 1993م
أسد الغابة	لعز الدین ابن الأثیر أبی الحسن علی بن محمد الجَزَری (المتوفی 630ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	
الإسراء والمعراج	لمحمد ناصر الدین الألبانی (المتوفی 1420ھ)	المکتبة الإسلامیة	عمان (اردن)	1421ھ 2000م
الإصابة	للإمام الحافظ أحمد بن علی بن حجر العسقلانی (773-852ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	1415ھ 1995م
إکمال المُعلم بفوائد مسلم	للإمام الحافظ أبی الفضل عیاض بن موسی بن عیاض الیحصبی (المتوفی 544ھ)	دار الوفاء	بیروت لبنان	1419ھ 1998م
الأم	للإمام أبی عبداللہ محمد بن إدریس الشافعی القرشی (المتوفی 204ھ)	دار إحیاء التراث العربی	بیروت لبنان	1420ھ 2000م
بائبل،قرآن اورسائنس(اردو)	موریس بوکائے	نگارشات	لاہور پاکستان	1999م
البحر الزخار المعروف بمسند البزّار	للإمام أبی بکر أحمد بن عمرو بن عبدالخالق العتکی البزّار (المتوفی 292ھ)	مؤسسة علوم القرآن ومکتبة العلوم والحکم	بیروت	1409ھ 1988م
البدایة والنهایة	لأبی الفداء الحافظ ابن کثیر الدِّمشقی (المتوفی 774ھ)	دار الریان للتراث	القاهرة	1408ھ 1988م
البیان فی عدّ آی القرآن	لأبی عمرو عثمان بن سعید الأموی الدانی (371-444ھ)	مرکز المخطوطات	الکویت	1414ھ 1994م
تاج العروس	الإمام محب الدین أبی فیض السید محمد مرتضی الحسینی الزبیدی (المتوفی 1205ھ)	دارالفکر	بیروت لبنان	1414ھ 1994م

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تاریخ ابن خلدون	لعبد الرحمٰن بن خلدون (732-808ھ 1332-1406م)	دارالکتب العلمیة	بیروت لبنان	1413ھ 1992م
تاریخ بغداد	للحافظ أبی بکر أحمد بن علی الخطیب البغدادی (المتوفی 463ھ)	دارالفکر	بیروت لبنان	1418ھ 1998م
تاریخ دمشق	للإمام الحافظ أبی القاسم علی بن الحسن الدمشقی الشافعی المعروف بابن عساکر (499-571ھ)	دار إحیاء التراث العربی	بیروت لبنان	1421ھ 2001م
تاریخ الطبری	لأبی جعفر محمد بن جریر الطبری (المتوفی310ھ)	مطبعة الاستقامة	القاهرة	1358ھ 1939م
التاریخ الکبیر	للإمام أبی عبداللّٰه محمد بن إسماعیل بن إبراهیم الجعفی (194-256ھ)	دارالکتب العلمیة	بیروت لبنان	1414ھ 1993م
تحفة الأحوذی	للإمام الحافظ أبی العلاء محمد عبدالرحمٰن بن عبدالرحیم المبارکفوری (المتوفی1353ھ)	دارالفکر	بیروت لبنان	1415ھ 1995م
تحفة الأخیار	لأبی جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوی (239-321ھ)	داربلنسیة	الریاض السعودیة	1420ھ 1999م
تحفة الأشراف	للحافظ جمال الدین أبی الحجاج یوسف المزی (654-742ھ)	دارالغرب الإسلامی	بیروت	1999م
التخویف من النار	للأبی الفرج عبدالرحمٰن بن أحمد بن رجب الحنبلی (المتوفی795ھ)	مکتبة دارالبیان (C.D)	دمشق	1399ھ
تذکرة الحفاظ	للإمام شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان الذهبی (المتوفی748ھ)	دارالکتب العلمیة	بیروت لبنان	1419ھ 1998م
الترغیب والترهیب	للإمام الحافظ زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری (المتوفی656ھ)	دارالحدیث	القاهرة	1407ھ 1987م

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

تغليق التعليق	لأحمد بن على بن حجر العسقلانى المتوفى (852ھ)	المكتب الإسلامى	بيروت دمشق	1470ھ 1999م
تفسير البغوى	للإمام أبى محمد الحسين بن مسعود الفراء البغوى الشافعى (المتوفى 516ھ)	دار إحياء التراث العربى	بيروت لبنان	1420ھ 2000م
تفسير البيضاوى	للإمام ناصر الدين أبى الخير عبدالله بن عمر بن محمد الشيرازى الشافعى البيضاوى (المتوفى 691ھ)	دار إحياء التراث العربى	بيروت لبنان	1418ھ 1998م
تفسير الثورى	لسفيان بن سعيد بن مسروق الثورى أبو عبدالله (المتوفى 161ھ)	دارالكتب العلمية (C.D)	بيروت لبنان	1403ھ
تفسير ابن أبى حاتم	للإمام الحافظ عبدالرحمٰن بن محمد بن إدريس الرازى ابن أبى حاتم (المتوفى 327ھ)	مكتبة نزار مصطفى الباز	مكة المكرمة الرياض	1417ھ 1997م
تفسير الرازى	للإمام فخر الدين الرازى (المتوفى 606ھ)	دار إحياء التراث العربى	بيروت لبنان	1415ھ 1995م
تفسير السمعانى	للإمام أبى المظفر منصور بن محمد بن عبدالجبار التميمى المروزى الشافعى (426-489ھ)	دار الوطن	الرياض	1418ھ 1997م
تفسير الطبرى	لأبى جعفر محمد بن جرير الطبَرى (المتوفى 310ھ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1415ھ 1995م
تفسير عبدالرزاق	للإمام المحدث عبدالرزاق بن همام الصنعانى (المتوفى211ھ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1419ھ 1999م
تفسير القرطبى	لأبى عبدالله محمد بن أحمد الأنصارى القُرطبى (المتوفى 671ھ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1413ھ 1993م
تفسير الماوردى	لأبى الحسن على بن محمد بن حبيب الماوردى البصرى (364-450ھ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1412ھ 1992م

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

تفسير معاني القرآن	للنحاس (المتوفى 338ھ)	جامعة أم القرى (C.D)	مكة المكرمة	1409ھ
تلخيص الحبير	للإمام الحافظ أبى الفضل أحمد بن على بن حجر العسقلانى (المتوفى 852ھ)	دار المعرفة	بيروت لبنان	1406ھ 1986م
تمام المنة	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانى (المتوفى 1420ھ)	دار الراية	الرياض السعودية	1417ھ
التمهيد	للإمام الحافظ أبى عمر يوسف بن عبداللّٰه بن محمد بن عبدالبر النمرى الأندلسى (368-463ھ)	مكتبة السوادى	جدة	1387ھ 1967م
تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأحاديث الشنيعة الموضوعة	لأبى الحسن على بن محمد بن عراق الكنانى (907-963ھ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1401ھ 1981م
تنوير المقباس	للإمام السيد حبر الأمة عبداللّٰه بن عباس الهاشمى القرشى ﷺ (المتوفى 68ھ)	مطبعة الأمير	قم ايران	
جامع الترمذى	للإمام الحافظ أبى عيسى محمد بن عيسى بن سورة الترمذى (200-279ھ)	دارالسلام	الرياض السعوديه	1420ھ 1999م
جامع المسانيد والسنن	للإمام عماد الدين أبى الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشى الدمشقى الشافعى (700-774ھ)	دار الفكر	بيروت	1420ھ 2000م
حلية الأولياء	للإمام الحافظ أبى نُعَيم أحمد بن عبداللّٰه الأصفهانى الشافعى (المتوفى 430ھ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1418ھ 1997م
الدر المنثور فى التفسير المأثور	للإمام جلال الدين عبدالرحمٰن بن أبى بكر السيوطى (المتوفى 911ھ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1421ھ 2000م
دلائل النبوة	لأبى بكر أحمد بن الحسين بن على البيهقى (384-458ھ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1405ھ 1985م

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

الدِّيباج	للحافظ جلال الدين عبدالرحمٰن السيوطى (849-911ھ)	شركة دار الأرقم بن أبى الأرقم	بيروت لبنان	
الرحيق المختوم (اردو)	للشيخ صفى الرحمٰن مباركفورى (1361-1427ھ/1942-2006م)	المكتبة السلفية	لاهور باكستان	1416ھ 1995م
روح المعانى	للعلامة أبى الفضل شهاب الدين السيد محمود الآلوسى البغدادى (المتوفى 127ھ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1417ھ 1997م
الزهد	للإمام أحمد بن حنبل (164-241ھ)	دارالكتاب العربى	بيروت لبنان	1425ھ 2004م
زاد المسير	للإمام أبى الفَرَج جمال الدين عبدالرحمٰن بن على بن محمد الجوزى (المتوفى597ھ)	دار الكتب العلمية	الرياض	1414ھ 1994م
زاد المعاد	للإمام شمس الدين أبى عبدالله محمد بن أبى بكر الزرعى الدمشقى المشهور بابن قيم الجوزية (691-751ھ)	مؤسسة الرسالة	دمشق بيروت	1415ھ 1995م
سلسلة الأحاديث الصحيحة	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانى (المتوفى1420ھ)	مكتبة المعارف	الرياض السعودية	1415ھ 1995م
سلسلة الأحاديث الضعيفة	// // //	//	//	1420ھ 2000م
سنن الدارقطنى	للإمام الحافظ على بن عمر الدارقطنى (المتوفى 385ھ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1417ھ 1996م
سنن الدارمى	للإمام أبى محمد عبدالله بن عبدالرحمٰن بن الفضل بن بهرام التميمى السمرقندى الدارمى (المتوفى 255ھ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1417ھ 1996م

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

سنن أبی داود	للإمام الحافظ أبی داود سلیمان بن الأشعث السجستانی (المتوفی 275ھ)	دارالسلام	الریاض السعودیة	1420ھ 1999م
سنن سعید بن منصور	للحافظ سعید بن منصور الخراسانی (المتوفی 227ھ)	دار الصمیعی	الریاض السعودیة	1420ھ 2000م
السنن الکبریٰ	للإمام أبی بکر أحمد بن الحسین بن علی البیهقی (384-458ھ)	إدارة تألیفات أشرفیة	ملتان باکستان	1414ھ 1993م
السنن الکبریٰ	للإمام أبی عبدالرحمٰن أحمد بن شعیب النسائی (المتوفی 303ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	1411ھ 1991م
سنن ابن ماجه	للإمام الحافظ أبی عبدالله محمد بن یزید الربعی ابن ماجه القزوینی (209-273ھ)	دارالسلام	الریاض السعودیة	1420ھ 1999م
سنن النسائی	للإمام الحافظ أبی عبد الرحمٰن أحمد بن شعیب بن علی النسائی (215-303ھ)	دارالسلام	الریاض السعودیة	1420ھ 1999م
السیرة النبویة	لولی الدین أبی زید عبدالرحمٰن بن محمد بن عبدالرحیم الحضرمی الأشبیلی المالکی المعروف بابن خلدون (723-808ھ)	مکتبة المعارف	الریاض السعودیة	1418ھ 1998م
السیرة النبویة	لابن إسحاق (المتوفی 151ھ)	دارالکتب العلمیة	بیروت لبنان	1424ھ 2004م
السیرة النبویة	لأبی محمد عبدالملك بن هشام بن أیوب الحِمیَری (المتوفی 218ھ)	دار إحیاء التراث العربی	بیروت لبنان	1415ھ 1995م
شرح السنة	للإمام الحافظ محی السنة أبی محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی (436-516ھ)	المکتب الإسلامی	بیروت	1403ھ 1983م
شرح معانی الآثار	لأبی جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوی (239-321ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	1407ھ 1987م

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شرح العقيدة الطحاوية	للعلامة ابن أبى العز الحنفى، بتحقيق و مراجعة جماعة من العلماء وتخريج محمد ناصر الدين الألبانى	المكتب الإسلامى	بيروت	
شرح النووى	لمحى الدين أبوزكريا يحى بن شرف بن مرى الحزامى الحورانى الشافعى (المتوفى 676ھ)	مؤسسة قرطبة	بيروت لبنان	1414ھ 1994م
شعب الإيمان	للإمام أبى بكر أحمد بن الحسين البيهقى (384-458ھ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1410ھ 1990م
الصحاح	لأبى نصر إسماعيل بن حماد الجوهرى الفارابى المتوفى (398ھ	دار إحياء التراث العربى	بيروت لبنان	1419ھ 1999م
صحيح البخارى	للإمام أبى عبدالله محمد بن إسماعيل البخارى الجعفى (194-256ھ)	دار السلام	الرياض السعودية	1419ھ 1999م
صحيح الترغيب والترهيب	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانى (المتوفى 1420ھ-1999م)	مكتبة المعارف	الرياض	1421ھ 2000م
صحيح الجامع الصغير وزيادته	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانى (المتوفى 1420ھ1999م)	المكتب الإسلامى	بيروت لبنان	1408ھ 1988م
صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان الفارسى	للإمام الحافظ محمد بن حبان بن أحمد بن حبان	مؤسسة الرسالة	بيروت لبنان	1414ھ 1993م
صحيح ابن خزيمة	للإمام أبى بكر محمد بن إسحاق بن خزيمة السلمى النيسابورى (المتوفى 311ھ)	المكتب الإسلامى	بيروت لبنان	1412ھ 1992م
صحيح سنن أبى داود	للإمام المحدث الشيخ محمد ناصر الدين الألبانى (المتوفى 1420ھ1999م)	مؤسسة غراس	الكويت	1423ھ 2002م
صحيح مسلم	للإمام أبى الحسين مسلم بن الحجاج القشيرى النيسابورى (204-261ھ)	دارالسلام	الرياض السعودية	1419ھ 1998م

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ضعیف الجامع الصغیر وزیادته	للإمام المحدث الشیخ محمد ناصر الدین الألبانی (المتوفی 1420ھ-1999م)	المکتب الإسلامی	بیروت لبنان	1410ھ 1990م
ضعیف سنن ابن ماجه	للشیخ محمد ناصر الدین الألبانی (المتوفی 1420ھ_1999م)	المکتب الإسلامی	بیروت	1415ھ 1994م
الطبقات الکبریٰ	للحافظ محمد بن سعد بن منیع (المتوفی 230ھ)	دار صادر	بیروت	1418ھ 1998م
علل الحدیث	للإمام ابن أبی حاتم الرازی (240-327ھ)	المکتبة الأثریة	شیخوبوره باکستان	
عمدة القاری	للشیخ الإمام العلامة بدر الدین أبی محمد محمود بن أحمد العینی (المتوفی 855ھ)	دار الفکر	بیروت لبنان	1418ھ 1998م
عون المعبود	للعلامة أبی الطیب محمد شمس الحق العظیم آبادی	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	1410ھ 1990م
فتح الباری	للإمام الحافظ أحمد بن علی بن حجر العسقلانی (773-852ھ)	دار نشر الکتب الإسلامیة	لاهور باکستان	1401ھ 1981م
فتح البیان	لأبی الطیب صدیق بن حسن بن علی الحسینی القنوجی البخاری (المتوفی 1307ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	1420ھ 1999م
فضائل القرآن	لأبی عبید القاسم بن سلام الهروی (157-224ھ)	دار ابن کثیر	دمشق بیروت	1420ھ 1999م
الکامل فی ضعفاء الرجال	للإمام الحافظ أبی أحمد عبدالله بن عدی الجرجانی (المتوفی 365ھ)	دارالکتب العلمیة	بیروت لبنان	1418ھ 1997م
کتاب السنة ومعه ظلال الجنة فی تخریج السنة	لأبی بکر عمرو بن أبی عاصم الضحاك بن مخلد الشیبانی المتوفی (287ھ)	المکتب الإسلامی	بیروت دمشق عمان	1419ھ 1998م

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

كتاب الزهد	للإمام الشيخ عبد اللّٰه بن المبارك المروزی (المتوفی 181ھ)	المكتب الإسلامی	بيروت دمشق عمان	1419ھ 1998م
كتاب العرش	لأبی عبداللّٰه محمد بن أحمد بن عثمان الذهبی (المتوفی 748ھ)	مكتبة أضواء السلف ومكتبة الإمام البخاری	الرياض السعودية مصر	1420ھ 1999م
كتاب العظمة	لأبی محمد عبداللّٰه بن محمد بن جعفر بن حيّان (274-369ھ)	دار العاصمة	الرياض السعودية	1419ھ 1998م
الكشاف	للإمام محمود بن عمر الزَّمَخشری (المتوفی 528ھ)	دار الريان للتراث	القاهرة	1407ھ 1987م
كشف الأستار عن زوائد البزار	للحافظ نور الدين علی بن أبی بكر الهيثمی (735-807ھ)	مؤسسة الرسالة	بيروت لبنان	1399ھ 1979م
كشف الظنون	للمؤرخ الكامل مصطفی بن عبداللّٰه المشهور بحاجی خليفة (1017-1067ھ)	دار إحياء التراث العربی	بيروت لبنان	
اللآلی المصنوعة فی الأحاديث الموضوعة	للإمام جلال الدين أبی الفضل عبدالرحمٰن بن الكمال السيوطی (849-911ھ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1417ھ 1996م
مجمع الزوائد	للحافظ نور الدين علی بن أبی بكر الهيثمی (المتوفی 807ھ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1414ھ 1994م
مجموعة الفتاوی	لشيخ الإسلام تقی الدين أحمد بن تيمية الحرّانی (المتوفی 728ھ)	مكتبة العبيكان	الرياض السعودية	1419ھ 1998م
المحرر الوجيز	لغالب بن عطية الأندلسی (المتوفی 546ھ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1413ھ 1993م

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

المحلی	لأبی محمد علی بن أحمد بن سعید بن حزم المتوفی (456 ھ)	دارالجیل دارالآفاق الجدیدة	بیروت	
مختصر زوائد مسند البزار	للحافظ شهاب الدین أبی الفضل أحمد بن حجر العسقلانی (المتوفی 852ھ)	مؤسسة الکتب الثقافیة	بیروت لبنان	1412ھ 1992م
مختصر سنن أبی داود	عبدالعظیم بن عبدالقوی بن عبداللّٰه بن سلامة بن سعد زکی الدین أبومحمد المنذری الشامی المصری (المتوفی 656ھ)	مکتبة السنة المحمدیة مکتبة ابن تیمیة	القاهرة	1423ھ 2002م
مختصر قیام اللیل	للشیخ أبی عبداللّٰه محمد بن نصر المروزی (المتوفی 294ھ)	مکتبة المنار	الأردن	1413ھ 1993م
المراسیل	للإمام الحافظ أبی داود سلیمان بن الأشعث السجستانی (المتوفی 275ھ)	مؤسسة الرسالة	بیروت لبنان	1418ھ 1998م
المستدرك	للإمام أبی عبداللّٰه محمد بن عبداللّٰه الحاکم النیسابوری (المتوفی 405ھ)	مکتبة نزار مصطفی الباز	مکة المکرمة السعودیة	1420ھ 2000م
مسند أحمد (طبع میمنیة)	للإمام الحافظ أبی عبداللّٰه أحمد بن محمد بن حنبل الشیبانی البغدادی (164-241ھ)	المکتب الإسلامی	بیروت دمشق	1403ھ 1983م
مسند أحمد (مجلد واحد)	للإمام الحافظ أبی عبداللّٰه أحمد بن محمد بن حنبل الشیبانی البغدادی (164-241ھ)	بیت الأفکار الدولیة	الریاض السعودیة	1419ھ 1998م
مسند ابن الجعد	لأبی الحسن علی بن الجعد بن عبید الجوهری (214-317ھ)	دارالکتب العلمیة	بیروت لبنان	1417ھ 1996م

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

مسند أبی داود الطَّیالَسی	لسلیمان بن داود بن الجارود (المتوفی 204ھ)	هجر	أمبابة	1419ھ 1999م
مسند الربیع	للإمام الربیع بن حبیب	مکتبة الثقافة الدینیة	......	......
المسند الضعیف	للإمام أبی جعفر محمد بن عمرو بن وهبی بن حماد العقیلی (المتوفی 322ھ)	مکتبة نزار مصطفی الباز	مکة المکرمة السعودیة	1422ھ 2001م
مسند أبی عوانة	للإمام أبی عوانة یعقوب بن إسحاق الأسفرائینی (المتوفی 316ھ)	دار المعرفة	بیروت لبنان	1419ھ 1998م
مسند أبی یعلی المَوصلی	للإمام الحافظ أحمد بن علی بن المثنی التمِیمی (210-307ھ)	دار الثقافة العربیة	بیروت دمشق	1412ھ 1992م
المصنف	للإمام الحافظ أبی بکر عبداللّٰہ بن محمد بن أبی شیبة (المتوفی 235ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت دمشق	1416ھ 1995م
المصنف	للحافظ الکبیر أبی بکر عبدالرزاق بن همام الصنعانی (المتوفی 211ھ)	المکتب الإسلامی	بیروت دمشق	1403ھ 1983م
المطالب العالیة	للحافظ ابن حجر أحمد بن علی العسقلانی (773-852ھ)	دار المعرفة	بیروت دمشق	1414ھ 1993م
المعجم الأوسط	لأبی القاسم سلیمان بن أحمد الطبرانی (260-360ھ)	دارالکتب العلمیة	بیروت لبنان	1420ھ 1999م
معجم البلدان	للإمام شهاب الدین أبی عبداللّٰہ یاقوت بن عبداللّٰہ الحموی الرومی البغدادی (المتوفی 626ھ)	دار صادر	بیروت	1993م
معجم الصحابة	لأبی القاسم عبداللّٰہ بن محمد بن عبدالعزیز البغوی (المتوفی 773ھ)	مکتبة دار البیان	الکویت	1421ھ 2000م

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

المعجم الكبير	للحافظ أبى القاسم سليمان بن أحمد الطبرانى (260-360ھ)	مكتبة العلوم والحكم	موصل	1420ھ 2000م
معجم ما استعجم	لعبداللّٰه بن عبدالعزيز البكرى الأندلسى (المتوفى 487ھ)	عالم الكتب	بيروت	1403ھ 1983م
المغنى	للإمام موفق الدين أبى محمد عبداللّٰه بن أحمد بن قدامة (المتوفى 620ھ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1414ھ 1994م
المقاصد الحسنة	للشيخ محمد عبدالرحمن السخاوي (831-902ھ)	دارالكتاب العربى	بيروت لبنان	1414ھ 1994م
المنتقى	لأبى محمد عبداللّٰه بن على بن الجارود النيسابورى رحمه الله (المتوفى 307ھ)	المكتبة الأثرية	شيخوبوره باكستان	
منهاج السنة النبوية	لأبى العباس تقى الدين أحمد بن عبدالحليم ابن تيمية الحرانى الدمشقى (المتوفى 728ھ)	دار المعرفة	بيروت لبنان	1406ھ 1986م
منهج الحافظ ابن حجر العسقلانى فى العقيدة من خلال كتابه (فتح البارى)	محمد اسحاق كندو	مكتبة الرشد	الرياض	1419ھ 1998م
موسوعة الأحاديث والآثار الضعيفة والموضوعة	على حسن على الحلبى، الدكتور إبراهيم طه القيسى، الدكتور حمدى محمد مراد	مكتبة المعارف	الرياض	1419ھ 1999م
الموسوعة الحديثية (مسند الإمام أحمد)	للجماعة من العلماء، تحت إشراف عبداللّٰه بن عبدالمحسن التركى	مؤسسة الرسالة	بيروت لبنان	1420ھ 1999م
الموضوعات	لأبى الفرَج عبدالرحمٰن بن على بن الجوزى القرشى (510-597ھ)	مكتبة ابن تيمية	القاهرة	1407ھ 1987م

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الموطأ	للإمام مالك بن أنس	دارالمعرفة	بيروت لبنان	1420ھ 1999م
النجوم الزاهرة فى ملوك مصر و القاهرة	لجمال الدين أبي المحاسن يوسف بن تغرى بُردى (813-874ھ)	وزارة الثقافة	مصر	
نوادر الأصول فى معرفة أحاديث الرسول	لأبى عبدالله محمد الحكيم الترمذى	دارصادر	بيروت	
نيل الأوطار	للشيخ محمد بن على بن محمد الشوكانى (1172-1250ھ)	دار إحياء التراث العربى	بيروت	
هداية الرواة	للحافظ أحمد بن على بن حجر العسقلانى (المتوفى 852ھ)	دار ابن القيم ودار ابن عفان	القاهرة	1422ھ 2001م

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"